بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم

بخشش کا مہینہ ہے برکت کا مہینہ ہے
رمضان بڑی شان و شوکت کا مہینہ ہے

قرآن بھی اترا ہے اس ماہ کی اک شب میں
کیسی ہے فضیلت یہ عظمت کا مہینہ ہے

فضائل رمضان

مع وعظ مبارک

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولنا مولوی الحاج ابو الحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب
نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولنا مولوی الحاج
حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

ملنے کا پتہ

مینار بک ڈپو بک سیلر اینڈ پبلیشرز
چارکمان حیدرآباد (اے۔پی)
فون (۵۲۰۵۲۶)

Rs. 15-00

قیمت ۱۵ روپے

فضائل رمضان ازآں مرزا

فضائل رمضان

بخشش کا مہینہ ہے، برکت کا مہینہ ہے
رمضان بڑی شان وشوکت کا مہینہ ہے

اِس ماہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم کا
ارشاد ہے یہ میری امت کا مہینہ ہے

اِس ماہِ مبارک کے جتنے بھی فضائل ہیں
اُن سب سے یہ روشن ہے، رحمت کا مہینہ ہے

یہ ماہ وہ ہے جس کا قرآن میں نام آیا
اِس سے بھی یہ ثابت ہے، عزت کا مہینہ ہے

یہ بات مُسلّم ہے، ہے قدر کی شب اس میں
ظاہر ہے کہ یہ کیسی نعمت کا مہینہ ہے

قرآن بھی اُترا ہے اس ماہ کی اک شب میں
کہتی ہے فضیلت یہ عظمت کا مہینہ ہے

ہر ایک فضیلت خود دیتی ہے گواہی یہ
محبوب کی امت پر شفقت کا مہینہ ہے

اس بارے میں حضرتؒ کی تالیف جو ہے مرزا
پڑھیے تو کھلے گا یہ رحمت کا مہینہ ہے

خادم الخدام
مرزا شکور بیگ مرزا
(نقشبندی القادری)

۶ رجمادی الآخر ۱۳۹۳ھ
مطابق
۷ رجولائی ۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے پ۲ ۔ ع۲۴ سورہ بقرہ میں "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط" (اے محمدؐ) لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا، بڑھتا کیوں ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ احکام بیان فرمارہے ہیں کہ رمضان کیا ہے؟ سنو صاحبو! شَهْرُ رَمَضَانَ، رمضان ایک مہینہ کا نام ہے، اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، اس پر لوگ پوچھنے لگے کہ چاند کبھی کامل روشن، کبھی باریک اور تاریک، کبھی مشرق سے ظاہر، کبھی مغرب سے طالع۔ یہ کیوں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ" آپ سے ہلال کی حالت یعنی ہر مہینہ میں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی وجہ لوگ پوچھتے ہیں "قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ" پ۲ ۔ رکوع ۲۴ ۔ سورہ بقرہ۔ ترجمہ: کہہ دو کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں ہیں۔ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے معاملات جیسے مطالبہ حقوق، اور عبادات جیسے حج، روزہ، زکوٰۃ، عدت وغیرہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ دنوں سے مہینہ اور مہینوں سے سال بنتا ہے، اس سے حساب، تاریخ وماہ معلوم ہوتے ہیں، یہ سوال حکمت اور کسی نہ کسی وجہ سے کیا گیا تھا، اور جواب بھی مصلحت سے دیا گیا، اور وہ مصلحت یہ ہے کہ سوال کرنے کا طریقہ، اس کے آداب سکھلایا اور بتلادیا کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہ کیا کرو۔ بندہ کو حکمت الٰہی اور مصلحت شہنشاہی میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔

امور مصلحت خویش خسرواں دانند

ترجمہ: بادشاہ اپنے کاموں کی مصلحت آپ جانتے ہیں۔

گدائے گوشہ نشیں کو حافظا مخروش

ترجمہ: اے حافظ تنہائی پسند فقیر کو مت چھیڑ۔

تم کو تمہارے کام کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو بھی اپنی ضرورت اور فہم سے زائد باتیں نہیں پوچھنا چاہیئے، جیسا کہ بعض لوگ علماء سے ایسے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا عمر میں کبھی کام ہی نہ پڑے، ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

حساب دو طرح سے ہوتا ہے:۔

(۱) شمسی (۲) قمری

طریقہ شمسی میں ایک شکل رہتی ہے مطلع مختلف رہتے ہیں یہ ایک امر مخفی ہے، ایک مدت تک فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے طریقہ قمری میں شکل مختلف ہے ہر ماہ میں ایک ہی ضابطہ ہے اور اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، سہولت کی وجہ سے قمری حساب شریعت میں لیا گیا بعض احکام کو اس حساب پر لازم کیا گیا ہے جیسے حج، روزہ، عیدین، زکوٰۃ، عدت وغیرہ، اور بعض کو لازم نہیں کیا بلکہ مستحب قرار دیا جیسے قرآن کا مطالعہ وغیرہ۔

اگرچہ شمسی حساب ناجائز نہیں ہے مگر شعارِ اسلام نہیں ہے بلکہ قمری حساب شعارِ اسلام ہے صحابہ اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، اسی پر احکامِ شرعی کا دارومدار ہے اس لئے جہاں ضرورت ہو، جیسے سرکاری دفاتر وغیرہ، اس میں شمسی حساب لکھیں، اس کے برخلاف روزمرہ کے کاموں میں قمری حساب لکھیں۔

سنو صاحبو، ایک بات سنو!

"وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى"

ترجمہ: جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کرو، اگرچہ قرابتداروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

یوں اتفاقی طور پر بغیر کوشش کے کسی کو ویرانے سے خزانہ مل جائے تو یہ اور بات ہے لیکن اگر مل بھی جائے تو ایسا مال پچتا کم ہے مگر عادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا کہ جتنی اس نے کوشش کی۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں، خود خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ۞" پ ۲۷۔ رکوع ۷، سورہ نجم (ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے کہ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اگر دو شخص کاشت کر رہے ہوں، ان میں سے ایک شخص کچھ کوشش کیا ہی نہیں، صرف زمین میں بیج بو دیا، دوسرا ہل چلا کر بیج ڈالا ہے، کیا دونوں کو برابر اناج ملے گا، ہرگز نہیں، جتنی کوشش اتنا ہی مال پیدا ہوگا۔ اس کو یوں بھی سمجھیے کہ ایک شخص صرف ہل چلا یا، اور دوسرا شخص ہل بھی چلایا اور کھاد بھی ڈالا، اس کی کوشش بھی بڑھی ہوئی ہے اس لئے اسکا مال بھی زیادہ نکلے گا

یا یوں سمجھیے کہ ایک شخص ہل چلایا اور کھاد بھی دیا، اور دوسرا شخص ہل بھی چلایا، کھاد بھی دیا اور ضرورت کے وقت ڈولی سے پانی بھی دیا تو چونکہ اس کی کوشش بھی زائد ہے اس دوسرے شخص کا مال بہت زیادہ نکلے گا۔ غرض جتنی کوشش اتنا ہی مال نکلے گا۔

یا یوں سمجھیے کہ ایک جاہل ہے جس کو پانچ روپیہ ماہوار ملتی ہے، دوسرا علم پڑھا اور ڈگریاں رکھتا ہے، اس کی کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ سو، پچاس کما رہا ہے۔

اسی طرح ایک اور شخص ہے اس نے بھی کوشش کی اور اعلیٰ درجہ کی سند رکھتا ہے سینکڑوں روپے اس کی ماہوار ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص ولایت جا کر آیا ہے وہ ہزار پانچ سو کا ماہوار یاب ہو جاتا ہے۔ غرض انسان کی جتنی کوشش اتنا ہی اس کو ملتا ہے، یہ ہمارا رات دن کا شاہد ہے اور اس کا ہر شخص قائل ہے، اسی لئے کوشش میں لگا ہوا ہے مگر افسوس کہ انسان کا یہ خیال صرف دنیا ہی کے معاملات میں ہے، اور آخرت کے لئے اس کا الٹا سمجھا ہوا ہے کہ کوشش کی ضرورت نہیں، بغیر کوشش کے سب کچھ مل جائے گا۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ: ایسا خیال مشکل ہے اور جنون ہے۔

ایک ہٹا کٹا، خدا کا نافرمان، رمضان کا چور، کیا اس کو آخرت میں وہی مراتب ملیں گے جو خدا کے فرماں بردار، رمضان میں دن کو بھوکا، پیاسا رہنے والے، رات کو نیند ضائع کرنے والے کو ملتے ہیں۔ جب کھاد ڈالنے والا اور کھاد نہ ڈالنے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو آخرت میں بھی یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے مگر انسان کو نفس و شیطان کچھ ایسا سبق سکھائے ہیں کہ وہ دنیا کے لئے تو بڑا محنتی ہوتا ہے لیکن آخرت کے لئے احدی ہو جاتا ہے۔

حکایت واجد علی شاہ کے زمانہ میں دو احدی تھے، ایک روز ایک لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے بازو بیٹھا ہوا تھا، ان کے قریب سے جب ایک سوار گذرا تو لیٹے ہوئے احدی نے کہا میاں سوار! میرے سینہ پر بیر پڑا ہوا ہے ذرا تکلیف کر کے میرے منھ میں ڈال دو، سوار نے کہا کہ تیرے پاس جو بیٹھا ہوا ہے وہ ڈال دے گا۔ بیٹھے ہوئے احدی نے کہا بس جناب رہنے دو، کل میں لیٹا ہوا تھا میرے منھ میں کتا پیشاب کر رہا تھا اس نے ہٹایا نہیں تو کیا یہ اس کے منھ میں بیر ڈالوں گا۔

آخرت کے لئے انسان ایسا ہی احدی، سست اور آرام طلب ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لکھنو کے احدی کی طرح ہاتھ ہلائے نہ پاؤں اور منھ میں بیر پڑ جائے، مفت میں جنت مل جائے، اس لئے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ؕ

میرے دوستو! سنو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے ہمارے پاس چولہا نہیں سلگھتا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا بی بی! پھر کیسے گذر ہوتی تھی تو آپ فرماتی ہیں کہ دو چار کھجور کھا لئے، پانی پی لئے، اور رات گذر گئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی کئی دن کا فاقہ گذرتا، پیٹ پر پتھر باندھتے، ایک روز حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ مارے بھوک کے پیٹ پیٹھ کو لگ گیا ہے تو رو رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ پیٹ کی یہ حالت نہ رہے تو حضرتؐ نے فرمایا عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہی حالت رہے اور صبر کروں۔

صاحبو! عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہے، تم کیسے رسول اللہؐ کے چاہنے والے ہو، ایک مہینہ بھوکے رہ کر رسول اللہؐ کی شکل نہیں بناتے ہو۔ کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں، راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے حضرت کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے، ہائے تم کیسے رسول اللہؐ کی محبت کرنے والے ہو، تم سے بیس[20] رکعت تراویح نہیں پڑھی جاتی

دوستو! سنو، مسلمان کی علامت بتلائی گئی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (پ۲۔ رکوع۴۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان خدا کی محبت میں سب سے زیادہ سرشار رہتے ہیں، حدیث میں ہے کہ "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مُحَبَّۃَ لَہٗ" "جس کو رسول اللہ کی محبت نہیں اس کو ایمان نہیں۔ اور حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور بیٹے اور باپ اور سارے جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

سب سے زیادہ رسول اللہ کی محبت ہو۔ دوستو! کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں، اپنے محبوب سے ملنے کے لئے اور اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں کی جاتیں۔

غرض مسلمانوں کے محبوب کی آمد آمد ہے جس کے لئے ایک سال سے ترس رہے تھے بعض انتظار انتظار ہی میں قبروں میں جا کر سو گئے، وہ محبوب کون ہے وہ مبارک رمضان ہے

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے "وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ (پ ۹۔ رکوع ۲۴۔ سورہ اعراف) ترجمہ: اور (دیکھو) غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ کبھی ہماری یاد سے غافل نہ رہنا، اسی کو پاسِ انفاس کہتے ہیں، کسی کی غلامی سے یہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے، غافلوں میں ذاکر ایسا ہے جیسے سرسبز درخت خشک درختوں میں، اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار پر اکیلا جہاد کر رہا ہے اور پانی کی طرح اپنا خون بہا رہا ہو، اس پر خدائے تعالیٰ ہمیشہ نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے روشن چراغ اندھیرے گھر میں۔ اس طرح کا ذکر تجھے فرشتہ کا مشابہ بنا دیتی ہے، ایسا بننے میں تجھ کو بار بھی نہیں، اور فرشتوں کے وصف سے تجھ کو ہمیشہ متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں، ایک اور وصف ہے کہ جس سے تو ہو بہو فرشتہ ہو جائے، یعنے جیسے فرشتے کھاتے پیتے اور سوتے نہیں ہیں۔ تیری مجبوریوں کا خیال کر کے اس کا بس میں ایک مہینہ کے لئے حکم دیتے ہیں کہ تو بھی بھوکا پیاسا، بے نیند کے رہے۔

اب اس کا زمانہ آ گیا، اب فرشتہ بنانے والے مہینہ کی آمد آمد ہے۔ مسلمانو! خوش ہو جاؤ، اب وہ مہینہ آ گیا۔

حدیث جو شخص رمضان کے آنے پر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

غرض صاحبو! اب اس مہینہ کی آمد آمد ہے کہ جس میں مسلمان کی روزی فراخ ہوتی ہے جو کچھ کھائے خواہ بے حساب ہو، یہ سب کھانا پینا طاعت میں شمار ہوتا ہے۔

صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو تو اچھا ہے ورنہ تمہاری کچھ پرواہ نہیں، اس لئے کہ ہماری عبادت کرنے والے، تسبیح و سجدہ کرنے والے بہت ہیں۔ مسلمانو! خدائے تعالیٰ جن کو "اپنے" فرماتا ہے کیا تم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے، اس لئے روزہ رکھ کر، تراویح پڑھ کر، اور نیکیاں کرکے خدا کے بندوں میں ہو جاؤ۔

اب اس اجمال کی تفصیل سنیئے:۔

رمضان المبارک کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کچھ شعبان اور شب برات کے بارے میں عرض کیا جائے کہ وہ رمضان سے قبل آتے ہیں۔ اس لئے اب شعبان اور شب برات کے متعلق سنیئے:۔

شب برات سنو صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے "وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ٥ (پ۴۔ رکوع ۱۹۔ سورہ آل عمران) ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو دھوکہ کا سامان ہے۔

بیماریوں میں وہ بہت بڑی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں، اور لائق ڈاکٹر وہ ہے کہ اس بیماری کا علاج ایسا کرے کہ دوسری بیماریاں خود بخود کم ہو جائیں، آج خدائے تعالیٰ ان آیتوں میں ایک ایسی بیماری کا علاج بتلاتا ہے کہ اگر اس سے شفا ہو جائے تو بہت سی بیماریوں سے خود بخود شفا ہو جاتی ہے۔ اس تقریر سے آپ کو شبہ ہو رہا ہوگا کہ دواخانہ کا کام آج مسجد میں ہو رہا ہے، ہم تو صحیح اور تندرست ہیں ہم کو آج کی تقریر سننے کی کیا ضرورت ہے۔

سنو صاحبو! بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ جو نہ تو خود بیمار کی سمجھ میں آتی ہیں، اور نہ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ بیمار ہے، بیمار ایسی غفلت میں رہتا ہے اور وہ بیماری سمجھ

میں آتی ہے تو اس وقت آتی ہے جب کہ وہ بیماری لاعلاج ہوگئی ہو، بجز موت کے کوئی اور صورت نہیں۔ ایسے وقت معلوم ہونے سے کیا فائدہ، سوائے پچھتانے کے کوئی نتیجہ نہیں، ہاں اگر اس وقت کسی ڈاکٹر سے تشخیص کروائی جائے تو وہ کہے گا کہ بیماری بہت بڑھ گئی ہے جلد علاج کرو، ورنہ بات ہاتھ سے جاتی ہے۔

اسی طرح آپ بھی ایسے ہی بیمار ہیں کہ اس بیماری کو نہ تو آپ ہی خود سمجھے اور نہ دیکھنے والے، اسی غفلت میں گذر رہی ہے البتہ موت کے وقت سمجھ میں آئے گا، اس وقت سمجھ میں آنا بیکار ہے۔

صاحبو! آپ جسمانی بیماری کے علاج کے لئے کبھی انگریزی ڈاکٹر کو بلائے تو کبھی یونانی حکیم کو۔ اسی طرح کبھی آپ روحانی بیماریوں کے لئے روحانی حکیم طریقت کی طرف بھی رجوع ہوئے ہو کہ ذرا دل کی نبض دیکھو کہ یہ بیمار ہے یا تندرست، وہ کہے گا جیسے جسم کی بیماریاں پہلے معمولی ہوتی ہیں پھر لاعلاج ہو جاتی ہیں جیسے طاعون، انفلوئنزا وغیرہ ایسا ہی روحانی بیماریاں، آغاز مرض میں تو ان کا علاج ہو سکتا ہے مگر آج لاعلاج بیماریاں ہو گئی ہیں۔ پہلے مریض دل شروع ہی سے حکیم روحانی کے زیر علاج رہتا تھا اور آج ایسے وقت آتا ہے کہ دل بیمار قریب مرنے کے ہے یا مر گیا ہے ایسا علاج ہو تو کیسا ہو، اگر آ بھی گیا تو کچھ اس طرح کہ نبض دکھایا (یعنی ہاتھ میں ہاتھ دیکر مرید ہوا) پھر صورت نہیں دکھانا، ایسا نہ ہو کہ کڑوی دوا پینا پڑے، تو کیا صرف نبض دکھانے سے مرض جاتا رہے گا۔ کیا صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانے سے مرض جائے گا۔ بعض اس لئے نہیں آتے کہ کہیں حکیم جسمانی کی طرح حکیم روحانی کی ناز برداری کرنا پڑے گا، یہ کون کرے تو خیر کبھی ایسے مجمعوں میں جایا کرتے رہو، جہاں دل اور روح کی بیماریوں کا بیان ہوتا ہے (جیسے مجلس وعظ) وہاں تو کسی کی ناز برداری کرنا نہیں پڑتا ہے، اس سے اتنا تو معلوم ہو گا کہ فلاں فلاں بیماریاں ہیں اور اس کی یہ علامتیں ہیں، پھر یہ سوچ سکتے ہو کہ تم بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں یا نہیں، اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو بس علاج ہو سکا۔ اور بیماری جا چکی، اس وجہ سے کہ بیمار لاپرواہ ہے، طبیب اپنا مطلب بند نہ کرے گا

ممکن ہے کوئی نہ کوئی علاج کو آہی جائے گا، اس لئے مدینہ کے افسر الاطباء کا دواخانہ کھلا ہوا ہے، بیماریاں بتلائی جارہی ہیں، علامتوں سے واقف کرایا جارہا ہے، نسخے بھی دیئے جارہے ہیں، اب جس کا جی چاہے علاج کرائے یا نہ کرائے۔

صاحبو! اپنی چھپی ہوئی بیماریوں کو سنو، خدا کے لئے سنبھلو اور اپنی خبر لو۔ اور اگر یہ مرض ہو تو اس کے علاج کی کوشش کرو۔ مختصر تقریر کے بعد وہ مرض ہیں آجائیگا سنو

حکایت ایک باپ اپنے نادان بچہ کو ایک روپیہ دیا کہ جس پر سیاہی لگی ہوئی تھی، لڑکا اس کو لے کر باہر نکلا۔ کسی ٹھگ کو معلوم ہوگیا، ٹھگ کے پاس قلعی کا روپیہ تھا، اس میں ظاہری چمک دمک تو بہت تھی، اس بچہ کو دھوکہ دے کر اصلی روپیہ لے کر قلعی کا روپیہ اس کو دے دیا۔ بچہ خوش ہے کہ میرے پاس کیسا چمکتا ہوا روپیہ ہے، باپ غصہ ہو رہا ہے کہ کم بخت تجھ کو ٹھگ نے دھوکہ دے دیا، لڑکا اس کو غلط سمجھ رہا ہے۔ جب بچہ بازار میں میوہ والے کی دوکان پر پہونچا اور وہ روپیہ اس کو دیا تو دوکاندار نے روپیہ اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت خبر ہوئی کہ سچ ہے، ٹھگ نے دھوکہ دے دیا۔ ایسا ہی خدائے تعالیٰ نے تم کو اصلی چاندی کے جیسا دل دیا، تم اس کو لے کر جو یہاں آئے، دنیا نے جو مثل ٹھگ کے ہے دل خود لے کر قلعی کے روپیہ کے جیسا نفس تم کو دیدیا ہے، تم خوش ہو کہ بڑی چمک دمک کا نفس ملی مگر خدائے تعالیٰ غصہ میں ہے، اور فرمارہا ہے "وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا" (پ ۸ رکوع ۹ سورہ انعام) ترجمہ اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکہ دے دیا۔ پھر جب قبر اور قیامت کے بازار میں پہنچوگے اور نفس کو اٹھا کر پھینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دل لاؤ تو اس وقت خود ہی بولوگے "غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا" سچ ہے دنیا نے دھوکہ دے دیا۔

حکایت ایک گڑھے پر اعلیٰ درجہ کے قالین کا فرش بچھا ہوا تھا اور اس کے نیچے خوب گہرا گڑھا تھا، ایک شخص سمجھا کہ اس قالین پر بیٹھ کر لطف اٹھاؤنگا قالین پر پاؤں رکھتے ہی ابھی مزا تو کچھ ملا ہی نہیں قالین دب گیا اور وہ گڑھے میں

گر گیا جس میں طرح طرح کی اذیت دینے والی اشیاء ہیں ایسا ہی دوزخ۔ گڑھے پر دنیا جو مثل قالین کے پُر لطف ہے بچھی ہوئی ہے، انسان اس پر قدم رکھتا ہے کہ کچھ مزہ ملا یا نہ ملا کہ دنیا ہٹ جاتی ہے اور یہ دوزخ میں گر جاتا ہے، اس وقت خود کہتا ہے "غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا"

تعجب تو یہ ہے کہ دیکھتا ہے کہ دنیا کا قالین ہٹا ہوا ہے لوگ گڑھے میں گرتے جاتے ہیں، پھر خود بھی قالین پر پاؤں رکھتا ہے۔

حدیث قیامت میں ایک بڑھیا آئے گی، بدصورت، نیلی آنکھیں بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے، تمام خلق کہے گی نعوذ باللہ یہ کون کم بخت ہے، سب منھ پھیر لیں گے حکم ہوگا یہاں کیوں منھ پھیر رہے ہو، یہی تو دنیا ہے کہ جس پر تم کیسے گرتے تھے، اسی چڑیل کی وجہ سے آپس میں حسد و دشمنی کرتے تھے، اسی کی وجہ سے آپس میں خون خرابہ ہوتا تھا۔ نہ قرابت کا پاس ہوتا تھا نہ دوستی کا خیال، اس وقت سب کو یاد آئے گا "غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا"

وہ دوزخ میں ڈال دی جائے گی تو وہ کہے گی کہ میرے دوست بھی میرے ساتھ دے دئیے جائیں، اس لئے اس کے ساتھ اس کے چاہنے والوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، ہم نے مانا کہ دنیا حسین بھی ہے، ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے سب بہتر ہیں، لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ جس نے اس کی سب خوبیوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ عیب یہ ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے، آپ دیکھتے ہوں گے کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اجڑے پڑے ہیں، ان کے رہنے والوں کے دماغ میں کیا کیا تمنائیں ہونگی، کیسی کیسی آرزوئیں ہوں گی مگر وہ سب خاک میں مل گئے۔ دنیا ختم ہوگئی۔

صاحبو! خدا اور رسول کے جو احکام ہیں، ہر ایک میں بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً توحید، اسکا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ توحید کے اعتقاد سے نجات ہوگی، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غیر خدا پر کبھی طمعاً اور خوفاً نظر نہ ہوگی، کیوں کہ یہ طبعی بات ہے، جب کسی بہت بڑے سے تعلق ہو جاتا ہے تو چھوٹوں کی ہیبت یا احتیاج دل میں باقی نہیں

رہتی ہے جیسے تعلقدار کی محبت و تعلق، تحصیلدار کی ہیبت اور احتیاج نہ رکھے گا۔

حکایت اکبر بادشاہ ایک مرتبہ شکار کے لئے گئے۔ اتفاقاً تن تنہا کہیں دور نکل گئے۔ ایک دیہاتی کے پاس مہمان ہوئے، جب واپس ہونے لگے تو دیہاتی سے کہا کہ اگر تم کو کوئی کام کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا، چنانچہ وہ ایک ایسے موقع پر آیا کہ اکبر نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر اس نے دعا مانگی، جب دعا کر چکے تو دیہاتی نے کہا تم یہ کیا کر رہے تھے، اکبر نے کہا میں خدا سے دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکبر نے کہا بے شک مجھ کو بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہاتی نے کہا پھر مجھ کو تم سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہارے شاہانہ سوالات کو پورا کر سکتا ہے تو کیا وہ میرے غریبانہ سوالات کو پورا نہ کرے گا۔

یہ استغناء یہ توکل، توحید کا نتیجہ ہے، اسی طرح آپ کے دل سے دنیا کی محبت جو کم کی ہے اس کا فائدہ خود ہی دوسری آیت میں بیان فرماتے ہیں بعض چیزوں سے انسان راضی ہوتا ہے مگر دلچسپی نہیں، جیسے کڑوی دوا اور بعض چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے مگر اس سے دل راضی نہیں، جیسے زنا۔ مگر وہ بہت بری چیز ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے راضی بھی ہوں اور دلچسپی بھی ہو تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے انسان راضی بھی رہتا ہے اور دلچسپی بھی لیتا ہے۔ کوئی سود لے رہا ہے اور کوئی رشوت، کوئی کسی کی زمین غصب کر لیتا ہے وغیرہ سب کو دل سے پسند ہے کبھی جی کو برا نہیں لگتا۔ اسی واسطے دنیا کی مذمت بیان کی جاتی ہے کہ "رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (پ۱۱۔ رکوع ۱۔ سورہ یونس) ترجمہ اور دنیا کی زندگی پر خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے

آخرت کو بھول کر دنیا میں دل لگاؤ گے اور دنیا دل میں گھس جائے گی، یہیں پھنس کر اصلی گھر کو جانے سے گھبراؤ گے۔ یہی بیماری ہے جو تمہارے دل کو مردہ کر دے گی۔ اسی واسطے تم کو دنیا سے روکا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے جی گھبرایا بلکہ اگر جی گھبرایا تو آخرت میں جانے سے۔ حالانکہ ہماری حالت تو ایسی ہونی چاہیئے تھی کہ جیسے ہم اپنے وطن سے دوسرے شہر میں کسی کام سے جائیں، تو ہوٹل میں ٹھہرتے

ہیں، مگر دل وطن میں اٹکا ہوا رہتا ہے، ایسا ہی ہم دنیا میں سب کچھ کرنا تھا، مگر دل آخرت میں لگا رکھنا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت نہیں سمجھے۔ ہماری ایسی حالت ہے کہ بچہ ہوٹل کو دیکھ کر، وہاں کے سامان کو دیکھ کر ضد کرے کہ میں تو یہیں رہوں گا، اس پر عقلمند ہنستے ہیں، ایسی ہی ہماری حالت ہے۔ اللہ والے ایسا ہی ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ مسافر خانہ ہے اس سے کہیں دل لگاتے ہیں ؟ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے: "اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِیْنَ" (ترجمہ: دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے) اس لئے گو یا کیسا ہی عیش ہو مگر جیل خانہ میں جی نہیں لگتا، ایسا ہی مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں دل نہ لگے، گو کیسا ہی آرام ہو، کیوں کہ دل لگنے کی جگہ گھر ہے اور دنیا گھر نہیں ہے۔

مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے اپنے لئے دنیا کو گھر بنا رکھا ہے، بیچ فرمایئے ایک شخص کے دو گھر ہوں، ایک عاریۃً اور ایک ہبۃً کہ جس کا اس کو مالک بنا دیا گیا ہے، اب یہ اندر جا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں مکان خراب، خستہ ہیں دیواریں ٹوٹی ہوئی ہیں، کہیں کہیں گری ہوئی بھی ہیں۔ ہر ایک مکان کی مرمت کرانا ہے تو اب بتلایئے کہ روپیہ مکان عاریۃً میں لگائیں یا مکان موہوب میں۔ ہر شخص کہے گا کہ اپنے پاس رہنے والے مکان میں لگانا چاہیئے۔ اگر کوئی مکان عاریۃً میں ہزار روپیہ لگا دے تو اس کو سب بے وقوف سمجھیں گے۔

صاحبو! دنیا اور آخرت دو مکان ہیں۔ دنیا عاریۃً اور آخرت موہوب۔ دونوں کی مرمت کی ضرورت ہے۔ عمر کا روپیہ کسی ایک مکان کی آبادی کے لئے کافی ہے اگر آپ عمر کا روپیہ چند روزہ دنیا کی تعمیر میں خرچ کر دیئے تو اپنے آخرت کے مکان کو اجڑا ہوا پائیں گے تو اس وقت کس قدر حسرت ہوگی۔ یا یوں سمجھئے کہ:۔

حکایت کوئی شخص روپیہ کما کر لایا اور گھر پہونچ کر بیوی بچوں کو دیا، یا کوئی یوں کیا کر روپیہ کما کر لا رہا تھا راستہ میں دیکھا ایک درخت کی شاخ ٹیڑھی ہے اس نے بڑھئی کو بلا کر سب روپیہ خرچ کر ڈالا، گھر میں منتظر ہیں کہ میاں باہر سے کما کر

لائیں گے، میاں تو یہ کام کر کے بیٹھے، سب اس کو بیوقوف کہیں گے۔

غرض دنیا کے گھر کو بنانا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کے درخت کو درست کرنا۔ اگر دنیا سے جی نہ لگائے ہو تو اتنا بھی آخرت کا شوق نہیں کہ جتنا مسافر کو ہوتا ہے، ذرا ہر ایک اپنے اپنے دل کو دیکھے کہ کیسے کیسے خیالات آرہے ہیں کہ یوں رہیں گے، یوں بسیں گے، یوں جائدادیں پیدا کریں گے، یوں نوکر ہوں گے، یوں وکالت کریں گے، یوں پاس ہوں گے، کبھی یہ بھی خیال آیا کہ ہم مرجائیں گے تو یوں خدا کے سامنے جائیں گے، یوں جنت ملے گی یوں باغات ہوں گے، یوں مکانات ہوں گے، یوں حوریں ہوں گی۔ اگر آخرت کو سدھار لیا تو یوں بہار ہوگی، یوں عیش ہوگا، ورنہ مصیبت و پریشانی ہوگی، جس سے جی لگتا ہے، اسی کے انسان خیالات پکاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے جی لگا ہے اور آخرت سے کچھ بھی تعلق نہیں، جب خیال آیا تو دنیا کی مصیبت کا کہ دنیا کی زندگی کیسے کٹے گی۔ اس کے مصیبتوں سے کیسے بچیں گے، اسی طرح کبھی یہ بھی خیال آیا کہ آخرت کی زندگی کیسے کٹے گی، دوزخ کی مصیبت کیسے سہہ سکیں گے، یہ سب حالات بتلا رہے ہیں کہ ہم نے دنیا کو گھر سمجھا ہے اگر آخرت کو گھر سمجھتے تو مصیبتوں کا ہم کو غم نہ ہوتا، مسافر خانہ کے کھٹمل ستائیں تو یہی خیال ہوتا ہے ایک رات گذر جائے گی کل گھر میں آرام کریں گے۔

خواب میں اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ سانپ بچھو نے کاٹ لیا ہے اور خوب پیٹا جا رہا ہے، اسی وقت آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ سیج کیے ہوئے پلنگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے، لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہیں، جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں، کوئی مورچھل جھل رہا ہے، کوئی عطر لا رہا ہے، کوئی پان لا رہا ہے تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کا کچھ اثر باقی رہے گا، ہرگز نہیں۔ اسی طرح دنیا کا غم، خواب کا غم ہے۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ تخت سلیمان پر ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کر رہے ہیں میں ان کو پوری کر رہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹھ جما ہوا ہے، آنکھ کھولتے ہی چاروں طرف کیا دیکھتا ہے پولیس بیڑیاں لئے کھڑی ہے، جیل خانہ لے جانا چاہتی ہے، طرح طرح کی سزائیں دی

چاہی ہیں۔ غرض دنیا کی خوشی، خواب کی خوشی کی طرح ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

حالِ دنیا را پرسیدم من از فرزانہ،

ترجمہ: میں نے ایک عقلمند سے دنیا کی حقیقت دریافت کیا۔

گفت یا خوابے است یا بادیست یا افسانہ،

ترجمہ: اس عقلمند نے کہا کہ یا تو وہ ایک خواب ہے یا ہوا ہے یا ایک کہانی ہے۔

واقعی دنیا کی مثال خواب کی سی ہے، اگر دنیا میں عمر بھر عیش کئے اور مرنے کے ساتھ ہی پکڑے گئے تو وہ عیش کیا کام آئے گا۔

صاحبو! آخرت میں مرنے کے بعد دنیا کی چیزیں کیا یاد آئیں گی، دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ عمر گذشتہ کا آرام و تکلیف اس وقت خواب سے زیادہ نہیں۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہلِ مصیبت کو بڑے بڑے درجے عنایت ہوں گے تو اہلِ نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے چمڑے قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور آج ہم کو یہ درجہ ملتے تو اچھا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے جنت کو دیکھا ہی نہیں اس لئے اس کی کچھ قدر نہیں، جب دیکھو گے تب حقیقت کھلے گی۔ اب رہا یہ شبہ کہ یہ سب تو دیکھنے کے بعد ہوگا۔ اس وقت تو ہم مصیبت میں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (پ ۱۳۔ رکوع ۴۔ سورہ رعد) ترجمہ: اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں، کا مصداق نہ بننے سے مصیبت میں ہیں ورنہ یہ مصیبت نہیں۔ یعنی جسم مصیبت میں اور دل آرام میں ہے، اب رہی یہ بات کہ آخرت کو ہم نے تو کچھ سدھارے نہیں ہیں، آخرت کا کیا خیال آئے گا یہ سچ ہے مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص کا ذاتی مکان ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے اور پختہ مسافر خانہ بھی ہے تو وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر ہی کو پسند کرے گا اور سوچے گا کہ اس وقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہوا ہے تو کیا ہوا اس کو میں پختہ کروں گا ایسا ہی دنیا مسافر خانہ ہے، اس سے آپ کو کیا، آخرت آپ کا گھر ہے گو کیسا ہی ہو آپ میں وہاں جانا ہے۔ اسی کے حاصل کرنے کی فکر کیجئے۔

اسی واسطے اولیاء اللہ یہاں کی مصیبت کو آخرت کی خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔

حکایت ایک شخص نے سوتے اپنی بی بی سے پانی مانگا وہ پانی لانے تک خاوند سو گیا، وہ یہ سوچتی رہی کہ میں شوہر کو نہ اٹھاؤں تو وہ پیاسا رہتا ہے، اور اگر اٹھاتی ہوں تو نیند خراب ہوتی ہے، اسی کشمکش و پیچ میں صبح تک کھڑی رہی، صبح کو خاوند اٹھا اور بی بی کو کھڑا دیکھا۔ یہ بات خاوند کو بہت بھلی معلوم ہوئی اور خاوند کے دل میں بیوی کی بہت وقعت ہوئی۔ جوشِ محبت میں کہا تمہاری جو خواہش ہے کہو میں اسے پوری کر دوں گا عورت نے کہا اگر یہی ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ خاوند کو بہت حیرت ہوئی کہ یہ کیا بات ہے دونوں میں جھگڑا ہوا۔ عورت نے کہا تمہارا اور میرا فیصلہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوگا۔ دونوں چلے، راستہ میں شوہر کو ٹھوکر لگی، گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ عورت نے کہا اب گھر چلو، طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ مرد نے کہا آخر یہ کیا بات ہے، عورت نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ خدا کے دوستوں پر مصیبت آیا کرتی ہے، جب سے میں تمہارے پاس آئی ہوں تم پر کوئی مصیبت نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ تم خدا کے دوستوں میں سے نہیں ہو۔ میں ایسے شخص کے پاس نہیں رہنا چاہتی جو خدا کا دوست نہیں ہے، اب تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تو معلوم ہوا کہ خدا کے دوست ہو، اب طلاق لینے کی ضرورت نہ رہی ان عورت کی یہ حالت اس واسطے تھی کہ وہ دنیا کو گھر نہیں سمجھتی تھیں بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ دین کا کبھی ذکر کر دیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین کی فکر ہے، اور آخرت کو ہم گھر سمجھے ہوئے ہیں۔

صاحبو! اس سے کیا ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کے پاس آٹا بھی ہے اور توا بھی ہے اور لکڑیاں بھی ہوں اور وہ نہ پکائے مگر ان چیزوں کا ذکر کیا کرتا ہے اور سوچتا ہے تو صاحبو اس ذکر اور اس سوچنے سے کیا ہوتا ہے، تدبیر تو یہ ہے کہ ہمت کر کے اٹھے اور پکانا شروع کر دے، اور جب بھوک لگے کھا لے۔ ایسا ہی اگر آخرت کا ذکر ہی کرتا رہے، اور آخرت کو سوچتا رہے تو کیا ہوتا ہے۔

صاحبو! ذرا ہمت سے کام لو اٹھو، دین کے کام کرنے لگو اور جب آخرت میں جاؤ۔

اس سے نفع اٹھاؤ۔ دنیا کے کام میں تو محض فکر پر بس نہیں کرتے ہو، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ آخرت کے کام میں محض فکر کو کافی سمجھ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت میں آخرت کا خیال نہیں ہے اگر آخرت کا خیال ہوتا اور آخرت کے لئے کچھ کام کرتے تو اس کے اثرات خود نظر آتے۔

آخرت کو گھر سمجھنے کا ایک[1] اثر تو یہ ہے کہ کسی سے عداوت و رنج نہیں گو معمولی لڑائی ہوگئی ہو، دل میں عداوت نہیں جیسے کوئی شخص ریل گاڑی کے ذریعہ سفر کرنے کے لئے کھڑا ہے، ریل گاڑی آگئی۔ اگر اس وقت پلیٹ فارم پر کسی سے چل گئی تو لڑائی کو ایک طرف رکھ کر ریل گاڑی میں سوار ہونے کی فکر کرے گا۔ ورنہ ریل گاڑی چلی جائے گی اور یہ چھوٹ جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں الجھ کر آخرت کے سفر کو کھوٹا نہیں کرتے۔

چند بچے ریت جمع کر کے کھیلنے کے لئے گھر بناتے ہیں، پھر ایک اس کو توڑ دیتا ہے تو دوسرا اس سے لڑتا ہے کہ تو نے ہمارا گھر توڑ دیا۔ ہم کو ان کی لڑائی پر ہنسی آتی ہے کہ یہ بھی کوئی مکان ہے کہ جس کے توڑے جانے پر لڑائی ہو۔ ایسا ہی اللہ والے ہماری لڑائی جھگڑے دیکھ کر ہنستے ہیں، اس لئے کہ ان کو دنیا کی ہر چیز کھلونا نظر آتی ہے۔

دوسرا[2] اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہوگا کہ دنیا کے سامان پر نہ اتراؤ گے، اس لئے کہ کہیں مسافر خانہ کے سامان پر کوئی اتراتا ہے۔

تیسرا[3] اثر یہ ہوگا کہ آخرت کے کاموں میں سستی و کاہلی نہ کرے گا ہم دنیا کو گھر سمجھے ہوئے ہیں اس واسطے آخرت کے کاموں میں سست و کاہل ہیں۔

چوتھا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھے گا، اس لئے نہ تکبر ہوگا نہ شیخی۔

حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ چوری گئی، ایک یہودی کے پاس ملی آپ نے اس کو پہچان کر فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے، یہ وہ وقت ہے کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں، بادشاہ ہیں، یہودی کی وقعت ڈھیلے سے بھی گری ہوئی ہے وہ بادشاہ وقت سے کہتا ہے کہ گواہ لاؤ۔ یہ ہے رعایا کو آزادی دینا، جو کہہ کر کے دکھلایا، آج کل کا زمانہ ہوتا تو دو چار غنڈوں کو لے جا کر زرہ چھین لیتے۔ اللہ رے صحابہ انہوں

نے دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھا تھا، اس لئے آپ خاموش رہ کر باضابطہ نالش کر دی۔ قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش ہوا، حضرت علیؓ عدالت میں خود آ گئے ہیں، بادشاہِ وقت عدالت میں آ گئے ہیں مگر کیا مجال کہ کچھ ہل چل پڑ جائے، عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو علیؓ سے گواہ طلب کیا گیا۔ انھیں کی سلطنت کا ایک قاضی بادشاہ وقت سے، وہ بھی ایسے حضرت سے کہ جو ہرگز خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گواہ مانگتا ہے، حضرت علی امام حسن اور قنبر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی، شریح کے پاس ناجائز۔ اس لئے شریح نے کہا قنبر آزاد شدہ غلام اس کی گواہی ہو سکتی ہے۔ حسن آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ آج کل کے محبان علی ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں دنیا کے واسطے کوئی کام نہ تھا۔ آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہو گیا، اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ علیؓ سچے ہیں مگر سب مذہب پر جان دینے والے تھے، نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؓ نے برا مانا۔ یہودی نے جو غور کیا تو حضرت علیؓ پر ذرا سی بھی ناگواری نہیں حکومت پر رہ کر یہ کیا بات ہے اس کے دل نے کہا یہ مذہب بالکل سچا ہے۔ زرہ قدموں پر ڈال دی، اور کہا یہ آپ ہی کی ہے اور کہا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور مسلمان ہو گیا، آپ فرمایئے ہم نے زرہ بھی تجھ کو دے دی، وہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں رہا۔

پانچواں اثر یہ ہے آخرت کو گھر سمجھنے کا کہ خدا سے ایسی لو لگی رہتی ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں۔ مولویوں پر یہ تہمت مت لگاؤ کہ وہ دنیا چھڑاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا مت کماؤ بلکہ وہ کہتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کہتے ہیں کہ دنیا کماؤ مگر بالکل دنیا میں کھپ مت جاؤ۔ ورنہ دنیا کو گھر سمجھنے لگو گے، آخرت کو بھول جاؤ گے۔

دنیا میں کھپ جانا لو یا حب دنیا کہو وہی ہے جس میں ترک آخرت ہو۔ کسب دنیا کو نہ حب دنیا کہتے ہیں نہ دنیا میں کھپ جانا۔ پس دنیا کمانا جائز ہے، دنیا میں کھپ جانا ناجائز۔ جیسے پاخانہ کمانا برا نہیں، پاخانہ کھانا برا ہے۔

دنیا میں کھپ جانے سے خدائے تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے، پھر اس سے جو بڑا کام ہو، وہ تھوڑا ہے۔ سنئے مولانا فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن

ترجمہ: (پھر) دنیا کیا ہے (وہ صرف) خدا سے غافل ہونا ہے۔

نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ: سونا، چاندی، گھر کا اسباب، بیوی بچے، دنیا نہیں ہیں۔

دیکھو حضرت علیؓ یوں بھی زرہ چھوڑ دے سکتے تھے اس لئے کہ کہہ دیا ہوا کیا ہوا ہی ہے لیکن زرہ حاصل کرنا ایک قسم کی کسب دنیا تھی، اس کا بھی حکم الٰہی ہے اس لئے دعویٰ کر دیے مگر دنیا میں کھپے ہوئے نہیں تھے، اس لئے نہ بزور حکومت لئے اور نہ کسی ظلم کے ذریعہ سے لئے۔ یہی دنیا میں نہ کھپنے کا اثر تھا کہ باوجود حق پر ہونے کے جب مقدمہ ہار دیئے، زرہ نہ ملی تو کچھ پرواہ نہ کئے۔ بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کہ وہ کیا کرتے، وہ یہ کرتے کہ کسی نہ کسی ظلم سے زرہ حاصل کرتے۔ اس سے بالکل نہ ڈرتے۔

غرض پانچواں اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس کی لو خدا سے ایسی لگی رہتی ہے کہ وہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں، جیسے حضرت خالدؓ کا واقعہ ہے کہ آپ ہامان ارمنی کے دربار میں (۱۰۰) سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے، وہاں ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو اٹھوا دیا۔ ہامان نے کہا خالدؓ! میں نے تمہاری عزت کے لئے یہ فرش بچھایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ خدا کا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ حضرت خالدؓ کے ساتھ صرف سو آدمی ہیں، اور ہامان ارمنی کے پاس دس لاکھ فوج ہے۔ سنئے حضرت خالدؓ کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہامان ارمنی نے کہا اے خالد! میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بناؤں۔ حضرت خالدؓ نے کہا بہتر ہے کہو، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہامان ارمنی نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ایسا نہ ہو تو ہم نے اپنے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا، تجھ کو کیا بھائی بنائیں۔ پھر حضرت خالدؓ نے

فرمایا، ہامان تو مسلمان ہوجا ورنہ وہ دن قریب نظر آرہا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور ایک شخص تجھ کو گھیٹتا ہوگا۔ اس پر ہامان آگ ہوگیا۔ غضب ناک ہوکر کہا کہ ان لوگوں کو پکڑو۔ حضرت خالدؓ فوراً کھڑے ہوگئے، ہمراہیوں سے کہا خبر اب ایک دوسرے کو مت دیکھنا، اب ان شآء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی۔ فوراً نیام سے تلوار کھینچ لی، یہ ہیئت دیکھ کر ہامان ڈر گیا، اور کہا میں تو ہنسی دل لگی کرتا تھا۔ تب کہیں حضرت خالدؓ درست ہوکر بیٹھے۔

چھٹا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس پر خوف الٰہی اس قدر غالب ہوگا کہ اس کا دل دنیا سے سرد ہوجائے گا، کیا ایسے شخص سے کوئی برائی ہوسکتی ہے، اسی واسطے دنیا کی مذمت کرکے آپ کا دل دنیا سے سرد کرتے ہیں کہ آپ دنیا کریں مگر دل اترا ہوا ہو۔ کیوں کہ دنیا میں دل کھپا دینا ہی زہر ہے۔ یہ وہ بلا ہے کہ مرتے وقت یہی غالب ہوجاتی ہے، اللہ اور رسولؐ سے بے تعلق ہونے لگتی ہے، اس لئے آپ کو سکھاتے ہیں کہ آپ کوشش کریں کہ دل دنیا میں لگا ہوا نہ ہو۔ اللہ ہی سے دل لگاؤ۔ ہاتھ سے کام کرنے میں حرج نہیں ہے۔ یا یا دنیا کرنا مگر دنیا میں کھپ نہ جانا۔ آئیے میں آپ کو اس کا نمونہ بتلاتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ دنیا میں کسی کو اپنی بیوی سے اتنی محبت نہیں ہوگی، یہ تو دنیا کرنا ہے اب آگے دیکھئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "فَاِذَا نُوْدِیَ قَامَ کَاَنَّہٗ لَا یَعْرِفُنَا"

ترجمہ: (ہم سے آپ ہنستے بیٹھتے) جب اذان ہوجاتی تو اس طرح اٹھ جاتے کہ گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔

یہ تھا دنیا کرنا اور دنیا میں نہ کھپنا، بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کہ وہ جب کسی کام میں لگ گئے، تو بس اسی میں لگ گئے، نہ نماز کی فکر ہے نہ روزے کی۔

صاحبو! مولویوں پر یہ بھی اعتراض نہ کرو کہ جب دیکھو وہ آخرت کی اصلاح کی تدبیر بتلاتے ہیں کبھی دنیا کی اصلاح کا طریقہ بھی تو بتلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں سے دس قدم تو خود آگے بڑھے ہوئے ہیں، اب مولوی اور کیا خاک بتلائیں گے

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا آنکھوں کے سامنے ہے اس کا کرنا آسان ہے آخرت نظروں سے چھپی ہوئی ہے، اس کا طریقہ بتلانا ضروری ہے اس لئے بتلاتے ہیں قطع نظر اس کے ایک حکیم صاحب کے پاس کوئی جائے اور وہ نسخہ لکھ دیں، وہ نسخہ لے کر باہر آیا وہاں کھڑا تھا ایک چمار، اس نے کہا حکیم صاحب نے کیا بتلایا ہے۔ بیمار نے نسخہ دکھلایا تب چمار نے کہا تمہاری جوتی پھٹی ہوئی ہے اس کے متعلق کیا بتلائے۔ بیمار نے کہا کچھ نہیں تو چمار نے کہا پھر کیا خاک بتلائے۔ بیمار کہے گا بیہودہ حکیم صاحب کو دیکھ اور جوتے سینے کی ترکیب بتانے کو دیکھ، تو مولویوں سے دنیا کے اصلاح کی ترکیب پوچھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے حکیم صاحب سے جوتے سینے کی۔ ہاں حکیم صاحب جوتے سینے سے منع کریں تو وہ مجرم ہیں، ایسا ہی اگر مولوی آپ کو دنیا کی اصلاح سے منع کریں تو وہ مجرم، ہاں اگر کھال میں سے سُتالی نکلنے لگے تو حکیم صاحب اس طرح جوتا سلانے سے روکیں گے، اور کہیں گے کہ زخم ہوکر سارا جسم سڑ جائے گا۔ اسی طرح آپ دنیا کی اصلاح ایسا کرنے لگیں گے کہ جس سے آخرت بگڑنے لگے تو اب مولوی روکیں گے اور کہیں گے کہ بھائی آخرت بگاڑ کر دنیا لے کر کیا کروگے۔ یا یوں سمجھیے کہ ایک شخص جیب میں اشرفیاں بھرے اور جب جگہ خالی رہے تو کوڑیاں بھرنے لگے اور اس کے بوجھ سے جیب پھٹنے لگے، کوڑیوں کے ساتھ اشرفیاں بھی گرنے لگیں تو اگر کوئی اس طرح کوڑیاں بھرنے سے منع کرے تو وہ خیر خواہ ہی ہوگا۔ ایسا ہی آپ دنیا کی چند کوڑیوں کے واسطے دین کو کہ جو اشرفیوں سے زیادہ قیمتی ہیں برباد کریں تو مولوی آپ کو اس سے روکیں گے تو وہ بھی خیر خواہ ہی سمجھے جائیں گے، ہاں آپ کوڑیاں اس طرح رکھیں کہ اشرفیوں کو نہ کھوئیں تو وہ آپ کو کوڑیاں رکھنے سے منع نہیں کریں گے، اس پر نظیر آ دہ واقعہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پھول مادہ کھجور پر رکھنے سے منع کئے حالانکہ اس کا رواج تھا اس سال درخت کو بار ناقص آیا تو آپ نے فرمایا دنیا کی اصلاح کے متعلق تم جانو تمہارا کام جانے۔ ہاں جب دنیا کی ایسی اصلاح کرنے لگوگے کہ جس سے آخرت بگڑے تو اس سے روک دیئے جاؤگے، اب رہا مولویوں پر یہ الزام کہ یہ دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں، بچّہ کا

کمال یہ ہے کہ وہ بالکل بھولا ہو، اسی طرح مولویوں کو بھی دنیا سے بالکل بے خبر رہنے دو، اگر ان کو دنیا کا کام آجائے تو ان کے ساتھ بھی تو نفس ہے تو وہ بھی دنیا کی اصلاح کرنے لگیں گے تو پھر آخرت کی اصلاح کون بتائے گا۔ ڈرائیور کو درجہ دوم کا ڈبہ سفر کرنے کیلئے ملے تو وہ کبھی انجن پر نہ بیٹھے گا۔ آپ کے آرام کے لئے انجن میں بیٹھ کر بدن اور کپڑے سیاہ کریں اور آپ یہ قدر کریں کہ یہ درجہ دوم کے ڈبہ میں کیوں نہیں بیٹھتا۔ یہی مثال مولویوں کی ہے۔ غرض سب خرابیوں کی جڑ دنیا کھانا نہیں ہے بلکہ دنیا کی محبت ہے۔ اس محبت کو دل سے نکالنے کا علاج یہ ہے کہ آخرت کو کثرت سے یاد کرو تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچا کرو کہ ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے، اے نفس تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے، تھوڑی سی زندگی ہے، اس نے تجھ کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے، دنیا کا عیش و نشاط آخرت کے رنج و عذاب کے مقابلہ میں حبس دوام کے قیدی کے لئے رات کا احتلام ہے۔ اے نفس پھر اس پر یہ غرور، یہ غفلت آخر تابکے۔ کیا بوڑھا ہو کر پھر جوان ہوتا ہے۔ تجھے آخرت کا کچھ خیال نہیں وہاں کے سامان کی کچھ فکر نہیں، دیکھ اب وقت جاتا ہے ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہوگا اور تجھ سے سوال ہوگا اگر اچھے جواب دے گا تو ابدالآباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے کیا تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہ میں لئے کھڑے ہیں، کان لگائے ہوئے، نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ حکم ہوتے ہی صور پھونک دیں اے نفس جب یہ حالت ہے تو پھر تجھ کو کیسے چین آتا ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو جو جس حال میں ہوگا وہ اسی حال میں رہے گا، لقمہ لیا ہوا نگل نہ سکے گا۔ کپڑا پہن رہا ہے تو پہن نہ سکے گا، پی رہا ہے تو پی نہ سکے گا۔ ادھر تڑاتڑ ہر چیز ٹوٹنے، پھوٹنے لگے گی، دریا بہیں گے۔ ہائے بہاری وہ موجیں کہاں ہیں، خدا کا امر آچکا وہ فنا ہو جائیں گے وقت آگیا فنا ہو جاتے ہیں، زمین چلائے گی کہ ہائے ہائے میری وہ شادابی، وہ سرسبزی کہاں گئی، نہ وہ درخت ہیں نہ وہ نہریں ہیں، فنا کا وقت آگیا، جو کچھ عالم میں ہے سب نیست و نابود ہو جائے گا۔ ابلیس اب تک رہ گیا تھا وہ بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گا جیسے کہ کئی

علاج

باقی نہ رہے گا تو ملک الموت کو کہا جائے گا "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" (پ۴ رکوع ۹۔ سورہ آل عمران) ترجمہ: ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ تم سن چکے ہو، اب اپنی جان آپ نکال لو، اس وقت وہ بھی فرمائیں گے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ موت کی ایسی تکلیف ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" (پ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ مومن) ترجمہ: آج کس کی بادشاہت ہے۔ وہ کہاں ہیں جو ہمارا اختلاف کیا کرتے تھے، دنیا پر مرمٹے تھے، اس دن کو بھولے ہوئے تھے پھر خود ہی فرمائے گا "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (پ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ مومن) ترجمہ: (آج) خدا کی (حکومت ہے) جو اکیلا اور غالب ہے۔

پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔ سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ نامۂ اعمال دیئے جائیں گے، پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ پھر آگے جنت ہے یا دوزخ۔ اس طرح روزانہ سوچا کریں، اس سے آخرت کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا اور دنیا سے دل سرد ہوتا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا پھر دھوکہ نہیں دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ دنیا ایسی شئے ہے تو یہاں سے جانے کی فکر ہونی چاہیئے نہ کہ رہنے کی، خصوصاً جب کہ (۱۵) شعبان شب برأت کو اس سال مرنے والوں کا نام مرنے والوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے، کیا معلوم کہ کس کس کا نام لکھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں تو اور زیادہ فکر ہونی چاہیئے۔ یہ رات بڑی عظمت و عزت کی رات ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو اور اس رات کو غروب آفتاب ہی سے آسمان دنیا پر برآمد ہوتا ہے۔ تمام رات آسمان کے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنت کے رہنے والے جنت کے کنارہ آکر مسلمانوں کی عبادت کو دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی شہداء کی روحوں میں خوشیاں رہتی ہیں، تمام رات خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوتا رہتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت مانگنے والا کہ اس کو بخش دوں، کوئی طالب رزق ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اس کو عافیت دوں، رات ختم نہیں ہوتی کہ بہت سے گنہگاروں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر مشرک، برغبت والا، جماعت سے الگ رہنے والا، ظلم سے محصول

لینے والا، کینہ والا، غیب کی خبریں بتلانے والا، حاکم کو ناجائز طریقے بتلانے والا، باجا بجانے والا، نرد کھیلنے والا، قاطع رحم، ماں باپ کو ایذا دینے والا، دائمی نشہ باز، سود خوار چغل خور کہ ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

غرض شعبان کا مہینہ تبرک مہینہ ہے۔

حدیث مرفوع رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالےٰ کی فضیلت بندوں پر، اور شعبان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے پیغمبروں پر۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔

یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف کے بدلہ مسلمان کو ایک ایک چیز عطا ہوتی ہے۔ شین سے شرف و شفاعت، عین سے عزت و کرامت، اور با سے بِرّ (نیکی)، الف سے الفت (محبت) اور نون سے نور۔

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میرے دوست ابوحفص کبیر کا انتقال ہوا تو آٹھ مہینے کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابوحفص کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے اور رنگ زرد ہے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں سلام کرتا ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے۔ فرمائے کہ سلام کا جواب دینا بھی عبادت ہے اور ہم کو عبادت کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تو بہت خوبصورت تھے، چہرہ کا رنگ ایسا کیوں ہو گیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب مجھ کو قبر میں رکھے تو ایک فرشتہ میرے سرہانے آکر کھڑا ہوا اور کہا "او برے بڈھے!" اور میرے سارے گناہ گننے لگا اور گرز مارتا جاتا تھا اور تمام بدن میں آگ بھڑک گئی۔ پھر قبر نے مجھ سے کہا کہ تجھے خدا سے شرم نہیں آئی، یہ کہہ کر قبر نے ایسا دبایا کہ پسلیاں ادھر کی ادھر ہو کر چورچور ہو گئیں، شعبان کی پہلی رات تک میں اسی عذاب میں تھا شعبان کی پہلی تاریخ کو ایک آواز آئی کہ فرشتو! اس سے عذاب اٹھالو، اس نے تمام عمر شعبان کی راتیں جاگ کر گذاری ہیں اور اکثر روزہ رکھا ہے، اس لئے شعبان کی برکت سے اس سے عذاب دور کردو، اور اس کو جنت اور رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ شعبان کی

برکت سے اب میں آرام میں ہوں۔

صاحبو! یہ ادنیٰ فضیلت ہے شعبان کی، پھر اس شعبان میں ایک رات ہے جسکو شب برات کہتے ہیں وہ پندرھویں[۱۵] شب ہے، جس کی شان میں کی قرآن کی یہ آیت اتری ہے "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ" (پ ۲۵۔ رکوع ۱ سورہ دخان)

ترجمہ: ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے) ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔

شب برات کا نام اللہ تعالیٰ نے مبارک رات رکھا ہے اور اس رات قرآن اتارا ہم نے، ایسا ہی شب قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شب برات میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شب قدر میں آسمان اوّل پر اتارا، پھر ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا کرکے دنیا میں اترتا رہا، یہ مبارک رات شعبان کی پندرہ کو آتی ہے، ہر رات اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو آسمانِ دنیا پر برآمد ہوتا ہے، اور شب برات میں غروبِ شمس سے ہی آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ برآمد ہوتا ہے تمام ملائکہ حظیرہ قدس میں جمع ہو جاتے ہیں، اس رات خدائے تعالیٰ کی خاص تجلی ہوتی ہے جو اور راتوں میں نہیں ہوتی۔ فرشِ رحمت بچھایا جاتا ہے، اس رات خدا کے یاد کرنے والوں پر وصال و قرب کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں، آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں، جنت عدن اور فردوس کو آراستہ کرکے ان کے دروازہ کھول دیتے ہیں۔ جنت کے رہنے والے جیسے حور وغیرہ جنت کے کنارے آجاتے ہیں تاکہ خدا کی یاد کرنے والوں کا تماشہ دیکھیں، انبیاء اور شہداء کی روحیں، اعلیٰ علیین میں خوش خوش رہتے ہیں، یعنی عالم ناسوت میں ہونے والے معاملات عالم ملکوت میں فرشتوں پر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا مرنا، کسی کا پیدا ہونا، امیر ہونا، فقیر ہونا، بیمار و تندرست ہونا، قحط و ارزانی کا ہونا، سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل غرض سال بھر کی برآورد مرتب ہو کر عمل کرنے کے لئے دے دی جاتی ہے، دعا کرنیوالوں کی دعا قبول ہوتی ہے، مانگنے والوں کو جو کچھ وہ مانگیں دے دیا جاتا ہے۔ کوشش کرنیوالوں کی مدد کی جاتی ہے یعنی کوشش کا صلہ دیا جاتا ہے، اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا بدلہ دیا جاتا ہے، گناہ کرنے والوں کے گناہ کی سزا میں کمی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے

محبت رکھنے والوں کو کرامت عطا ہوتی ہے
پھر خدائے تعالیٰ تمام رات ارشاد فرماتا ہے کہ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ اسکو عافیت دوں، کون مغفرت مانگنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کردوں، کون رزق مانگنے والا ہے کہ اسکو رزق دوں۔
لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی اطاعت سے رزق کم ملتا ہے، خدا کی اطاعت سے اور طلب مغفرت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی طبیعت کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، اگر نہ بھی مانگیں تب بھی دیتا بلکہ اگر تم یہ کہو کہ الٰہی روٹی مت دو، تب بھی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ قسمت میں ہے وہ پہنچ کر رہتا ہے، اگر قسمت میں جو کچھ ہے نہ لیں گے تو جبر سے دیا جائیگا۔ صاحبو! اب رمضان المبارک کے بارے میں سنیئے :-

رمضان المبارک

صاحبو! ماہ رمضان آگیا، یہ وہ مہینہ ہے جو آپ کو فرشتہ جیسا بنانے والا ہے اس میں مسلمانوں کی روزی زیادہ ہوجاتی ہے، جو کچھ کھائے اس کا حساب نہیں، کھانا پینا سب طاعت، تھوڑی عبادت پر بڑا ثواب، فرشتے دعاء مغفرت کر رہے ہیں، شیاطین بند ہوگئے ہیں، رحمت کا دریا بہہ رہا ہے، جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہیں، ہر روز کروڑوں کی مغفرت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہے۔
صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو، ناراض ہوکر مصائب بھیجا تھا، اب تمہارے تلملانے سے مصائب دفع کیا ہے، چاہو توبہ کرکے نماز، روزہ، تراویح سے خدائے تعالیٰ کو خوش کرو اس مہینہ کی عزت کرنے سے خدائے تعالیٰ راضی اور عزت نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔

رمضان کے احترام سے ایمان ملا

حکایت ایک پارسی نے اپنے بیٹے کو دیکھے کہ رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھاتا جارہا ہے جیسے پان وغیرہ تو اپنے بیٹے کو مارے اور کہے کہ نالائق! مسلمانوں کے رمضان کی عزت نہیں کرتا۔ کسی نے پارسی کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہے۔ پوچھا کہ جنت میں کیسے پہونچے وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پر مت رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہوجا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکرات شروع ہوئی

صاحبو! اب ذرا دوسرے پہلو کو دیکھئے :۔

حکایت ایک شخص کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہوئے میدان قیامت میں لائیں گے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دوڑ کر آئے گا اور حضرت سے چمٹ جائے گا۔ آپ پوچھیں گے کہ اس کا کیا قصور ہے۔ عرض کیا جائے گا کہ اس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اس کی عزت نہیں کیا، گناہوں میں رہا۔ حضرت شفاعت کرنا چاہیں گے۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا آپ کس کی شفاعت کر رہے ہیں اے اللہ کے رسول! رمضان اس کا دشمن ہے۔ آپ فرمائیں گے رمضان جس کا دشمن ہے میں بھی اس کا دشمن ہوں اور اپنے پاس سے ہٹا دیں گے۔

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے :۔

حکایت ایک روز حضرت علیؓ ایک قبرستان میں سے گذرے، آپ نے ایک قبر کو ملاحظہ فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں جو مردہ ہے اس پر عذاب ہو رہا ہے، وہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر چلانے لگا کہ حضرت میں جل گیا، آگ میں ڈوب گیا۔ حضرت علیؓ رونے لگے، عرض کئے "اِغْفِرْ یَا غَفَّارُ" (ترجمہ: اے گناہوں کے معاف کرنے والے اس کے گناہ معاف کردے) حکم ہوا آپ اس کی شفاعت مت کر دیا علیؓ یہ رمضان کی عزت نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؓ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کئے الٰہی! اس مردہ کے سامنے مجھے شرمندہ مت کر۔ حکم ہوا یا علی، آپ کی آزردگی کا خیال ہے، جائیے ہم نے اس کو بخش دیا۔

صاحبو! اگر موسم گرما میں رمضان آئیں تب بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔

میں اس کو ایک نئے انداز سے ترغیب دلاتا ہوں سنیئے: صاحبو! آخرت کے احدی خدا کے احکام کو مصیبت سمجھنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے، ان کو سچے مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کبھی احدیوں کی صحبت میں رہ کر انسان احدی ہو جاتا ہے بعض پکے روزہ دار ہوتے ہیں، مگر لے روزہ داروں کی صحبت میں رہ کر روزہ کھو دیتے ہیں مگر جو سچے مسلمان ہوتے ہیں اگر صحبت نے ان کا ستیاناس کیا تو

فوراً چونکتے ہیں، غفلت دور ہو جاتی ہے، نادم ہو کر خدا اور رسول کی تابعداری کرتے اور روزہ وتراویح شروع کر دیتے ہیں۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو ستیس ہزار جاں نثار ساتھ ہو گئے، لیکن جو نام کے مسلمان تھے، حیلہ و عذر کر کے رہ گئے، بعض سچے مسلمان بھی ان کی صحبت کی وجہ سے رہ گئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے، ان میں سے ایک ابو خیثمہ رضؓ ہیں، حضرت تشریف لے گئے اور یہ گھر میں رہ گئے، انکی دو نہایت خوبصورت بیویاں تھیں، ایک روز ابو خیثمہ گھر میں آئے، اس روز گرمی بہت تھی اور دھوپ سخت تھی آکی دونوں بیویاں انکے باغ میں تھیں، یہ وہاں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سرسبز ٹھنڈی جگہ ہے، کوزوں میں ٹھنڈا پانی تیار ہے، مزیدار کھانا پکا ہوا رکھا ہے، خوب صورت بیویاں سامنے ہیں، یہ سماں دیکھتے ہی بے اختیار ہو کر رونے لگے اور خود سے کہنے لگے، ابو خیثمہ رضؓ تو سایہ میں ہو، ٹھنڈی جگہ ہو، ٹھنڈا پانی، مزیدار کھانا کھائے اور خوب صورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے۔ اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں ہیں، دھوپ سخت ہے، ہوا گرم ہے، لو چل رہی ہے، نہ کھانا برابر ہے نہ پانی۔ کیا یہی انصاف ہے، کیا اسی کا نام محبّت ہے۔ کہا خدا کی قسم اس باغ میں قدم نہ رکھوں گا، نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ نہ عورتوں سے باتیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر نہ ملوں۔ تلوار، بھالا لئے اور سوار ہو کر چلے۔

صاحبو! معلوم ہے کہاں جا رہے ہیں، معمولی سفر نہیں ہے۔ اپنی سر کٹانے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ کی محبّت کا متوالا، اور تو اور بیویاں بات کرنا چاہتے ہیں، بات بھی نہیں کرتے۔ حضرت سے جا کر مل جاتے ہیں، جیسے بچہ اپنی ماں سے دکھ، درد کہتا ہے۔ حضرت سے سارا واقعہ سنا رہے ہیں، حضرت ان کو دعائے خیر دے رہے ہیں۔ بخلاف نام کے مسلمانوں کے کہ وہ حیلہ کر کے حضور کے ساتھ نہ گئے۔ پھر ظالم دل میں خوش ہیں کہ سفر کی مشقت سے اور ایک زبردست سلطنت کی جنگ سے بچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی دھوپ میں، لو میں، پہاڑوں اور میدانوں میں حیران و پریشان، پیاسے ہونٹ، منہ سوکھا ہوا ہے اور ہم باغوں کی ٹھنڈک، مکانوں کے سایہ

میں اپنے اہل و عیال، دوست و احباب کے ساتھ لطف اٹھا رہے ہیں، یہ ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور خود کو بڑا ہوشیار سمجھتے تھے، اپنی چال چل جانے پر بڑے خوش تھے اسی حالت کو ارشاد فرماتا ہے "فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ" (پ۱۰۔ رکوع ۱۱ سورۂ توبہ) ترجمہ۔ جو لوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا (کی مرضی) کے خلاف بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے خوشیاں منا رہے ہیں "وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (پ۱۰۔ رکوع ۱۱ سورہ توبہ) ترجمہ۔ اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

خدا کے راستہ میں جان و مال صرف کرنے کو برا سمجھ رہے ہیں "وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ" (پ۱۰۔ رکوع ۱۱ سورہ توبہ) ترجمہ۔ اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا۔

آپس میں کہتے ہیں کہ اس لو اور دھوپ میں سفر نہ کرو، اور کہتے ہیں کہ یہ گرمی کا موسم ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں حکم ہوا قُلْ آپ ان سے کہہ دیجئے "وَنَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا" ترجمہ (ان سے کہہ دو کہ) دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی آگ، معلوم ہے کیسی آگ ہے۔ جب آدم علیہ السلام دنیا میں اتارے گئے تو ان کے واسطے کھانا پکانے کے لئے دوزخ کی چنگاری ستر بار پانی سے دھو کر لائی گئی جب ستر بار پانی سے دھوئی ہوئی یہ آگ ہے تو سمجھو کہ وہ اصلی آگ کیسی ہوگی۔ یہ دنیا کی آگ اللہ سے دعا مانگتی ہے کہ پھر اسے دوزخ کی آگ میں نہ ڈالا جائے۔ جب یہاں گرمی کی برداشت نہیں، گھر سے باہر نکل نہیں سکتے تو کل دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرو گے۔ "لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ" کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔

کچھ تو سمجھو، ایسا ہی آخرت کے احمق اس خوف سے روزہ چھوڑ رہے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ ان

سے بھی کہئے "نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝"
جب یہاں کے گرمی کی برداشت نہیں، روزہ رکھا نہیں جاتا تو کل دوزخ کی آگ کی، بھوک پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کروگے کچھ تو سمجھو، ایسا ہی جمعہ، نماز جماعت، اور کوئی احکام الٰہی، دھوپ اور جاڑے کے عذر سے ٹل نہیں سکتے۔ ہاں دوزخ کی آگ ٹل سکتی ہے، اسی خدا کے احکام کی پابندی سے، خدا کے فرماں برداروں کو دوزخ کی آگ کچھ نہیں کر سکتی۔ رمضان کے روزہ دارو! آج پیاس کی وجہ سے دل میں آگ لگ رہی ہے کل جب قیامت میں جہنم پر سے گذروگے تو جہنم چلائے گی کہ اے مسلمان روزہ دار! مجھ پر سے جلد گذر جا، تیرے ایمان کا نور، اور تیرے اس پیاس کی آگ، میری آگ بجھا دی ہے۔ آدم علیہ السلام اس آگ کی کیفیت سنکر رونے لگے کہ میری اولاد اس آگ کی تکلیف کیسے برداشت کرے گی۔ حکم ہوا آدم! تمہاری اولاد جو ہماری فرماں بردار ہوگی، دوزخ کی آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔
خدا کے نافرمانو! خدا کی نافرمانی کرکے ہنس ہنس کر باتیں بنا رہے ہو۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ۱۰۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ)
ترجمہ: یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو وہ کر رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا۔
تھوڑا ہنسو، کئے کا بدلہ پانے کے لئے بہت رونا ہے۔

حدیث ۱۰ دوزخی اس قدر روئیں گے کہ ان کے رخساروں پر نہروں کی طرح آنسو بہیں گے جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہے گا۔

دنیا کا بھی تو محاورہ ہے کہا کرتے ہیں اللہ خیر کرے آج بہت ہنسے ہیں۔

حکایت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کو دیکھے کہ وہ ہنس رہا ہے آپ نے فرمایا، بچہ کیا تو پل صراط پر سے گذر چکا ہے، کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں، اس نے کہا نہیں، تو فرمائے پھر یہ کیسی ہنسی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں جنت میں رونا تعجب کی بات ہے، ایسا ہی دنیا میں ہنسنا تعجب کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو ہنستا ہوا دیکھتے تو فرماتے لوگو! تم ہنستے ہو، دوزخ تمہارے پیچھے موجود ہے، جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے، کھانا، پینا چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔

صاحبو! دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ چڑھتے، اترتے ہیں، اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے۔ چلو بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔ کیا تم نے سوچا کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر و اذان کیوں نہیں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جنازہ کی نماز کی اذان اور تکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتلانا ہے کہ اذان و تکبیر ہو چکی صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو۔ موت کو مت بھولو، ہائے یہ سماں سامنے ہے پھر کیسے ہنسی آئے۔ ہائے ابھی چلتے پھرتے ہنستے کھیلتے تھے، موت آتے ہی نہ جان ہے نہ کان، نہ آنکھ، نہ ناک۔ ہائے وہ حسن کہاں گیا، وہ چلنا پھرنا کیا ہوا۔ مٹی کا پتلا پڑا ہوا ہے، کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے، مٹی میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ہائے کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال، ذی اقتدار، کیسے کیسے بادشاہ ہفت اقلیم، کیسے کیسے عیش و آرام اٹھانے والے، ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

اب نہ وہ سامانِ عیش ہی ان کے پاس ہے نہ وہ مال و زر ہی رہے، جب آخر کار ایک روز یہ ہونا ہے تو پھر ہنسی کا کیا موقع ہے، پھر چار دن نہیں گذرتے کہ بدبودار بن جاتے ہیں۔ اعضاء الگ ہو گئے ہیں، کیڑے جسم کو کھا رہے ہیں، ہائے ابھی کیا تھا، ابھی کیڑوں کے پیٹ میں ہیں۔ انسان تو انسان جانور بھی بدبو سے گھنا رہے ہیں۔ پھر آگے چل کر مٹی کا ڈھیر ہو گئے ہیں۔ اس مٹی سے مکان بن رہے ہیں، موجود تھے مفقود ہو گئے۔ گویا دنیا میں آئے ہی نہیں۔ اگر اتنا ہی ہوتا تب بھی روتے رہنے کے لئے کافی تھا مگر ایسا نہیں ہے۔

بلکہ قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرتے ہیں۔ زمین نئی، آسمان نیا، سورج سر پر ہے۔ جنت آراستہ ہوکر ترسا رہی ہے، دوزخ گرج کر ڈرا رہی ہے، خدائے تعالےٰ حاکم ہے، فیصلے ہورہے ہیں۔ نامۂ اعمال دیئے جارہے ہیں، جو کچھ کیا سب اس میں پا رہا ہے۔ دوزخ کا ایک قطرہ ایسا ہے کہ جو تمام دنیا کو بدبودار کردے۔ گنہگار اگر صرف دوزخ کو دیکھ لے تو مارے وحشت کے دم نکل جائے، یہ ہونے والا ہے پھر کاہے کی ہنسی ہے ؎

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکی ما

ترجمہ: میری پاکی پر کبھی کبھی فرشتہ بھی رشک کرتے ہیں

گہ خندہ زند دیو ز ناپاکی ما

ترجمہ: (کبھی میں ایسا ناپاک ہوجاتا ہوں کہ) دیو بھی میری ناپاکی پر ہنستے ہیں۔

ایمان چو سلامت بلب گور بریم

ترجمہ: جب قبر میں سلامتی کے ساتھ ایمان لے جاؤں گا۔

تحقیق شود پاکی و ناپاکی ما

ترجمہ: میرے پاک ہونے یا ناپاک ہونے کی تحقیق ہوجائے گی۔

صاحبو! ابھی کیا خبر کہ مرتے وقت ہم کس حال میں ہوں گے۔ ابھی تو کشتی منجدھار میں ہے۔ دوستو! اگر ہمیشہ یہ فکر اور ڈر رہے کہ اللہ جانتا ہے تو پھر اس کے بعد کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ نیکیاں بھی کرتے رہو۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔

اس لئے صاحبو! میں اب آپ سے روزہ کے دنیوی اور آخروی فوائد عرض کرتا ہوں سنئے:۔

روزہ کے دنیوی اور اُخروی فوائد

میرے روزہ دار دوستو! میں آج کچھ اور دیکھ رہا ہوں، آپ کے چہروں کے رنگ فق ہورہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ نورِ الٰہی چہروں پر برس رہا ہے، بھوک

اور پیاس کی تکلیف برداشت کررہے ہو۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ، پیٹھ سے ملاجاتا ہے پیاس کے مارے ہونٹ اور منھ خشک ہورہے ہیں۔ مگرما شاء اللہ آپکی ہمتوں میں بال برابر فرق نہیں آیا ہے اور آپ کے استقلال میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی اور ہردم آپ کی نظر شام کی طرف ہے کہ کب آفتاب ڈوبے اور کب ہم کھڑے ہوئے راز دنیاز کریں، کچھ دل کی سنائیں اور خود مزہ دار باتیں سنیں۔ ادھر شام ہوئی دن بھر کے بھوکے پیاسے کچھ کھائے کچھ نہ کھائے کس شوق سے درمحبوب پر دوڑتے آتے ہو۔

صاحبو! آپ نے سوچا کہ آخر یہ ہے کیا؟ آپ کے دلوں میں کیا دھن بندھی ہوئی ہے۔ کس کے کارن آپ یوں کھانا، پانی، نیند اور آرام سب چھوڑ بیٹھے ہو، اس کے سوا کچھ اور جواب نہیں اور آپ بھی یہی کہیں گے کہ جب سے ہمارے محبوب نے فرمایا ہے " یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ " (پ۶۔ رکوع۱۳۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: (خدا ایسے لوگ پیدا کردیگا کہ جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔

اللہ کو ان سے محبت ہے اور ان کو اللہ سے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (پ۲۔ رکوع۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں، اس محبت بھرے خطاب کے مزہ میں کچھ ایسے بے سدھ ہیں کہ نہ بھوک اور پیاس ستاتی ہے اور نہ نیند۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ میدان قیامت میں ہر ایک کو یوں پکار ہوگی۔ اے امت موسیٰؑ۔ اے امت عیسیٰؑ۔ ادھر ہم کو پکارا جائے گا اے خدا کے چاہنے والو! چلو اپنے محبوب کے پاس چلو، تو یہ دھن لگی ہوئی ہے، کہ کسی طرح چاہنے والوں میں ہو جائیں، اور ہم سے کیا ہو سکتا ہے جو خدا کی شان کے لائق کچھ کریں۔ صاحبو! حکم کی تعمیل کرو، چاہنے والوں میں ہوجاتے ہو۔ جب کہا جائے بھوکے رہو، بھوکے رہے۔ اگر کہا جائے پیاسے رہو، پیاسے رہے اس طرح بنو تو خدا کے چاہنے والوں میں ہو جاتے ہو۔ اس لئے ہم اس طرح عبادت کرتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پیارے کے جیسے بنو تو پیارے بن جاتے ہو۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوکا رہنا اور جاگنا یاد ہے، اس لئے بھوکے رہتے اور جاگتے ہیں تاکہ خدا کے پیارے اور چاہنے والے بنیں۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیٹ بھر نہ کھائے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) آپ کے بھوکے رہنے سے مجھے آپ پر ترس آتا تھا (میں) آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تھی اور کہتی تھی کہ میں آپ پر قربان دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ بھوکے نہ رہیں۔ آپ فرماتے مجھ سے پہلے کے اولوالعزم پیغمبر دنیا سے بھوکے تشریف لے گئے۔ بڑی بڑی اذیتیں اٹھائے۔ بس لئے مجھے ڈر ہے کہ میں نعمت میں رہوں اور پیٹ بھر کھاؤں تو پیچھے رہوں گا۔ چند روز صبر کرتا ہوں تاکہ آخرت میں پورا حصہ پاؤں۔

صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاگنے کی یہ حالت ہے کہ شروع رات سوتے اور ایک بجے سے جاگتے اور قبل فجر سو کر نماز فجر کے لئے جاتے اور اکثر ایسا ہوتا، اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ سوتے پھر اُٹھ کر مشک سے وضوء کر کے دو رکعت ایک گھنٹہ میں پڑھتے پھر سو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے، پھر سوتے اسی طرح تمام رات گذر جاتی۔ ہائے قلب مبارک میں کیا بات ہوتی تھی کہ سونے نہ دیتی تھی۔ اٹھا اٹھا کر بٹھاتی تھی۔

صاحبو! یہ سب سچ ہے جب آپ روزہ رکھتے ہیں، پیاس ستاتی ہے۔ بھوک ناتوان بناتی ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں مگر کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صاحبو! بے شک آپ کو نیند برابر نہیں ملتی لیکن میرے دوستو! آپ کے پاؤں تو نہیں سوجھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رات کے وقت کھڑے کھڑے قدم مبارک سوجھ جاتے تھے مگر ایک بار حضرت تو آپ کو یاد آجائیں گے۔ حضرت کا بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا اور راتوں کو جاگنے سے پاؤں سوجھنا یاد آ کر آپ کو مزہ دے جائے گا۔ غرض نیند نہ ملے گی، اور بہت ساری تکلیفیں ہوں گی اور ہونا ہی چاہیئے ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں

ترجمہ :- لیلیٰ کے راستہ میں بہت سے خطرہ ہیں ۔

آپ کا بھوکا پیاسا رہنا' وہ صورت پژمردہ' اس گری ہوئی صورت پر وہ نور برستا ہوا' نیند پوری نہ ملنے سے آنکھوں میں نیند بھری ہوئی کہ دیکھنے والے دیوانہ کہیں ۔ دیوانہ کہلانا ہی عشق کی پہلی منزل ہے ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

ترجمہ : (ان خطروں کو برداشت کرنے کے لئے) "پہلی شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جا"

اب اس کو بھی ذرا سوچئے کہ آپ پر روزہ' نماز اور تراویح کیوں مقرر کی گئی ہے ۔ دنیا کے محبوب خواہ مخواہ کی فرمائش کرتے ہیں جس میں عاشق کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ محبوب ہی کا فائدہ ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے ۔ اس میں اللہ تعالےٰ کا کچھ فائدہ نہیں ہے' آپ ہی کے سینکڑوں فائدے ہیں' یا روزہ اور تراویح' کوئی سخت حاکم کا حکم ہے کہ اپنی حکومت دکھانے کے لئے بے فائدہ حکم دیدیا ہے کہ اتنے دنوں تک بھوکے پیاسے رہو' راتوں کو جاگو' یا اس مہینہ میں خدا کے خزانے میں کمی ہو جاتی ہے کہ روزہ کے بہانہ سے اپنا عیب چھپایا جاتا ہے اور ایک روزی کی تخفیف کر دیتا ہے یہ بھی نہیں بلکہ رمضان میں مسلمان کی روزی بڑھ جاتی ہے ۔

غرض روزہ اور تراویح سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ سینکڑوں فائدے آپ کو پہونچانا چاہتے ہیں ۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قصدِ من از خلق احسان بودہ است

ترجمہ : میرا ارادہ مخلوق پر احسان کرنے کا ہے ۔

من نکردم امر تا سودے کنم

ترجمہ: میں حکم اس واسطے نہیں کیا ہوں کہ کوئی سختی کروں
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
ترجمہ: بلکہ میں تو اپنے بندوں پر احسان کرنا چاہتا ہوں
من نگردم پاک از تسبیح شان
ترجمہ: میں خود پاک ہوں، انکے اعمال کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہوں
پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں
ترجمہ: اپنے اعمال سے یہ لوگ پاک ہوتے ہیں

صاحبو! روزہ میں صرف آخرت کا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا بھی فائدہ ہے

حدیث قدسی

بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو تندرست کرتا ہوں۔

حدیث سننے کے بعد تو اور کسی کا قول سنانے کی ضرورت نہیں، مگر آج کل زمانہ کا رنگ کچھ ایسا بگڑا ہے کہ بغیر یورپ کی تحقیق کے تسکین نہیں ہوتی، وہ بھی سن لیجئے شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر کارسن تین دن تک مسلسل تجربہ کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ قیام شباب اور اعادۂ شباب کے لئے روزہ رکھنے سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں۔

پروفیسر ند کو رسب سے پہلے پندرہ دن کا مسلسل فاقہ تجویز کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ اس کے بعد جب انسان کھانا شروع کرتا ہے تو معدہ سے زیادہ لعاب پیدا ہوتا ہے اور تمام اعصاب وعضلات زیادہ قوت سے کام کرنے لگتے ہیں، انھوں نے خود پر اس کا تجربہ کیا ہے اور متعدد طویل فاقوں کے بعد وہ خود کو بہت زیادہ قوی چست وچالاک اور جوانی سے زیادہ قریب پاتے ہیں، گاندھی جی نے کہا تھا کہ برت (روزہ) سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور روح کو تقویت پہنچتی ہے، جو اس پر انسان قابو حاصل کر لیتا ہے، اس بیان پر بڑے بڑے ملحدین کی گردنیں جھک گئیں، اور ان کو تسلیم

کرنا پڑا کہ بے شک یہ ایک زبردست روحانی حربہ ہے۔
لیکن آج سے تیرہ صدی پیشتر جب کہ دنیا ہر قسم کے تجربات سے خالی الذہن تھی ایک امی پیغمبر اٹھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے لئے روزہ کا روحانی نسخہ تجویز فرماتے ہیں دنیا اس کو توہم پرستی سے تعبیر کرتی ہے مگر مسلسل تجربوں اور عقل و دانش کے فیصلوں نے آج دنیا کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیا کہ روزہ انسان کی ذہنی، روحانی اخلاقی اور خیالی ترقیوں کا واحد ذریعہ ہے اور بغیر اس کے حقیقی تقوی تک رسائی ناممکن ہے۔
مسلمانو! رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ رحمت باری کے نزول کا وقت آپہونچا۔ انابت، الی اللہ، خشوع، خضوع، نرمی اور گدازی کا زمانہ سر پہ آکھڑا ہوا، لیکن تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔
صاحبو! جب تک تم آگ میں کودنا پسند نہ کروگے تمہاری کثافتیں دور نہیں ہوسکتیں، اور تم خالص سونا نہیں بن سکتے۔ روزہ ایک بھٹی ہے جو طیب کو خبیث سے اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلمان کے لئے یہ ایک معمولی آزمائش ہے۔ اس میں بھی ثابت قدم نہ رہنا، روحانی تسفل کا آخری مقام ہے۔
ایک حکمت روزہ کی حدیث پاک میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ "مَنْ جَاعَ بَطْنُہٗ عَظُمَتْ فِکْرَتُہٗ وَ فَطِنَ قَلْبُہٗ وَ رَقَّتُہٗ" ترجمہ: جو اپنے پیٹ کو بھوکا رکھتا ہے، اس کا مادۂ غور و فکر بڑھ جاتا ہے۔ طبیعت میں رسائی، قلب میں لینت اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔
اگر معدہ کی اس طرح روک تھام نہ ہو تو کثرت خواب و خور، سبب شقاوت قلبی و کوربا طنی کا ہو جاتا ہے۔
امریکہ کے ڈاکٹروں کی تحقیق میں ثابت ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن کا روزہ جسم میں مستعدی اور عقل میں جولانی پیدا کرتا ہے، اس کے ثبوت میں بڑے وثوق سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکاگو یونیورسٹی کے طلباء نے سالانہ امتحان میں جانے سے پہلے ایک

دن فاقہ کر لیا تھا۔ نتیجۂ امتحان پچھلے سالوں سے بہت بہتر رہا۔ ڈاکٹروں، سائنسدانوں کی تحقیق، کروڑوں دلیل کی سرگردانی کے بعد وہاں آکر قائم ہوتی ہے جہاں ایمان بالغیب رکھنے والے بدویوں کا قافلہ پہلے ہی دن سے خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔ کاش امریکہ کے ڈاکٹر وضوء، نماز اور رمضان کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ شائد کہ ایمان بالغیب کے منکر مسلمان اس راہ سے مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔

پہلا فائدہ روزہ کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ماہین دو رمضان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ عدالت میں اگر مقدمہ خارج بھی کر دیا جائے تو مثل پھاڑتے نہیں داخلِ دفتر کرتے ہیں، اس پر لوگ کس قدر خوش ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! خدا کی عدالت میں مقدمہ بھی خارج، مثل بھی خارج، نامہ اعمال ہی کو دھو ڈالتے ہیں تاکہ فرشتوں کو اعتراض کا موقع ہی نہ رہے۔ صاحبو! کیا رعایت ہے، اس کا کچھ ٹھکانہ ہے۔

دوسرا فائدہ حکم ہوتا ہے کہ بندہ تو ہم سے بہت دور پڑا ہوا ہے مجھ میں اور تجھ میں کوئی مناسبت نہیں، کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں۔ تیرا جی چاہتا ہے ہماری بارگاہ کا مقرب بنتا۔ اگر مجھ میں اور تجھ میں مناسبت پیدا ہو جائے تو بندہ تو مشت خاک ہو کر ایسا ہمارا طالب ہے، ہماری رحمت سے دور ہے کہ تجھ کو محروم رکھیں، اس لئے تجھ کو ایک موٹر دیتے ہیں، اس سے خدا کا راستہ جلد طے ہوتا ہے وہ موٹر روزہ ہے، اگر تو اس موٹر میں نہ بیٹھا تو پیچھے رہ جائے گا۔

خدا صمد ہے، کھاتا پیتا نہیں، سوتا نہیں۔ تم بھی دن کو کھاتے پیتے نہیں، رات کو جاگتے ہو تو خدائے تعالےٰ سے مناسبت پیدا ہو کر خدا کے مقرب ہو جاتے ہو، اس نے فرمایا

"اَلصَّوْمُ لِیْ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ"

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دینے والا ہوں۔

۳ تیسرا فائدہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اور جلن ۶۹ اُنہتر درجہ بڑھ کر دنیا کی آگ سے ہے، اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ وہ (۹۹) درجہ بڑھ کر ہے۔

دوزخ میں بھوک کی ایسی تکلیف ہوگی کہ دوزخ کے سب عذابوں کے برابر ہوگی۔ بھوک سے تڑپ کر کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ ضریع یعنی خاردار گھانس جو بدمزہ، سخت ہوتی ہے، جانور بھی اس کو نہیں کھاتے اور اگر کوئی جانور کھائے تو مرجاتا ہے۔ ایلوے کی طرح کڑوی، مردار کی طرح بدبودار کھانے کو ملے گی، حلق میں پھنس جائے گی، حلق سے نیچے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے تو دوزخ کا پیپ، لہو، کھولتا ہوا دیا جائے گا کہ جس کی بھاپ سے منہ کا چمڑا نکل جائے گا جب پیٹ میں پہونچے گا تو اندر ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ دوزخ کے نگہبانوں سے گڑگڑا کر کہیں گے کہ خدا سے کہہ کر ہمارا عذاب کم کراؤ وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ کیا معجزہ نہیں دکھلائے اور کیا کتاب نہیں اتری تھی، وہ کہیں گے کہ بے شک آئے تھے مگر ہماری کمبختی کہ ہم کو کچھ نہیں سوجھا، فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا، تب مالک، داروغہ دوزخ کو پکاریں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے دعا کرے، ہزار برس کے بعد وہ جواب دے گا کہ چپ رہو، تم کو یہیں رہنا ہے، تب مجبور ہوکر خدا سے دعا کرینگے الٰہی! ہم بدبخت تھے کہ ہم گمراہ رہے، ہم کو یہاں سے نکال، ہم اچھے اعمال کرکے آئیں گے ہائے اس دعاء کے وقت ان کے دلوں میں کیا کیا امیدیں ہوں گی، اس آخری جواب کو بھی سن لیجئے۔ خدائے تعالٰی کتوں کو دھتکارنے کی مانند ان کو دھتکار دے گا اور کہے گا کہ ہم سے بات مت کرو، تب دوزخ سے جھانکیں گے اور ان کے باپ، بھائی، ذرا بتداد جو جنت میں ہیں ان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم جل رہے ہیں، کچھ کھانا پانی دو، وہ کہیں گے کہ اللہ تعالٰی نے جنت کا کھانا، پانی تم پر حرام کردیا ہے، اس لئے تم کو نہیں مل سکتا۔ صاحبو! اس وقت کی بے کسی اور ناامیدی کو اچھی طرح سوچو۔ ذرا بتداد والوں نے صاف جواب دیدیا۔ دوزخ کے نگہبانوں نے انکار کیا، مالک نے یوں کہہ دیا اور

خدائے تعالیٰ نے یوں دھتکار دیا اب کہیئے کون سی تدبیر کی جائے کہ اس سے نجات ہو۔ یا یوں ہو کر گدھے کی طرح بے فائدہ فریاد کریں گے، ہائے ادھر جنتی کھاتے پیتے مزہ میں رہیں گے

نیست صبرت ز آب و نان ایں جہاں

ترجمہ: اس جہاں کی روٹی اور پانی نہ ملنے کا تجھ کو صبر نہیں ہے۔

صبر چوں داری تو نعمہائے جناں

ترجمہ: جنت کے نعمتیں نہ ملنے پر کس طرح صبر کرے گا۔

فاقۂ یک روز حالت کرد زار

ترجمہ: ایک روز فاقہ کیا تو تیری حالت اتنی خراب و خستہ ہوگئی۔

چوں کنی با فاقہائے بے شمار

ترجمہ: قیامت میں بے شمار فاقوں کو کس طرح برداشت کرے گا۔

چوں نداری طاقت یک روزہ جوع

ترجمہ: ایک روز بھوکا رہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو

آہ از جوعے کزو نبود رجوع

ترجمہ: اس روز (یعنی قیامت کے دن) کی بھوک کو کس طرح برداشت کرے گا؟

تشنگی ساعتے دل خوں کند

ترجمہ: ایک گھڑی کی پیاس دل کا خون بنا دیتی ہے۔

تشنگی روزِ محشر چوں کند

ترجمہ: روزِ محشر کے پیاس کو کس طرح برداشت کرے گا۔

تشنگی ایں جہاں چوں تاب نیست

ترجمہ: اس دنیا کے پیاس کی تجھے برداشت نہیں ہے۔

آہ از جائے کہ نام آب نیست

ترجمہ: اس قیامت کے دن میں کہ جہاں نام کو پانی نہیں ہے (کس طرح برداشت کریگا)

تشنگی ساعتے سوزد جگر

ترجمہ: ایک گھڑی پیاسا رہتا ہے تو جگر جلنے لگتا ہے۔
چوں توانی بود در تاب سقر
ترجمہ: دوزخ کی آگ میں کس طرح ہوگا۔

صاحبو! دنیا میں بھوکے پیاسے رکھ کر دوزخ کی یاد دلاتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس حسرت ناک حالت کو یاد رکھتے ہیں اسی یاد رکھنے کے لئے روزہ رکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کے بھوک و پیاس کی یہ تکلیف ہے تو دوزخ کے بھوک و پیاس کی کیا حالت ہوگی، اس لئے آئندہ متقی بنے رہیں گے۔

اس طرح روزہ کے بہت سے فائدے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ روزہ اور تراویح میں کچھ فائدہ نہیں میرے دوستو! پھر بھی آپ کو روزہ رہنا اور تراویح پڑھنا ہی پڑے گا، کیوں کہ آپ بندہ اور غلام ہیں، نوکر کو یہ حق نہیں ہے تو غلام کو کہاں حق ہے کہ مالک کے حکم کا فائدہ پوچھے اور بغیر چوں وچرا کے حکم بجالانا ہی پڑے گا جس طرح روزہ فرشتہ پن کو بڑھاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ اور نماز بھی فرشتہ پن کو بڑھاتی ہے۔ بھٹی میں آگ، لوہے پر اثر کرتی ہے، پھول وعطر کپڑے پر اثر کرتے ہیں۔ نماز میں ہاتھ باندھکر کھڑے رہیں گے تو ذات مقدس بھی اثر کرکے نفس کو فرشتہ تو کیا، فرشتہ سے اعلیٰ بنادے گا خاص کر رمضان میں دن کا روزہ اور رات کی تراویح فرشتہ بنانے میں خاص اثر رکھتی ہے پھر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جو فرشتہ بنا کے چھوڑتا ہے۔

حدیث حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دل زنگ کھایا ہو تو اس کو جلا دینے والی دو چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن (۲) موت کی یاد۔

اور رمضان المبارک کو کلام الٰہی سے خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر پہلی رمضان المبارک کو صحیفہ اترا، موسیٰ علیہ السلام کو ۶؍ رمضان کو توریت اتری، داؤد علیہ السلام کو ۱۲؍ رمضان کو زبور اتری، عیسیٰ علیہ السلام پر ۱۸؍ رمضان کو انجیل اتری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۷؍ رمضان المبارک کو قرآن اترا۔ بندہ جب تک تو قرآن پڑھتا، سنتا رہتا ہے تو خدا سے باتیں کرتا رہتا ہے، کیسا بدنصیب ہے وہ بندہ

جو خدا سے باتیں کرنا چاہے۔

غرض روزہ رکھ کر جب بندہ خدا کے رنگ میں رنگ جاتا ہے تو جیسے خدا صمد ہے ایسا ہی یہ بندہ بھی صمد بن جاتا ہے، اس وقت خدا تعالےٰ بات کرتے ہیں اس لئے رمضان میں قرآن پڑھنے کی طبعی رغبت ہوتی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام سے رمضان میں قرآن کا دور ہوتا تھا، مگر لطف تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر باتیں کرنے کے لئے بلاتے ہیں، چالیس دن روزہ رکھا کر آخر میں باتیں کرتے ہیں۔

ف: اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم سے دن کو روزہ رکھاتے ہیں اور رات کو تراویح میں باتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز معراج المومنین ہے۔

کیسا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس کی قدر نہ کرے معشوق بلائے اور باتیں کرے اور یہ پیٹھ پھیر کر چلا جائے، حالانکہ قرآن کی وہ شان ہے کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر وہ نور ایمان دل میں زیادہ آتا ہے جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، نور ایمان دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہوجاتے ہیں سنو صاحبو! ارشاد باری ہورہا ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ (پ۲ ۔ رکوع ۲۳ ۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

صاحبو! اصول بر یعنی نیکیوں کے اصول میں سے ایک صبر ہے اور اس کے مواقع ہیں قتل اور موت۔

دا بِر یعنی) نیکی کے آسان ہونے کی ترکیب شکم خالی رکھنا ہے اس لئے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور جسم میں سے جو رگیں نکلی ہیں وہ اس حوض کی نہریں ہیں۔ سنو صاحبو آدمی پر شہوت کا غلبہ ہوتا رہتا ہے اور اسی شہوت کا نتیجہ ہے کہ آدم علیہ السلام بہشت سے گرا دیئے گئے اور اس شہوت کا منبع معدہ ہے جو دوسرے شہوتوں سے

جاتا ہے۔ اسی لئے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نکاح کی شہوت حرکت میں آتی ہے اسی طرح شہوت شکم و فرج پورے نہیں ہو سکتے بغیر مال کے۔ اسی لئے مال کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال حاصل نہیں ہوتا ہے بغیر نام و شہرت و جاہ کے اور مال و جاہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں بغیر خصومت خلق کے اور خصومت خلق سے حسد، تعصب، کبر، ریا، کینہ غرض بہت سی آفتیں جمع ہو جاتی ہیں اور دین کی تباہی کا پورا سامان اکٹھا ہو جاتا ہے پس شکم بھرنا تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی طرح تمام نیکیوں کی جڑ شکم خالی رکھنا اور بھوک کی عادت ڈالنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حدیث بھوک اور پیاس سے جہاد کرو (یعنی کم کھاؤ اور کم پیو) کیونکہ بھوک اور پیاس سے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں ملتا ہے۔

حدیث کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس کے عمل سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

حدیث آسمان کے فرشتے اس شخص کو راستہ نہیں دیتے ہیں جو اپنے پیٹ کو (خوب) بھر لیتا ہے۔

حدیث (جب) پوچھا گیا کہ تم میں (نیکیوں کے اعتبار سے) کون شخص افضل ہے تو کہا گیا کہ وہ شخص جو تھوڑا کھاتا ہے اور تھوڑا پیتا ہے۔

حدیث تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو بہت غور و فکر کرتا ہے اور جو بہت دنوں تک بھوکا رہتا ہے اسی طرح وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس دشمن اور ناپسندیدہ ہے جو بہت کھاتا، بہت پیتا اور بہت سوتا ہے۔

حدیث حق تعالیٰ فرشتوں سے کم کھانے والے شخص کے متعلق فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو کہ میں نے اس کو کھانے کی خواہش (اس کی جبلت میں) دیا ہوں لیکن وہ صرف میرے لئے کھانا کھانے سے ہاتھ روک لیا ہے۔ اے میرے فرشتو! تم

گواہ رہو۔ ہر اس لقمہ کے بدلہ کہ جو اس نے میرے لئے نہیں کھایا ہے ایک درجہ بہشت میں دونگا۔

حدیث زیادہ کھا کر اور زیادہ پی کر اپنے دل کو مردہ ست بناؤ۔ اس واسطے کہ پانی جب زیادہ پیا جاتا ہے اس سے دل مردہ اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) ارشاد فرمائے کہ بہشت کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھلتا ہو۔ ارشاد ہوا (ہاں) بھوکے رہنے اور پیاسے رہنے سے (جنت کا دروازہ) کھلتا ہے۔

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے، جس کی وجہ سے شکم مبارک اندر ہو گیا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا مضائقہ ہے کہ دنیا سے اس قدر تو تناول فرمائیے کہ بھوک باقی نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ارشاد فرمائے اے عائشہ! میرے بھائی (یعنی) پیغمبرانِ اولو العزم جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں (دنیا میں تکالیف یعنی بھوک وغیرہ سہنے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ کے کرم و مہربانیوں میں رہے ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں نعمتوں میں رہنے کی وجہ سے میرا درجہ ان پیغمبرانِ اولو العزم سے کم نہ ہو جائے اس لئے دنیا کی چند روزہ زندگی میں صبر کر لیتا ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں تاکہ آخرت کے لطف و مزہ میں کمی نہ آئے، اور یہی مجھے پسند ہے اولو العزم پیغمبروں سے ملنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

سنو صاحبو! ایک باریک بات عرض کرتا ہوں غور سے سنو۔ بھوکے رہنے میں اس وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے رنج اور تکلیف پہونچتی ہے بلکہ فضیلت اسوجہ سے ہے کہ اس میں بہت سے فائدے مضمر ہیں، اب ان فائدوں کے بارے میں سنئے:

بھوکے رہنے کے فائدے پہلا فائدہ یہ ہے کہ بھوک سے دل صاف اور روشن ہوتا ہے اس کے برخلاف پیٹ بھر کھانا لوگوں کے دل کو اندھا کر دیتا

ہے اور معدہ سے بخارات اٹھ کر دماغ کو پہونچتے ہیں اور لوگوں کو وسوسہ اور سوچ میں ڈال دیتے ہیں۔

۲ دوسرا فائدہ بھوکے رہنے کا یہ ہے کہ اس سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے دعاؤں اور ذکر میں لذت آتی ہے، برخلاف اس کے پیٹ بھر کھانے سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو ذکر کیا جاتا ہے وہ زبان پر ہی رہتا ہے اور دل کی سختی کی وجہ سے دل میں نہیں پہونچتا۔

۳ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بھوکے رہنے سے خشوع وخضوع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بھر کھانے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر بندہ ایک لقمہ بھی کھالے تو اس لقمہ کی وجہ سے بندہ میں عجز وانکساری باقی نہ رہے گی بلکہ قلب کی روشنی دور ہو کر تاریکی چھا جائے گی اور اللہ تعالےٰ کی عزت اور قدرت دل سے نکل جائے گی۔

۴ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اگر پیٹ بھر کھائیں گے تو بھوکوں کو بھول جائیں گے اور خلقِ خدا پر شفقت باقی نہ رہے گی اور عذاب آخرت کو بھی بھول جائیں گے اور جب بھوکے رہیں گے تو اس بھوک کی وجہ سے اہل دوزخ یاد آئیں گے، اور جب پیاسے رہیں گے تو اس پیاس کی وجہ سے اہل قیامت یاد آئیں گے۔ بھوک کی وجہ سے اہل قیامت اور اہل دوزخ یاد آئیں گے تو مخلوق پر شفقت کرے گا اور آخرت کا شوق پیدا ہوگا۔ غرض آخرت کا خوف اور مخلوق پر شفقت کرنے سے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔

۵ پانچواں فائدہ: تمام سعادتوں کا راز اپنے نفس کو مطیع رکھنے میں ہے اور بدبختی یہ ہے کہ خود کو نفس کا مطیع کردیں۔ چنانچہ سرکش نفس کو سوائے بھوک کے مطیع نہیں کیا جاسکتا غرض جب آدمی نفس کو مطیع کرلیتا ہے تو اس سے کیمیا کی طرح بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں، بھوکا رہنا اللہ تعالےٰ کے خزانہ کا ایک نایاب موتی ہے لیکن وہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا بلکہ صرف اس شخص کو دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

۶ چھٹا فائدہ: عمر آدمی کا سرمایہ ہے اور انسان کی ہر سانس ایک لاقیمت موتی ہے لیکن نیند سے عمر ضائع ہوجاتی ہے اور نیند کو بھوک دور کردیتی ہے۔ اس طرح نیند دور

 فضائل رمضان

ہونے کی وجہ سے آدمی کی عمر کا سرمایہ باقی رہتا ہے اور سانس کا گوہر نایاب بھی سلامت رہتا ہے، ان دونوں کی وجہ سے آخرت کی سعادت حاصل کی جاسکتی ہے جو شخص پیٹ بھر کھاتا ہے، نیند اس پر غالب رہتی ہے اور وہ مردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور اسکی عمر اسی میں ضائع ہو جاتی ہے۔

ایک مرشد اپنے مُریدوں کو یوں پکارا کرتے تھے کہ اے میرے مریدو! اگر زیادہ کھاؤ گے زیادہ پیوگے اور زیادہ سوؤ گے تو یاد رکھو قیامت کے دن وہاں کی بھلائیوں کی محرومی کی وجہ سے بہت حسرت کروگے۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے، تندرست رہتا ہے، اور رنج و بیماری سے محفوظ رہتا ہے اور کڑوی دوائیں پینے کی نوبت نہیں آتی۔

دن کو روزہ فرض ہونے کی وجہ

غرض بھوک و پیاس میں کثرت سے فوائد ہیں اسکو مسلمان اور کافر سب مانتے ہیں مگر اس میں عقل کی پابندی سے افراط و تفریط کئے۔ بعض تو برائے نام بھوکے رہے مثلاً ہنود، دودھ وغیرہ پیئے وہ ان فوائد سے محروم رہے، اور بعض کئی کئی دن تک بھوکے رہے جس سے ایسا ضعف ہوا کہ کوئی عبادت نہ کر سکے، نور نبوت نے متوسط درجہ تجویز فرمایا، اس لیئے کہ نفس کو اس کی مخالفت کر کے تابع کرنا ہے، اس لئے نصف وقت بھوکے رہیں اور نصف وقت غذا کے لئے رکھے ہیں اگر اس نصف وقت کو جو بھوک کے لئے مقرر کیا گیا ہے رات کو مقرر کریں تو نفس کی مخالفت نہ ہوگی، اس لئے کہ رات فطرتاً سکون کا وقت ہے اور شہوتوں اور لذتوں کو چھوڑنے کا وقت ہے۔ ہر شخص مردہ کی طرح خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے نہ تو کسی چیز کو دیکھتا ہے نہ کوئی بات سنتا ہے نہ اپنے ہم جنسوں کو کھانے پینے مشغول دیکھ کر رغبت ہوتی ہے اس لئے اگر رات کو روزہ رکھا جاتا تو نفس کی مخالفت نہ ہوتی، نہ عبادت و عادت میں فرق آتا بخلاف دن کے کہ نیند سے اٹھتے ہی بھوک و پیاس کی خواہش تر و تازہ رہتی ہے۔ جو اس نیند سے جاگتے ہیں، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور تخیل تیز ہو جاتا ہے، اچھی چیزوں کی آرزو کرنے لگتا ہے، اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے ہیں پیتے ہیں اور عورتوں سے

اختلاط کرتے ہیں، ان حالات میں اس وقت رک کر بھوکا رہنا، مخالفت نفس ہے اس لئے روزہ دن کو مقرر ہوا۔

رات آرام کا وقت ہے، اس وقت تلاوت قرآن و مناجات نفس پر بار ہیں اس لئے تراویح اور تہجد رات کو مقرر ہوئی تاکہ نفس فرماں بردار ہو جائے، جس سے کل خیر (یعنی ہر قسم کی نیکی) حاصل ہو جائے اس لئے فرمایا "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" (پ ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

مسلمانو! اس طرح کی سینکڑوں مصلحتیں ہیں، اس لئے تم پر روزے فرض ہوئے یہ مشقت تم پر ہی نہیں۔ مرگ انبوہ جشنے دارد "کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ" (پ ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر (روزے) فرض کئے گئے۔

جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا، تم پر بھی فرض کیا گیا ہے، بڑی مصلحت یہ ہے کہ "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" (پ ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

تاکہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی ہو جاؤ اور نفس کو مرغوب چیزوں اور خواہشات سے روکنے کی عادت ڈالو، نفس کے تقاضہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے روزہ میں جیسے مرغوبات سے رکے ہوئے رہتے ہیں، اسی طرح رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں خلاف شرع چیزوں سے گو کہ وہ بہت ہی مرغوب ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہو۔ غرض روزہ فرض کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں سے رکنے کی عادت ہو جائے۔

صاحبو! سنو، کل گناہ قوت شہوت و غضب سے ہوتے ہیں، قوت شہوت و غضب، قوت روح سے دفع ہوتے ہیں اور قوت روح کھانے اور پینے کی کمی سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے تقلیل غذا اور پینے کی چیزوں میں کمی کر کے روح کی قوت بڑھاؤ تاکہ شہوت و غضب کم ہو جائے اس لئے فرمایا "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ"

ترجمہ: تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

تاکہ تم روزے کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ"
(پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔

پھر تسلی دیتے ہیں کہ یہ روزے تم پر ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ چند روز کے لئے ہیں، اس قدر بھی کم نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اثر اور تاثیر باقی نہ رہے اور نہ اس قدر زیادہ ہیں کہ عبادت کرنے کی قوت نہ رہے۔ پھر بھی تمہارے لئے آسانی ہے "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ:۔ تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرے۔

اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ جس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہے یا مضر ہے یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اس کی بجائے دوسرے ایام میں اتنے ہی شمار کر کے رکھ لو، اگر کوئی سفر و مرض میں روزے رکھ لے تو افضل ہے، اگر مر جائے موقعہ قضا کا نہ ملے تو اس کے لئے فرماتا ہے" وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ"
(پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔

ف۔ اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی ہے (بیان القرآن)

یعنی جو طاقت نہیں رکھتے نہ فی الحال اور نہ آئندہ، وہ فدیہ ادا کریں "فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے اگر تم (روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ

مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (پ ۲ رکوع ۲۳ سورہ بقرہ)

ترجمہ: (وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا (وصف) واضح الدلالت ہے منجملہ ان کتب کے کہ جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں۔

حدیث ایک نیکی کا ثواب (۱۰) سے (۷۰۰) تک ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کا بدلہ دینے والا ہوں" اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" اس لئے فرمایا کہ روزہ میں ریا نہیں۔

حدیث بندے کے ذمہ دوسروں کے جو حقوق ہیں صاحب حق میدان قیامت میں اس سے اس کی ایک ایک نیکی لے لے گا، اور جب روزہ کی نوبت آئیگی تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اس نیکی کو چھوڑ دو، کیوں کہ روزہ خالص میرے لئے ہے اور اہلِ حقوق کو ثواب دے کر راضی کرے گا۔

حدیث روزہ دوزخ کا اس وقت سپر بنتا ہے جب کہ روزہ دار جھوٹ، غیبت فحش کلامی اور جھگڑے سے روزہ میں رخنہ نہ ڈالے۔

حدیث روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے اور پیتے ہیں تو فرشتے اس روزہ دار کے واسطے استغفار کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح میں مشغول رہتی ہیں غرض " فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (پ ۲ رکوع ۲۳ سورہ بقرہ)

ترجمہ: سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس (ماہ) میں روزہ رکھنا چاہیئے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار کرکے (ان میں روزہ) رکھنا واجب ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ احکام میں آسانی اور رعایت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ایسے احکام

مقرر کئے کہ جن کو تم آسانی سے بجالاسکو. چنانچہ سفر و مرض میں کتنا آسان قانون مقرر فرمادیا ہے اور تمہارے ساتھ احکام و قوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں ہے ورنہ سخت احکام تجویز فرمادیتے۔ دنیا کی آسانی یہ ہے کہ روزہ سے فرشتہ پن پیدا ہوتا ہے اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ سے امید رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے حاصل کرنے میں روزہ کی وجہ سے سہولت ہوتی ہے اور دنیا کی تنگی یہ ہے کہ فرشتہ پن کے بجائے بشریت زیادہ ہوجاتی ہے اور روحانیت کے بجائے حیوانیت زیادہ ہوجاتی ہے اور انسانی طبیعت میں جو خواہشات ہیں ان میں زیادتی ہوجاتی ہے۔ اور آخرت کی آسانی میں سے ہے جنت، قرب، وصل، رویت وغیرہ اور آخرت کی سختیوں میں سے دوزخ وغیرہ ہے۔

سنو صاحبو! خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہر کام میں مصلحت ہے اسلئے اگر عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکو تو دیگر ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے، اس لئے فرمایا "وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ"

(پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرلیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) تاکہ ثواب میں کمی نہ ہو، اور قضا کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ "وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝"

(پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: (لہٰذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی و ثنا بیان کرو) اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلا دیا۔ تاکہ تم ثواب کے برکات سے محروم نہ رہیں) اور تاکہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" میں اٰمَنُوْا سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے، یہ ندا حبیب کی حبیب کو ہے۔ اَیُّهَا حرف تنبیہ ہے اٰمَنُوْا کے ذریعہ جو ندا فرمایا ہے اسکے اس ندا کی لذت کی وجہ سے روزہ کی سختی دور ہوجاتی ہے۔ محبوب ملاقات کے لئے اگر حکم دے تو محب خود کو آگ میں بھی ڈالنے کے لئے آمادہ ہوجائے گا۔ "کُتِبَ عَلَیْکُمْ" روزہ دار کے ہر ہر عضو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ مثلاً

نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں کہ بُری اور مکروہ ہیں، ان کی طرف نظر کو نہ جانے دینا چاہیے اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو، اور خدائے تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو، ان سے بھی نظر کو روکنا چاہیے۔ اسی طرح زبان کا روزہ رکھنا یہ ہے کہ بیہودہ بات، جھوٹ، غیبت، چغلی، ظلم، جھگڑے کی بات وغیرہ نہ کرے بلکہ زبان کو سکوت، ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مصروف رکھیں۔ ایسا ہی کان کو بُری بات سننے سے روکنا چاہیے کیوں کہ جن امور کا کہنا حرام ہے ان کا سننا بھی حرام ہے۔ ہاتھ، پاؤں، اور دیگر اعضاء کو بُری باتوں سے روکنا چاہیے۔ مثلاً شکم کو افطار حرام سے روکے، دوا کے خوف سے زہر نہ کھائے یعنی افطار کے وقت حلال غذا بھی اتنی نہ کھائے کہ جو برائیوں کو کھینچنے کا ذریعہ بنیں بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ شیطان ونفس کا داؤ کمزور وضعیف ہوجائے، اور صمدیت، فرشتوں کی صفت بھی پیدا ہو۔

دل کا روزہ یہ ہے کہ دنیا کی محبّت سے دل کو بچائے رکھے اور روح کا روزہ یہ ہے کہ روحانی کیفیات اور آخرت کے نعمتوں کو دیکھے۔ سِرّ کا روزہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو بری ہمتوں اور دنیوی فکروں سے اور خدائے تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں سے قلب کو روک دے۔ اور نفس کا روزہ یہ ہے کہ حرص، شہوت، بغض، حسد، کی تمنا نفس میں باقی نہ رہے۔

"كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" میں لفظ قبل سے مراد روح اور جسم وغیرہ ہیں، پھر ضروری ہوا کہ قلب کو حبِّ دنیا سے اور روح کو روحانی کیفیات کے دیکھنے سے روزہ رکھے۔ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" سے مراد روزہ رہ کر متقی ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اور شراب طہور سے لذّت ملے گی، روزہ دار کو افطار کے دیدار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی فرحت بھی نصیب ہوگی اور اللہ کے اس ارشاد کی فرحت نصیب ہوگی کہ میں روزہ کا بدلہ ہوں۔

صاحبو! نماز تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسبِ قولِ مشہور سنّتِ مؤکدہ ہے، اس لئے اب آپ کو قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں سنئے ارشاد باری ہورہا ہے "اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ" (پ۸ ۔ رکوعؑ ۔ سورہ اعرافؔ)

ترجمہ: تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے اور خدا ئے تعالیٰ کو چھوڑکر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

مولانا فرماتے ہیں ؎

اَیُّھَا الْعُشَّاقِ اقبالِ جدید

ترجمہ: اے عاشقو! پرانی اور نئی دنیا سے

از جہانِ کہنہ نو در رسید

ترجمہ: نیا اقبال پہونچا

اے عاشقانِ الٰہی خوش ہو جاؤ، اے حق تعالیٰ کے طالبو! اے حق کے شیدائیو! اے مدتوں سے گمراہی کے جنگل میں بھٹکنے والو! اے خدا کا مقرب بننے کا شوق رکھنے والو! خوش ہوجاؤ، تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا، تمہارا نصیبہ جاگا، وہ نیا اقبال پرانے اور نئے جہان سے پہونچاہے، پرانے اور نئے جہان سے مراد عالم غیب، عالم بالا ہے۔ پرانا اس لئے کہ اس میں کچھ تغیر نہیں۔ آسمان جو عالم شہادت سے ہے مگر عالم غیب سے قریب ہے، اس لئے اس کی بھی یہی شان ہے کہ بہت پرانا ہے۔

مگر اس میں بہت تغیر نہیں ؎

زاں جہاں کو چارہ بے چارہ جوست

ترجمہ: تدبیر ڈھونڈھنے والوں کے راسطے اس جہان میں بہت سی تدبیریں ہیں۔

صد ہزاراں نادرہ عالم دروست

ترجمہ: اس عالم میں ہزاروں نادر چیزیں ہیں۔

وہ جہان ایسا ہے کہ جو شخص کفر اور شرک اور گناہوں کی بیماری میں مبتلا ہوکر لا علاج ہوگیا ہو، اور اس جہان کے طبیبوں نے اس کو جواب دیدیا ہو تو اس کا علاج اس جہان سے ہوتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے سے پہلے ساری دنیا ایسے دل کی

بیماریوں میں مبتلا تھی جو لاعلاج ہو چکے تھے، دل مسخ ہو گئے تھے، شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے، ہزاروں جہالت کی باتیں وبا عام کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، دفعتاً اقبال کا ستارہ چمکا اور اس نے ایسا نور ڈالا کہ سب کا علاج ہو گیا اور وہ جہاں ایسا ہے کہ لاکھوں عجائبات عالم اس میں موجود ہیں، دوزخ وہاں موجود ہے، جنت وہاں ہے۔ عالم ارواح وہیں ہیں پل صراط، میزان وہیں ہیں۔ ایسے عالم سے نیا اقبال تمہارے پاس پہونچا۔ صاحبو! معلوم ہے وہ نیا اقبال کیا ہے وہ قرآن ہے، آپ فرمائیں گے قرآن اقبال کیوں ہے۔ آپ کو اس کی قدر نہیں۔ ذرا اس دل جلے عاشق سے پوچھو کہ جس نے وصال کی سب تدبیریں کیں اور تھک گیا، محبوبہ کو خود رحم آگیا اس نے کہا میرے عاشق۔ ارے ان تدبیروں سے میں نہیں ملتی، میرے ملنے کی تدبیریں یہ ہیں اور ان کو لکھ کر بھیج دے سچ بتائیے وہ عاشق کیا کہے گا، یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔ ایسا ہی خدا کے عاشقو! تم نے بہت سر ٹکرایا۔ تم کو وصال خداوندی نہ ہوا۔ تمہارا نصیبہ جاگا۔ قرآن تم کو خدا کے وصال کی موثر تدبیریں سکھانے آیا ہے یا یوں سمجھو ایک شخص بادشاہ کا مصاحب بننا چاہتا ہے مگر جو تدبیر کرتا ہے اُلٹی، اگر کوئی وہ تدابیر بتلائے کہ جن پر عمل کر کے وہ مصاحب بن چکا ہو تو اس وقت وہ شخص کیا کہے گا۔ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

اسی طرح بیمار کو وہ نسخہ ملے کہ جس سے اس جیسے سینکڑوں شفا پا چکے ہوں، اور ان کو شفا پاتے ہوئے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو تو اس وقت وہ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

افسوس وہ بدنصیب اپنی محبوبہ کی بات نہ سن کر ان تدبیروں پر عمل نہ کرے تو اس کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے، اس سے ہزار حصہ بڑھ کر ہم خود کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان تدبیروں کو قصداً چھوڑ دیا ہے اور چھوڑتے جا رہے ہیں کہ جن میں خدا تعالےٰ نے اپنے وصال و قرب کی تدبیریں بتائی ہیں۔

صاحبو! قرآن نے کیا سکھلایا ہے۔ صرف دو چیزیں۔ ایک تو دنیا میں امن

کی زندگی بسر کریں۔

دوسرے[۲] خدائے تعالیٰ کے قریب ہیں اور اس کو راضی کریں، اب آپ کونسے طریقے پر عمل کر رہے ہیں۔ قرآن نے خدا کے قریب کے (۵) طریقے بتلائے ہیں:۔

[۱] عقائد میں توحید و رسالت کے متعلق جو کچھ بڑا کر رکھی ہے سب ہی جانتے ہیں۔

دوسرا[۲] جزء دیانات، ان کے متعلق معلوم ہے کہ روزہ کتنے ادا کرتے ہیں، نماز کتنے پڑھتے ہیں، حج کن کن نے ادا کیا ہے۔

تیسرا[۳] جزء معاملات کا ہے ان کو لوگوں نے بالکل خارج ہی سمجھ رکھا ہے انکے یہاں نہ بیع معدوم حرام ہے نہ معاملات میں سود حرام جس طرح ہو سکے بہت سا روپیہ سمیٹ لیا جائے کھانے میں گھی خوب ہو، کسی کی زمین غصب کر لی گئی ہو تو پرواہ نہیں، ڈگریاں مع سود کرائی جاتی ہیں۔ اس پر بھی کچھ غم نہیں، رہن کی آمدنی چکھ رہے ہیں کچھ فکر نہیں۔

چوتھا[۴] جزء معاشرت ہے، طرز زندگی کی جو درگت ہو رہی ہے اس سے سب ہی واقف ہیں شادی میں، غم میں جو جی چاہے کرتے ہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت، نہ فتویٰ لینے کی حاجت، جو کچھ عورتوں نے کہا وہ کر لیا۔ گویا عورتیں ہی شریعت کے مفتی ہیں۔

حدیث وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جن کی سردار عورت ہو۔

وضع دیکھو تو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ مسلمان ہو یا کوئی اور قوم کے فرد۔

پانچواں[۵] جزء اخلاق ہے، عوام تو عوام مولویوں کے، مشائخوں کے اسقدر اخلاق خراب ہیں کہ گویا شریعت کی ہوا لگی ہی نہیں۔

غرض کس کس بات پر روئیں، کسی نے عقائد درست کر بھی لئے تو اعمال خراب عقائد اور اعمال دونوں ہیں تو معاملات کا اہتمام نہیں، تینوں ہیں تو اخلاق ندارد۔ معاشرت بری۔ آداب معاشرت میں اس کا خیال رکھیں کہ اگر ویسا ہی برتاؤ خود کے ساتھ کیا جاوے تو دیکھیں کہ اس سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں۔ مثلاً رات کو اٹھے تو ایسا آہستہ اٹھیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اگر سفر میں جانے والے سے فرمائش کرو تو قیمت دے دو، یعنی فرمائش تو کر دی قیمت نہیں دیئے تو وہ کیا اپنے گھر سے خزانہ لے کر

چلا تھا اس کو کس قدر دقت ہو گی، دستی خط دیئے اب وہ بے چارہ اپنا وقت خراب کر کے اس کو ڈھونڈ نکالے اور خط پہونچائے۔ پھر فرمائش یہ کہ جواب لیتے آئے۔ غرض معاشرت ایسی ہونی چاہیے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہونچے اب بتائیے ان میں کونسی بات مشکل ہے
اے بسرا پردۂ یثرب بخواب ترجمہ: یثرب کی خوابگاہ میں آرام فرمانے والے حضور بیدار ہوئیے
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب ترجمہ: کیوں کہ مشرق اور مغرب تباہ ہو گیا ہے۔
مگر عمل کسی چیز پر نہیں، پھر ہم کس منہ سے کہیں کہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں۔
صاحبو! اگر کسی شخص کے پاس بہت سا مال ہو اس کو زمین میں دفن کیا تھا اس پر جن قابض ہو گئے اب یہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، بھیک لگ گئی ہے کیا ایسے شخص کو آپ مالدار کہیں گے، جیسے وہ مالدار ہے اسی طرح ہم صاحب قرآن ہیں، افسوس ہم نے ایسی عظیم الشان دولت چھوڑ دی، پھر لطف یہ کہ ہم کو ذرا بھی غم نہیں، اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔ "اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝" (پ۸۔ رکوع ۱۔ سورہ اعراف)
جو تمہارے پروردگار نے تم پر نازل کیا اس کی اتباع کرو، اوروں کی بات مت سنو بہت کم سمجھتے ہو، خدا کی مخالفت اور مخلوق کی موافقت یہ کس درجہ کی بے تمیزی ہے، کیا ہمارا اس آیت پر عمل ہے، کیا ہم اس کا الٹا نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا نظروں میں ایسی ہوئی ہے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ آخر میں فیصلہ خواہش نفسانی کی اتباع ہی کا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بھائی ہم گنہگار، بال بچے والے ہیں، ہم سے قرآن پر کیا عمل ہو سکتا ہے مگر افسوس یہ نہ سمجھا کہ رزاق تو وہی ہے، نافرمانی میں دیتے ہیں تو فرماں برداری میں کیوں نہیں دیں گے وہاں تو یہ حال ہے کہ اگر تم رو رو کر دعاء کرو کہ ہم کو رزق مت دو، تو تم سے اسی قدر محبت ہے کہ تمہاری دعاء قبول نہیں کریں گے۔ ہائے کتنی الٹی بات ہے کہ مالک خزانہ کو راضی کرنے سے خزانہ نہ ملے اور ناراض کرنے سے ملے۔
صاحبو! یہ اتباع تھی۔
حکایت ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، لوگ

(اِدھر اُدھر) پھر رہے تھے آپ نے فرمایا "اِجْلِسُوْا" (بیٹھ جاؤ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دروازہ پر تھے، سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے کہ حکم خواہ کسی کو دیا جائے پھر اسکی تعمیل کیوں نہ کیجائے

حکایت حضرت اویس قرنیؒ کو کس قدر اشتیاق ملاقات تھا، کیا عشق تھا کہ جب سنے کہ حضورؐ کا دندان مبارک شہید ہو گیا ہے تو اپنے سب دانت توڑ لئے کہ شاید حضورؐ کا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو یا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو حکم ہوا والدہ کی خدمت کرتے رہو صحابیت کے درجہ کو چھوڑ دیئے، مگر اتباع کو نہیں چھوڑے۔

صاحبو! اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن پر عمل کیوں چھوٹا، اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ مولوی، مشائخوں میں دینی جوش نہیں، خود کے واسطے غصہ آئے گا قرآن کے واسطے غصہ نہیں آئے گا۔ پہلے کے لوگوں کو خود کے لئے غصہ نہ آتا تھا قرآن کے لئے غصہ آتا تھا۔

حکایت ایک مولوی صاحب تھے، قرآن کا خلاف ہونے کی وجہ سے اس قدر بگڑتے تھے کہ جس کی وجہ سے وہ بدنام ہو گئے، غصہ والے مشہور ہو گئے۔ آخر شہید کر دیئے گئے، مگر خود کے واسطے کچھ بھی نہیں، ایک شخص نے بھرے مجمع میں ان سے کہا کہ میں سنا ہوں کہ آپ حرامی ہیں تو آپ مسکرا کر فرماتے ہیں آپ کو کسی نے غلط باور کرایا ہے، میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں۔ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ" شرعی مسئلہ ہے میں بھلا کیسے حرامی ہوتا وہ شخص دوڑ کر قدموں پر گر گیا اور توبہ کیا۔

مولوی مشائخ نہ خود عمل کریں نہ دوسروں سے عمل کرائیں تو پھر بتلائیے عوام کیسے قرآن پر عمل کریں۔ پہلے کے وہ مولوی تھے کہ جو بادشاہوں سے نہ ڈرے۔

حکایت شاہجہاں کو ریشم پہننے کا خیال ہوا، کیا بادشاہ تھے کہ قرآن کا خلاف کرنے سے یوں ڈرتے تھے، تنخواہ دار مولویوں سے حلال ہونے کا فتویٰ مانگا، انھوں نے حلال ہونے کا فتویٰ لکھ دیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ نہیں، ملا جیونؒ اگر دستخط کر دیں تب پہنوں گا۔ ملا جیونؒ کے پاس فتویٰ گیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ دہلی آکر جامع مسجد میں جواب دونگا آپ

دہلی تشریف لاکر جامع مسجد میں منبر پر بیٹھ کر فرمائے کہ گناہ کرنا اور ہے اور گناہ کو حلال سمجھنا اور ہے، اس لئے فتویٰ دینے والے علماء اور فتویٰ لینے والا بادشاہ سب کافر۔ بادشاہ یہ سُن کر غصہ میں آیا اور قتل کا حکم دیدیا، عالمگیر دوڑتے ہوئے گئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا بگاڑا ہے۔ پھر فرمایا اچھا پانی لاؤ تاکہ وضوء کرلوں ہم بھی تو ہتیار لگالیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلْوُضُوْءُ سَلَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (ترجمہ: وضوء مسلمان کا ہتیار ہے) ان حضرات کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیئے ہ

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات (ترجمہ: اس بدلہ ملنے والے جہاں میں، میں بہت تجربہ کرچکا ہوں) یا دردکشاں ہرکہ درافتاد برافتاد (کہ اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت کا درد رکھنے والوں کے ساتھ جو دست بگریباں ہوتا ہے وہ بری طرح برباد ہوتا ہے)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (ترجمہ: جو ہمارے کسی دوست سے عداوت رکھے تو میں اس سے جنگ کرنا چاہتا ہوں)۔

شاہجہاں یہ سن کر کانپ گئے اور کہا اب کیا کروں۔ عالمگیر نے کہا میرے ہاتھ سے خلعت بھیج دیجئے۔ بہت منّت کی، تب کہیں بات رفع دفع ہوئی۔ یہ لوگ مقتدا بننے کے قابل ہیں آج ایسے لوگ نہیں، اس لئے عمل قرآن پر نہیں۔

دوسری وجہ جو مسلمانوں کو غارت کر رہی ہے وہ وہ اشعار ہیں جو جی میں آیا کہدئیے عمل تو کرنا ہے نہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس بستی میں واعظ یا شاعر رحمت سناکر نڈر کر رہا ہو تو اس بستی سے شیطان چلا جاتا ہے، اب لوگ خوش ہو رہے ہوں گے مگر سنیئے شیطان کیوں چلا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا نائب بہکانے والا پیدا ہوگیا ہے اب مجھے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ رحمت کی آیتیں ان کے لئے ہیں جو مارے خوف کے کھانا پانی چھوڑدیئے ہوں جیسے صحابہ نہ کہ ہم جیسے غافل۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف یا عشق ومحبت میں جو اشعار ہیں، وہ قابل عمل ہیں۔ شاعر نے جو کچھ لکھا کم لکھا، حضرت اس سے بھی زائد ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل ہرگز نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں جنت کی ہم کو کیا پرواہ ہے

حکایت ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا کہ دس روپیوں سے مجبور ہو گیا ہوں دلا دیجئے۔ پھر بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتوں میں کہا کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ اور دوزخ کا کیا ڈر۔ دس روپے میں تو ان کو صبر نہ ہوا، اگر خدانخواستہ کل سب کو جنت دیجائے اور ان کو نہ ملے تو کیا ان کو صبر آئے گا۔ ابھی فوجداری مقدمہ ہو تو ہوش اڑ جاتے ہیں، پھر دوزخ کا خوف نہیں کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

قرآن تو جنت کو "فَوْزٌ عَظِیْمٌ" (بڑی کامیابی) فرما رہا ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ، اور کہتے ہیں کہ مجھے موت سے کیا ڈراتے ہو، موت سے تو وصال ہو گا۔ حالانکہ موت سے تو قرآن ڈرا رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ موت کا کیا ڈر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جو موت کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے وہ سب چھوڑ کر بے فکر ہو جاتا ہے ابھی موت آنے دو کونے کونے چھپتے پھرو گے۔

سنو صاحبو! ایک اور بات سنو۔ یہ مشہور بات ہے کہ جدھر رب ادھر سب۔

آج کل حج کا زمانہ ہے، حاجی چلے جا رہے ہیں، معلوم ہے آپ کو یہ کہاں جا رہے ہیں، یہ خانہ کعبہ کی زیارت کو چو طرف سے مسلمان چلے جا رہے ہیں کیا آپ کو یہ آرزو ہے کہ جیسے کعبہ کے طواف کے لئے لوگ تمام دنیا سے چلے آرہے ہیں ایسا ہی ہماری قبر کی زیارت کو تمام جہان کے فرشتے چلے آئیں تو وہ حدیث سنو جو خطیب اور ابو نعیمؒ امام سیوطی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن سنتے، سناتے رہو تو فرشتے تمہاری قبر کی زیارت کو ایسے آئیں گے جیسے لوگ کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں، اس سے زیادہ آپ کو کیا تمنا چاہتے ہیں۔ قرآن کعبہ سے بھی افضل ہے۔ کعبہ کی حفاظت ابابیل سے کی گئی، قرآن کی حفاظت خود رب جلیل فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ پ۱۴۔ رکوع۱۔ سورہ حجر

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم (ہی) اس کے محافظ ہیں۔

دارمی کی حدیث میں وارد ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کو ساری مخلوق سے زیادہ

پیارا ہے، اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سننا چاہتے ہیں تو قرآن پڑھو اور سنو۔ اگر خدا سے باتیں کرنا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو اور تراویح میں سنو۔ قیامت کے قریب قرآن اور کعبہ دونوں اس عالم سے اٹھالئے جائیں گے، غور کیجئے کہ جب یہ دونوں دنیا سے اٹھا لئے جائیں گے تو ان کو دنیا سے جدا کرنے والا کون ہے، اس وقت آپ کو دونوں کے مراتب کا فرق معلوم ہوگا۔ سنئے کعبہ کو ایک حبشی غلام حاکم ہونے کے بعد گرا کر زمین کے برابر کردیگا اور قرآن کو افسر ملائکہ یعنی جبرئیل امین علیہ السلام اٹھا کر لے جائیں گے۔

دوستو! سچ فرمائیے کہ کیا اس شان کا قرآن ہم کو صرف اس واسطے ملا ہے کہ ہم اسکو طاق میں رکھ چھوڑیں جو خدا کی نعمت کی قدر نہ کرے فرمائیے اس کی کیا سزا ہے؟ اس کی یہی سزا ہے کہ آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل وخوار کر دئیے جائیں، طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوجائیں، آخر دل ہی تو ہے، اسلئے اس وقت دو سوال آپ کے دل میں پیدا ہورہے ہوں گے:۔

پہلا تو یہ سوال آپ کا دل کر رہا ہوگا کہ بے شک قرآن پر عمل کرنا چاہئیے لیکن نفس وشیطان کی وجہ سے قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا، کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ قرآن پر عمل آسان ہوجائے۔ دوستو! میں کیا تدبیر بتلاؤں، قرآن میں خدا خود تدبیر بتلا رہا ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ چوبیس (۲۴) گھنٹوں میں سے بیس (۲۰) منٹ ہی سہی، سونے وقت ہی سہی، اس لئے کہ بستر پہ لیٹتے ہی نیند تو نہیں آیا کرتی، آتے آتے ہی آتی ہے، اس لئے اسی وقت یہ سوچا کرو، اور نفس سے کہا کرو کہ اے نفس تو کیوں ہلاک ہوتا ہے۔ قرآن شریف پر عمل نہ کرنے سے تجھے کچھ خبر بھی ہے، کیا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے، تو چاہتا ہے کہ دنیا میں اچھا رہے مگر یاد رکھ قرآن چھوڑنے سے تو کبھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ اگر نہیں سنا ہے تو پھر سن: كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿پ۸۔ رکوع۱۔ سورہ اعراف﴾

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا، اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہونچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ کلام الٰہی چھوڑنے والوں کو ہم نے تباہ وبرباد کر دیا اور کردیں گے، یکایک بلاؤں میں مبتلا کر دیا اور کردیں گے اور سزا دینگے

اے قرآن کے چھوڑنے والو! نفس اگر دنیا اچھی چاہتا ہے تو قرآن پر عمل کر، اس سے زیادہ اور واضح بات آپ کو سناؤں :۔

حدیث ایک روز کا واقعہ ہے کہ تمام کفارِ مکہ جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم کو تنگ کر دیئے ہیں، ہمارا مجمع پریشان ہو رہا ہے ہمارے معبودوں کی اہانت ہو رہی ہے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لالچ دلا کر راضی کر لیں گے، پھر وہ آئندہ کے لئے رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا کہ یہ بھی طالبِ دنیا ہیں، اس لئے اوروں کی طرح لالچ میں آجائیں گے۔ حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا آپ کا اس سے مقصود کیا ہے، اگر مال ہے تو ہم چندہ کر کے اس قدر مال دیتے ہیں کہ کوئی آپ کے برابر مالدار نہ رہے، اگر جاہ مطلوب ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سردار و مالک بنا لیتے ہیں۔ اگر عورتوں کی خواہش ہے تو نہایت خوبصورت عورتیں جن کی نظیر نہ ہو لا دیتے ہیں، آپ یہ سب خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے جب وہ سب کہہ چکا تو آپ اعوذ اور بسم اللہ کے بعد اس سورہ کی تلاوت شروع فرمائی "حٰمٓ ۚ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ (پ۲۴۔ رکوع۱ سورہ حٰم سجدہ)

ترجمہ: حٰم، یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں، پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۝ (پ۲۴۔ رکوع۲ سورہ حٰم سجدہ)

ترجمہ: پھر اگر دلائل توحید سن کر بھی یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شرک و کفر) کی بدولت آئی تھی۔ اگر یہ لوگ ہمارے قرآن کو نہ مانیں تو آپ کہدیجئے کہ میں تم کو ڈراتا ہوں کہ عاد و ثمود کی طرح کہیں تم پر بجلی کا عذاب نہ آجائے، وہ گھبرا گیا اور بھاگا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ حضرت جب "فَاِنْ اَعْرَضُوْا" کی آیت پڑھے تو مجھ پر ایسی ہیبت ہوئی کہ میں سمجھا کہ اب مجھ پر بجلی گری، اگر میں اور تھوڑی دیر بیٹھتا تو میں اپنا مذہب چھوڑ دیتا تھا۔

اے نفس! اب تیری سمجھ میں آیا یا نہیں کہ قرآن چھوڑنے سے دنیا میں بھی عذاب

آتا ہے، خیر دنیا تو یوں برباد ہو جائے گی۔ اے نفس! خوب سوچ کہ ایک دن تجھ کو دنیا چھوڑنا ہے اور قبر میں جانا ہے، قبر میں ایک دریچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تک کھولتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منھ دکھانا ہے، ایسے میں اگر قرآن آکر کہے کہ یا رسول اللہ یہ ظالم دنیا میں مجھ کو چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت کی اپنی حالت کو سوچو، پھر میدانِ حشر قائم ہوگا: "فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ٥" (پ۸۔ رکوع۱۔ سورۂ اعراف)

ترجمہ: پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

ہم امّت سے پوچھیں گے کہ کیوں کیا ہمارا قرآن تم کو ملا تھا، پیغمبر سے سوال ہوگا کہ کیوں کیا آپ ہمارا قرآن پہنچا دیئے تھے، حضور تو فرمادیں گے کہ الٰہی میں نے پہونچا دیا ہے، اب بتاؤ ہم کیا کہیں، اگر نہیں کہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا ہے اور اگر ہاں کہیں تو حکم ہوگا کہ پھر تم نے اس قرآن کے ساتھ کیا کیا۔

اے نفس! سچ بتا، اس وقت کیا جواب دے گا تھوڑی دیر کے لئے فرض کر کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے گا مگر وہاں تیری جھوٹ نہ چل سکے گی: "فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ٥" (پ۸۔ رکوع۱۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: (پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں) ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے ہم تم سے غائب نہیں ہیں، ہم تو تمہارے پاس ہر وقت موجود ہیں، ہم اپنے علم سے تم کو قائل کریں گے، لوح محفوظ دکھائیں گے، نامۂ اعمال سنائیں گے۔ اے نفس! تو کس کس کو جھٹلائیگا نبی کو، لوح محفوظ کو، نامۂ اعمال کو، فرشتوں کو، ہاتھ پاؤں کو، خود قرآن یا خدائے تعالیٰ کو۔

دیکھ ایسی شرمندگی کا وقت آنے والا ہے، اب بھی موقع ہے کہ قرآن شریف پر توعمل کرے ورنہ یاد رکھ اس پریشانی کے وقت جو میدانِ قیامت میں رہے گی، اُدھر میزان یعنے ترازو کھڑا کر دیجائے گی: "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج" (پ۸۔ رکوع۱۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا۔

اُس روز اعمال کا وزن ہوگا، ایک پلڑے میں نیکی اور دوسرے پلڑے میں بدی رکھی جائیگی "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝" (پ۸۔ رکوع۱۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: پھر جس شخص کا پلّہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

جن کے اعمال نیک کا پلڑا بھاری ہوگا ان کو چھٹکارا اور کامیابی ہے "وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ" (پ۸۔ رکوع۱۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا۔

جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا، وہ خسارہ میں پڑے گا، نقصان پائے گا۔ اے نفس! خسارہ اور نقصان کی وجہ بھی تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے "بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝"

ترجمہ: بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

ہمارے قرآن کی آیتوں پر ظلم کیے یعنی اس پر عمل نہ کیے کہ جس کی وجہ سے یہ خسارہ بھگتنا پڑے گا اور دوزخ میں جانا پڑے گا۔ او قرآن کو چھوڑنے والے، اے نفس سنا خدائے تعالےٰ کیا فرمارہا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے تو اُٹھ، سنبھل اور قرآن پر عمل کر، پھر دیکھ تیری نیکیوں کا پلڑا کس طرح بھاری ہوتا ہے، ترازو کے پاس ایک فرشتہ کھڑا رہیگا اور جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا اس سے کہے گا کہ تو نیک نصیب ہے اب کبھی بدنصیب نہ ہوگا، اور جس کی نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اس سے کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں بدنصیب ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوزخ کے فرشتے لپکیں گے۔

میزان

حدیث جب میزان بنائی گئی اور فرشتوں نے دیکھا کہ اس قدر بڑی ہے کہ جس میں زمین اور آسمان تل سکیں، تب کہا کہ الٰہی! اس میں کیا چیز تولی جائے گی اتنی نیکیاں کہاں سے آئیں گی، ارشاد خداوندی ہوا کہ تولی کے وقت دیکھ لینا۔

اے نفس! فرشتوں کو بھی حیرت تھی اگر تو نیکیوں کے پلڑے کو بھرنا چاہتا ہے تو قرآن پر عمل کر کیونکہ ارشاد ہوتا ہے۔

حدیث اگر تم نیکوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، قیامت کی گرمی کے دن سایہ، اور گمراہی سے ہدایت چاہتے ہو تو ہمیشہ قرآن پر عمل کرو پڑھو، سنو،

یہ کلام الٰہی شیطان سے محفوظ رہنے کا قلعہ اور میزان کا جھکا دینے والا ہے۔

حدیث دو کلمے ہیں، خدا کے پیارے، زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری، وہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" ہے۔

حدیث ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ذکر کیا کہ الٰہی مجھے کوئی ایسی بات سکھا کہ جس سے میں تیرا ذکر کروں فرمایا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی! یہ تو تیرے سب بندے کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ کو کوئی خاص ذکر بتلا، حکم ہوا موسیٰ! تیرا خیال کدھر ہے، اگر ساتوں آسمان اور ان کے محافظ فرشتے سوائے میرے اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک پلڑے میں تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کیا میں تم کو دو باتیں تبلاؤں کہ جو عمل کرنے میں ہلکے اور میزان میں بھاری، (وہ یہ ہیں) (۱) حسن خلق (۲) خاموشی۔

حدیث اہل وعیال کا نفقہ میزان میں رکھا جائے گا تاکہ نیکی کا پلڑا بھاری ہو۔

حدیث ایک شخص کے مختصر اعمال رہیں گے، اس لئے وہ میدان قیامت میں گھبرائے گا اتنے میں ابر کی طرح کوئی چیز آکر میزان میں گرے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ (دنیا میں) تو جو خیر کی تعلیم دیا کرتا تھا یہ اس کا ثواب ہے۔

حدیث میدان قیامت میں حضرت آدم علیہ السلام عرش کے پہلو میں کھڑے ہونگے دو سبز کپڑے ان کے جسم پر ہوں گے اور دیکھتے ہوں گے کہ کون ان کی اولاد میں سے دوزخ میں ڈالا جاتا ہے، یکایک آپ کیا دیکھیں گے ایک امتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ کی طرف جا رہا ہے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے یا احمدؐ! آپ فرمائیں گے لبیک، آدم علیہ السلام فرمائیں گے دیکھئے آپ کی امت کا ایک شخص دوزخ میں جا رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں دامن کمر پر کس کر دوزخ کے فرشتوں کی طرف لپکوں گا اور کہوں گا کہ اے میرے رب کے فرشتو! ذرا ٹھیرو، فرشتے کہیں گے کہ ہم سخت اور سنگ دل ہیں اللہ کے حکم کا خلاف نہیں کر سکتے۔ آپ مایوس ہو کر بائیں ہاتھ سے پیشانی مبارک پکڑ لیں گے،

اور عرش کی طرف منہ کر کے کہیں گے کہ اے رب! مجھے وعدہ کے موافق امت کے بارے میں رسوا نہ کر، خدائے تعالیٰ عرش سے ارشاد فرمائے گا اور یہ آواز آئے گی "اَطِیْعُوْا مُحَمَّدًا" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرو، اس گنہگار کو لاؤ میں اپنے حبیب کے پاس سے انگل بھر کا کاغذ نکالوں گا، نیکی کے پلڑے میں بسم اللہ کہہ کر رکھدوں گا۔ اس کے ساتھ ہی نیکیاں بھاری ہوجائیں گی تب پکارنے والا پکارے گا کہ یہ نیک نصیب ہوا اسکو جنت میں لے جاؤ۔ وہ کہے گا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان! کیا اچھا آپ کا چہرہ ہے اور کیا اچھے آپ کے اخلاق ہیں، اس بے کسی میں آپ مدد فرماتے ہیں، آپ کون ہیں میں کہونگا "اَنَا نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ وَھٰذِہٖ صَلٰوتُكَ الَّتِیْ تُصَلِّیْھَا عَلَیَّ"۔

ترجمہ: میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہوں اور یہ کاغذ کا ٹکڑا جو میں نیکی کے پلڑے میں ڈالا وہ تیرا درود شریف تھا جو تو دنیا میں پڑھا تھا مجھ پر۔

حدیث شہیدوں کے خون سے علماء کی سیاہی بڑھ جائے گی۔

حدیث ایک شخص حضرت کے پاس خوفِ الٰہی سے رو رہا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا سب اعمال تولے جائیں گے مگر آنسوؤں کا تولنا کیا ہے، بس اس سے دوزخ کی آگ بجھائی جائے گی۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بدی کا پلڑا بھاری ہو رہا تھا کہ یکایک اس نے دیکھا کہ ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں گری اور اس کو بھاری کردی اور کسی نے کہا کہ یہ وہ مٹی ہے، کہ جو تو ایک مسلمان کو دفن کے وقت اس کی قبر پر ڈالا تھا۔

حدیث ایک شخص کے میدانِ قیامت میں نیکی اور بدی کے دونوں پلڑے برابر ہونگے، ایک کلمہ بدی کے پلڑے میں گرے گا اور برائی بڑھ جائے گی اور اس کو دوزخ کی طرف لیجائیں گے وہ کلمہ کیا ہوگا، وہ کلمہ اُف ہوگا، جو اس نے ماں باپ کو کہا تھا۔ باپ بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی طرف جا رہا ہوگا، بیٹا کہے گا کہ آخر میں تو دوزخ کی طرف جا رہا ہوں، اس لئے میری نیکیاں میرے باپ کو دیجئے اور ان کو جنت میں بھیج دیجئے۔ حکم ہوگا دنیا میں عاق تھا اور آخرت میں فرماں بردار۔ جاؤ دونوں جنت میں جاؤ۔

حدیث بہت سی نیکیاں پلڑے میزان میں واپس کردی جائیں گی، فرشتے عرض کرینگے الٰہی! ہم نے جو دیکھا وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا، اس لئے ان کو نیکیوں کے پلڑے میں ڈالئے۔ حکم ہوگا یہ نیکیاں میرے لئے نہ تھیں، ریا کے لئے تھیں (اس لئے واپس کردی جائیں گی)

صاحبو! مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ قیامت بڑی پریشانی کا دن ہے، اس دن اس شخص کو آرام ملے گا کہ جس سے قرآن راضی رہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ۝" (پ۱۹۔ رکوع۲۔ سورہ فرقان) ترجمہ: اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظرانداز کردیا۔

تو اس وقت کوئی نیکی میزان میں کام نہ آئے گی۔

غرض اس طرح آپ روزانہ سوچئے تو ان شاء اللہ قرآن پر عمل آسان ہوگا۔

دوسرا سوال۔ یہ دل میں آتا ہوگا کہ قرآن پر ہم کیسے عمل کریں؟ عربی آتی نہیں، اس سے واقف نہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ قرآن سنتے سناتے رہو، اور ساری فقہ عمل قرآن ہے، جو کرو یا کہو اس کے بارے میں پوچھ لو اس کا کیا مسئلہ ہے، اس طرح قرآن کے آپ عامل ہوجائیں گے

تراویح۔ فضائل قرآن غرض صاحبو! ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ" (پ۹۔ رکوع۱۔ سورہ انفال، ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سچے اور پکے مسلمانوں کی نشانیاں بیان فرماتا ہے، ان نشانیوں کو سنیئے اور پھر ہماری حالت پر غور کیجئے۔ نہ عقائد کی پرواہ ہے نہ اعمال کی فکر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مسلمانو! پانچ وقت نماز پڑھو۔ گو زبان سے نہ کہیں مگر اپنی حالت سے تو مسلمان کہتے ہیں کہ نہیں پڑھتے۔ اگر اس طرح نہیں کہتے تو پھر نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں کہا جاتا ہے کہ روزہ رکھو، پھر نہیں رکھتے۔ کہا جاتا ہے کہ تراویح

پڑھو، یہ نہیں پڑھتے۔ اگر آپ کا بھی نوکر آپ کی ہر بات پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کو نوکر سمجھیں گے، اسی طرح خدائے تعالیٰ کی ہر بات پر عمل نہ کرکے پھر کس طرح مسلمان سمجھے جائیں پھر لطف یہ ہے کہ جو جس حال میں ہے اس کو برا نہیں سمجھتا۔ بے نمازی کہتے ہیں کہ کیا نماز نہیں پڑھے تو مسلمان نہیں رہتے۔ اور بے روزہ دار کہتے ہیں کہ کیا روزہ نہیں رہے تو مسلمان نہیں رہتے۔ مسلمانی کی ایک بات بھی نہ کریں، ایک عمل بھی نہ کریں، پھر مسلمان کے مسلمان اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ٥ (پ۹۔ رکوع۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

جو خدا اور رسول کا حکم نہ مانے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سچا مسلمان نہ سمجھا جاتا تھا۔ جنگ تبوک کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو حضرت کی اطاعت نہ کرنے کے لئے یہ حیلہ کئے کہ" لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ" (پ۱۰۔ رکوع۱۱۔ سورہ توبہ)۔

یہ گرمی کا موسم ہے ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں قُلْ حکم ہوا آپ ان سے کہدیجئے "نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ٥" (پ۱۰۔ رکوع۱۱۔ سورہ توبہ)۔

معلوم ہے دوزخ کی آگ کیسی آگ ہے، یہ دنیا کی آگ، دن میں (۷۰) ستر مرتبہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتی ہے، پھر غور کیجئے وہ کیسی آگ ہو گی، جب یہاں کی گرمی کی برداشت نہیں ہے، گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا، تو کل دوزخ کی آگ کو کس طرح برداشت کروگے کچھ تو سمجھو

اسی طرح بے روزہ دار کہتے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے ان سے کہئے "نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ٥" (پ۱۰۔ رکوع۱۱۔ توبہ)

جب یہاں گرمی کی شدت برداشت نہیں کرسکتے، روزہ نہیں رکھا جاتا تو کل دوزخ کی آگ اور وہاں کی بھوک اور پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کروگے کچھ تو سمجھئے۔

روزہ کی برکات

افسوس! لوگوں نے گرمی کو دیکھا، بھوک پیاس کو دیکھا مگر روزہ کے فائدوں کو نہ دیکھا گنتی کے چند روز جو دیکھتے دیکھتے ختم ہوجاتے ہیں۔

روزہ میں دن میں حلال چیزوں سے روکا جاتا ہے، رات کو اجازت ہے، دن کے

وقت ترستے ہیں، حکم ہوتا ہے، خیر دار نہ کھائیں، یہ نفس پر بے حد شاق گذرتا ہے نفس تلملاتا ہے، مگر حکم ہے اس لئے رکتا ہے، نفس کو رکنے کی عادت پڑجاتی ہے رکنے کی مشق ہوجاتی ہے، پھر برائیوں سے رکنا آسان ہوجاتا ہے شیطان مایوس ہوجاتا ہے کہ یہ بندہ صرف خدا کا حکم ہونے کی وجہ سے حلال چیزوں سے رک رہا ہے تو یہ حرام امور میں میری کیا اطاعت کرے گا۔

صاحبو! آپ نے غور کیا کہ آپ سے جو روزہ رکھا رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے سنئے۔ آپ کا دل بیمار ہوگیا ہے اور روزہ اس کی دوا ہے۔ کم سمجھ بچہ ماں کو دشمن سمجھتا ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے مگر یہ بچہ کی حماقت ہے بلکہ ماں کی محبت کا تقاضہ ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے تاکہ صحت ہوجائے، ہمارا دل اور روح جب دنیا میں آئے تھے تو تندرست تھے یہاں آکر بیمار ہوگئے ہیں، خدا چاہتا ہے کہ روح و دل کو صحت ہوجائے، اس لئے روزہ کی دوا تجویز کی گئی۔ ہائے کس محبت سے روزہ کی دوا پلاتے ہیں۔ جیسے کوئی محبت بھری ماں بچہ کو کہتی ہے کہ میاں تم دوا پی لو، ہم تم کو ایک روپیہ دیں گے، ایسا ہی روزہ کی دوا پلاتے ہیں، تاکہ بندہ کو صحت ہو، مگر صرف دوا نہیں پلاتے بلکہ یہ کہتے جاتے ہیں، مسلمانو! یہ روزہ کی دوا پی لو، ہم تم کو جنت دیتے ہیں، حور دیتے ہیں خود اپنے آپ کو دیتے ہیں، عقلمند بچہ سمجھتا ہے کہ پینا تو ضرور ہے ورنہ روپیہ بھی جائے گا اور دوا پینا ضرور پڑے گا۔ اسی طرح سمجھ دار مسلمان سمجھتا ہے کہ روزہ رہنا تو ضروری ہے ورنہ اس کا اخروی نفع جو اوپر مذکور ہوا جاتا رہے گا، اس کے بارے میں مزید کچھ سنئے:۔

حدیث معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو قوی ہیکل تھا اس کے (۷۰) ہزار سر تھے اور ہر سر میں (۷۰) ہزار زبان اس کی تسبیح کی خوش الحانی سے عرش کو حرکت ہوتی ہے۔ عرش کے سیدھی طرف اس کا مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس فرشتہ کو صرف اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تسبیح کرے اور اس کا ثواب آپ کی امت کے روزہ داروں کو دیا جائے گا، اور اس کے سامنے ایک صندوق ہے، اس پر نور کا قفل

پڑا ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے۔

عرض کئے فرشتے اس میں آپ کے روزہ داروں کی دوزخ سے برات لکھ کر رکھتے ہیں، مبارک ہو آپ کو اور آپ کی امت کو۔

حدیث جب قیامت قائم ہو گی، لوگ قبروں سے اٹھیں گے حکم ہو گا دارو غہ جنت کو کہ رضوان! میں نے روزہ داروں کو قبر سے اٹھایا ہے، میرے واسطے وہ بھوکے پیاسے رہے تھے، ان کو جنت میں آنے کا انتظار ست کراؤ، یہیں میدان قیامت میں کھانے چلو۔ تب رضوان آواز دیتے ہی بے گنتی غلمان جمع ہو جائیں گے، میوے، کھانے، شربت وغیرہ لے کر حاضر ہوں گے۔ ایک ایک شخص کی خاطر کر کے رضوان کہیں گے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ آیۃ ۲۹ رکوع ا۔ سورہ الحاقہ) ترجمہ (اور حکم ہو گا کہ) کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا) میں کئے تھے۔

غرض صرف روزہ کا حکم نہیں دیتے، روزہ کا حکم دے کر اس طرح کی ہزاروں چیزیں دیتے ہیں، کوئی بدنصیب اس پر بھی روزہ نہ رہے تو حضور فرماتے ہیں ذلیل ہوئے رسوا ہوئے، خراب ہوئے۔ صحابہ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ! آپ فرمائے کہ جس کے پاس رمضان آئیں اور وہ ان کی قدر کر کے اپنی مغفرت نہ کرائے۔

سب سے بڑا فائدہ روزوں کا یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کی پہلی علامت اسی روزہ کی برکت سے حاصل ہوتی ہے، دل کا زنگ دور ہونے اور نفس اپنی شرارت سے باز آنے کیلئے روزہ ایک خاص نسخہ ہے، اسی لئے روزہ میں اعمال خیر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، کیسا ہی شخص ہو ضرور کچھ نہ کچھ نیک کام کرتا ہے، بشرطیکہ دل پر طبع وختم (مہر) نہ ہو گیا ہو۔ ورنہ نہ وہ روزہ رکھے گا نہ نیکی کی توفیق ہو گی۔

حدیث خدائے تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور کہا آگے آ، وہ آگے آ گئی۔ پھر کہا پیچھے ہٹ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر عقل سے کہا کہ میں نے تیرے سے زیادہ کوئی چیز معظم و مکرم نہیں

پیدا کی، پھر نفس کو پیدا کیا اور کہا آگے آ، آگے نہ آئی، تب کہا پیچھے ہٹ، پیچھے نہ ہٹی، دوزخ سے ڈرایا، وہ مخالفت ہی کرتی رہی۔ بھوک پیاس کی تکلیف دیا فوراً اطاعت کرنے لگی۔

دوزخ سے ڈرانے سے وہ کام نہ نکلا جو بھوکا پیاسا رکھنے سے نکلا، اس لئے روزہ مقرر کیا، تاکہ نفس کی حرارت چھوٹے، دوزخ سے جو کام نہ ہو سکا تھا وہ اصلاحِ نفس کا کام رمضان المبارک سے نکلا، نفس کی صفائی اسی رمضان المبارک سے ہوتی ہے، دل کی نرمی اسی رمضان المبارک سے پیدا ہوتی ہے، پھر سچے اور پکے مسلمانوں کی پہلی علامت پیدا ہو جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ بدپرہیزی سے نفع ضائع کرتے رہیں، بدپرہیزی کا ذکر عنقریب کرتا ہوں۔ اس آیت شریف میں ارشاد ہوتا ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (پ۹۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے اس کے پیارے نام سے کچھ ایسی عظمت ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت اور خوف کا کچھ ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کانپ جاتے ہیں، نافرمانی کو رہا ہے مگر خدا کا نام لیتے ہی فوراً باز آجاتا ہے۔

حدیث شریف جب کسی بندے کے روئیں، خدا کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے، اور اللہ تعالیٰ اس پر آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

حکایت ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ کو اس کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیسی گذری، اس نے کہا کہ خدا نے بخش دیا۔ انھوں نے کہا کہ کونسا عمل کام آیا۔ شائد نہر زبیدہ جو آپ مکہ میں کھدوائے تھے کام آئی، اس نے کہا نہیں بلکہ وہ عمل تو لوگوں میں بٹ گیا جن جن کا روپیہ خزانہ میں آکر نہر بنانے میں خرچ ہوا تھا اس کا ثواب انھیں کو مل گیا۔ پھر کہا سنئے، میری بخشش کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ میں اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی اور شراب پی رہی تھی، جام شراب میرے ہاتھ میں تھا میں اس کو منھ سے لگاتی تھی کہ عین اسی وقت اذان کی آواز اللہ اکبر اللہ اکبر کان میں آئی، یہ آواز سنتے ہی کان آواز کی طرف متوجہ ہوئے

وہ نام کانوں کے راستہ سے دل میں پہنچا، نام کی عظمت سے دل لرز گیا، کانپ اٹھا، فوراً میں نے
شراب کا پیالہ ہاتھ سے گرا دیا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ زید
تو وہی ہے ناکہ جو تو نے ہمارے نام کی عظمت سے شراب کو دور کر دی تھی آج ہم تیرے سے اپنے
عذابوں کو دور کرتے ہیں۔

قرآن کا اثر

دوسری علامت سچے اور پکے مسلمانوں کی یہ ہے کہ " وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ
زَادَتْهُمْ إِيمَانًا " (پ۹۔ رکوع۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ: اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ (آیتیں) ان کے
ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں۔

جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے قلب
میں ایک اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
فرمایا ہے کہ ایمان ایک نور ہے جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر نور ایمان
اس دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن
بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی اس دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ
قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حکایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے بہت مجبور کیا اور نماز میں
قرآن پڑھنے سے منع کیا، روح کی غذا ہی بند ہو جائے تو زندگی کیسے ہو؟ آپ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر ملک حبش کی طرف ہجرت کئے، راستہ میں
ربیعہ کافر ملا۔ عرض کیا ابوبکرؓ! کہاں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا
اب دور کہیں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ جہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کروں، اور اطمینان سے
قرآن پڑھوں، ربیعہ نے کہا کہ آپ جیسا مبارک شخص اس قابل نہیں ہے کہ وطن سے نکالا جائے
آپ کے اخلاق، آپ کی صلہ رحمی، بیوہ یتیم کی پرورش وغیرہ اعلیٰ درجہ کے صفات آپ میں
ہیں، آپ میرے امان میں آئیے اور گھر چل کر خوشی سے عبادت کیجئے، حضرت ابوبکرؓ اس کے
ساتھ واپس ہوئے، ایک دن آپ گھر کے باہر موسم گرما میں ایک جگہ متعین کر کے تہجد کی نماز

پڑھنے لگے، تہجد کی نماز میں آپ قرآن بہت پڑھتے تھے، پڑھتے جاتے تھے اور خوف الہٰی سے روتے جاتے تھے، ایک صدیق اکبرؓ کی نماز ہے، پھر نماز میں قرآن، پھر قرآن پڑھتے ہوئے خوف الہٰی سے روتے جانا، یہ بہت سی بجلیاں جمع ہو گئیں، آپ کی آواز سن کر مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمع ہونے لگے، قرآن مجید نے انکے دل میں اثر کرنا شروع کیا، کفار گھبرائے اور ربیعہ کے پاس دوڑے آئے کہ ربیعہ واہ، واہ، خوب بلا مول لائے، قرآن پڑھتے ہیں یا جادو کرتے ہیں کہ ہماری عورتیں، بچے اور غلام سب کے سب مسلمان ہو جانے کی نوبت آ گئی ہے جلدی اس کا انتظام کرو، ابوبکرؓ کو منع کرو کہ گھر کے باہر نماز نہ پڑھیں، ربیعہ نے کہا ابوبکر یا تو قرآن گھر میں پڑھو، یا میرا امان واپس کر دو، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تیرا امان تجھ کو واپس کرتا ہوں۔ خدا کا امان مجھے بس ہے۔

یہ ہے قرآن، یہ ہے اس کی تلاوت جو ایمان مضبوط کرتی ہے۔ ہائے کیا مزہ آتا ہوگا کہ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے تھے مگر نماز میں قرآن پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے، یہی قرآن ہے کہ جس کی تلاوت نے ایمان بڑھاتے بڑھاتے اس درجہ تک پہونچا یا۔

حدیث حضرت فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میری تمام امت کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلڑا جھک جائیگا

اس قرآن کے پڑھنے میں وہ مزہ آتا ہے کہ جانیں تک اس سلسلہ میں ختم ہو گئی ہیں۔

حکایت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں کھانا پکانے کے لئے مجھ کو ایک باندی کی ضرورت ہوئی، اس لئے آپ بازار گئے، اتفاق سے ایک ایسی باندی ملی کہ جس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے فراق میں جلی بھنی ہوئی ہے، آپ اس کو خرید لائے، دن تو گذرا اور جب رات ہوئی تو اس اللہ کی بندی نے نماز کی نیت باندھ لی، اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کو اس نے اس خوبی سے تلاوت کیا کہ ہم کبھی نہیں سنے تھے اور دوسری رکعت میں آل عمران، تیسری رکعت میں سورہ نساء، غرض ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ اس نے تلاوت کیا، جب سورہ ابراہیم کے اس مقام پر پہونچی کہ جہاں دوزخیوں کا ذکر ہے " وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ " بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی

سب لوگ اس کو اٹھانے کے لئے دوڑے مگر وہاں رکھا ہی کیا تھا گرتے ہی کام تمام ہوگیا تھا مردہ پڑا ہوا تھا۔

ف۔ ہائے! اس قرآن کے مزہ نے جان تک لے لی۔

حدیث جب رات کے وقت نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے کو آتے ہیں، اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب قرآن سننے اور اُن کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔

امام احمد حنبلؒ خواب میں اللہ تعالےٰ کو دیکھے عرض کئے الٰہی! کونسی ایسی عبادت ہے کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ تیرا مقرب بنتا ہے۔ ارشاد ہوا تلاوت قرآن سے، عرض کئے۔ سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھے تلاوت سے، ارشاد باری تعالےٰ ہوا کہ بندہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے، دونوں طرح کا پڑھنا مقرب بناتا ہے اور ہر حرف کے بدلے (۱۰۰) نیکیاں اور اتنے ہی درجے ملتے ہیں، اتنے ہی گناہ مٹائے جاتے ہیں، قرآن مجید کے کل حروف ایک کروڑ (۲۷) ہزار ہیں۔ صاحبو! اس سے اندازہ لگائیے کہ کتنی نیکیاں ملیں گی اور کتنے گناہ مٹائے جائیں گے۔ اس طرح کی نعمت بٹتی ہے، آؤ لو، اور جو اس نعمت کو لے رہے ہیں، ان کو مبارک ہو، خدائے تعالےٰ کا اس امت پر کس قدر احسان ہے کہ اس اس امت کے لئے کیسے کیسے گل وریحان تیار کئے ہیں، کوئی کچھ خدمت کر رہا ہے اور کوئی کچھ، ایک حافظِ قرآن ہی کو لیجئے اگر یہ نہ ہوتے تو کیا ہم اس نعمت کو حاصل کر سکتے تھے اس لئے ارشاد ہے:۔

حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کے نزدیک حافظِ قرآن سے زیادہ کسی کی عزت نہیں ہے۔

غرض پیغمبروں کے بعد حافظِ قرآن کا مرتبہ اور درجہ ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے روزہ کہے گا کہ میں نے دن کو کھانا پانی چھڑایا تھا، اس لئے اے خدا اسکے

حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس کے بعد قرآن شریف عرض کریں گے الٰہی! میں نے رات کو اس کی نیند چھڑائی تھی، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اللہ تعالےٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

اس لئے تراویح میں پورا قرآن سننا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک بزرگ اس کے عجیب معنی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" (پ۴۔ رکوع ۱۲۔ سورہ آل عمران)

ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو۔

کیوں فرمائے ہیں، اس لئے کہ تم یہ کام (تلاوت قرآن) ادا کرتے ہو، منجملہ اور آیتوں کے یہ بھی ہے کہ "یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ" (پ۴۔ رکوع ۱۲۔ سورہ آل عمران)

ترجمہ: اللہ کی آیتیں (اوقات شب) میں پڑھتے ہیں۔

اور یہ بھی ہے "وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ" (پ۴۔ رکوع ۱۔ سورہ آل عمران)

ترجمہ: اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور آخر میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ" (پ۴۔ رکوع ۱۲۔ آل عمران)

ترجمہ: اور یہ لوگ شایستہ لوگوں میں سے ہیں۔

یعنی خدا ان کی فضیلت کا قائل ہے کہ وہ لوگ جو نماز میں قرآن پڑھتے ہیں وہ سب اچھے اور لائق ہیں، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔

حدیث "اُعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ"

ترجمہ: نیک بندوں کے لئے جنت جو تیار کی گئی، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے قلب میں اس کا وہم و گمان تک آیا۔

ذرا اہل دل سے پوچھو کہ "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" میں کیا مزہ ہے، اگر محبوب خود کہے کہ بہت اچھا آدمی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ہونا چاہیئے۔

رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے صاحبو! رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے اس کی تفصیل سنیئے:

اصلاح نفس کا نام ہی مجاہدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر مجاہدہ کے کسی قابل نہیں بنتی، پھر تو اے غافل انسان! کیسے بغیر مجاہدہ کے کسی قابل بنے گا۔ مثلاً باز ایک وحشی پرندہ ہے اور انسان سے بھاگتا ہے، آپ اس کو جب شکار کے لئے تیار کراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ آپ کا فرماں بردار ہو تو پہلے اس باز کو ایک بند کمرہ میں رکھتے ہیں اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی تمام پہلی کیفیت بھول جائے۔ پھر اس کو تھوڑا تھوڑا گوشت دے کر خود سے انست پیدا کرتے ہیں، اور اس بات کی عادت ڈالتے ہیں کہ جب مالک کی آواز سنے فوراً آجائے، اس مجاہدہ سے باز کی فطرت تو نہیں بدلتی لیکن صرف اتنا ہوتا ہے کہ پہلے وہ اپنی رائے سے شکار کرتا تھا، اب مالک کا تابعدار بن کر شکار کرتا ہے اور اس مجاہدہ کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر رہتا ہے، اگر باز وہ مشقت نہ اٹھاتا تو کیا اس کی اصلاح ہوتی تھی، اسی طرح نفس ایک وحشی جانور ہے، اپنے مالک خدا سے اس کو الفت نہیں ہے، مالک کے ذکر سے اسکو انست نہیں ہے، اس لئے نفس کو اول خلوت اور گوشہ نشینی میں رکھ کر پچھلی عادتیں چھڑاتے ہیں جس سے سمع و بصر کی حفاظت ہوتی ہے، پھر خدا کے ذکر کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالتے ہیں تاکہ اس کو اپنے مالک سے الفت ہو جائے، محبت ہو جائے، پہلے جس طرح دنیا سے انست تھی، دیگر خواہشات سے الفت تھی اسی طرح اب خدا سے انست ہونے لگے گی، اسی کا نام مجاہدہ ہے، بغیر مجاہدہ کے نفس راستہ پر نہیں آتا، اور اس بات کو تمام مذاہب کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے نفس کی اصلاح کے لئے بڑے بڑے مجاہدے مقرر کئے ہیں، پیغمبروں نے بھی حسب مصلحت زمانہ اپنی اپنی امت کے لئے مجاہدہ بتلائے ہیں مگر وہ مجاہدے ہر انسان کے موافق نہیں، مثلاً سادھو جو مجاہدے کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کرسکتا، اور نہ وہ ہر زمانہ کے موافق ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجاہدہ بتلانے والا آئے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق ہو۔ چنانچہ خدا کی شفقت و مہربانی سے آخر زمانہ میں اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ایسا مجاہدہ بتلایا جو ہر زمانہ اور ہر انسان کے موافق ہے، ایسے آسان مجاہدہ سے جو بھاگے اس سے بڑھ کر کوئی کم نصیب نہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ یہ مجاہدہ گلے نہ پڑے۔

حکایت ایک شخص نے سنا تھا کہ اگر رمضان کا چاند دیکھیں تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہیں دیکھتے، پھر روزہ کیوں فرض ہو گا۔ اس لئے جس روز چاند رات تھی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا، اور کھانا، پینا، پیشاب، پائخانہ وغیرہ گھر میں اندر ہی کرتا رہا۔ ایک روز اس کی بیوی نے کہا کم بخت یہ کیا آفت و نحوست ہے کہ گھر ہی میں ضرورت سے فارغ ہو رہا ہے، جا باہر نکل، وہ ڈرتے ڈرتے منھ کو ہاتھ سے اور سر کو کپڑے سے ڈھانک کر باہر گیا کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اور روزے گلے پڑتے ہیں، جب جنگل میں پائخانہ سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے سر نیچا کر کے تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے نیچی نگاہ کر کے آنکھیں کھولا تو پانی میں چاند نظر آگیا تو اس نے غصہ میں آکر یوں کہا کہ یوں کیوں نظر آتا ہے آنکھوں میں گھس جا پھر خوب روزہ فرض ہوتا ہے۔

جیسے یہ روزہ فرض ہونے سے ڈر رہا تھا، جان بچا رہا تھا، ایسا ہی ہم جان بچا رہے ہیں، اس پر ہم کو ہنسی آتی ہے، اس سے زیادہ ہنسی ہم پر آنی چاہئے اب تو جناب عقل کا زمانہ ہے۔ عقل کیا **اَکَل** کا زمانہ ہے، یہ پیٹ بھری چالیں ہیں۔

صاحبو! آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آج کل اسلام کے احکام مٹانے کے لئے کمیٹیاں ہو رہی ہیں، ایک کمیٹی میں یہ ظالم مشورہ کرتے ہیں کہ اب رمضان کی ضرورت نہیں، وہ لوگ غیر مہذب تھے، ان کو مہذب بننے کے لئے روزہ کی ضرورت تھی، ہم خود مہذب ہیں۔ ہم کو کیا ضرورت ہے کیا خوب، اپنے منھ میاں مٹھو، اور خود کو مہذب سمجھنے لگے، حالانکہ آپ میں درندہ پن موجود ہے، کتا پن موجود ہے اور شیطان مجسم بنے ہوئے ہیں، اور پھر مہذب کے مہذب۔ ان کی عقل پر ایک قصہ یاد آیا سنئے:۔

حکایت ایک احمق کے اونٹ پر گونیاں بھری ہوئی تھیں، وہاں ایک عقلمند بھی پیدل چل رہا تھا۔ عقلمند نے پوچھا کہ ان گونیوں میں کیا ہے، احمق نے کہا کہ ایک طرف گیہوں ہے اور دوسری طرف ریتی۔ عقلمند نے پوچھا کہ ریتی کیوں بھرا ہے، تو احمق نے کہا کہ پھر دونوں طرف کا وزن کیسے برابر ہو گا؟ عقلمند نے کہا کہ ریتی نکال دے اور آدھے گیہوں ایک طرف اور آدھے گیہوں دوسری طرف بھر دے کہ اس سے اونٹ کو آرام ملے گا۔ یہ بات احمق کی

سمجھ میں آگئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے خوش ہو کر عقلمند سے کہا کہ تم بھی میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ، اور بہت اصرار کر کے عقلمند کو اونٹ پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمق کو خیال آیا کہ باوجود احمق ہونے کے میں ایک اونٹ کا مالک ہوں تو یہ تو عقلمند ہے اس لئے خدا جانے اس کے پاس کتنے جانور ہوں گے، اس لئے عقلمند سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں، عقلمند نے کہا کہ ایک بھی نہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر پوچھا کہ کتنی بکریاں ہیں کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر اس نے پوچھا کہ آخر کیا ہے، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر احمق نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میرے اونٹ سے اتر جائیے، میں آپ کے اس مشورہ سے باز آیا آپ کی عقل نہایت منحوس ہے جو آپکو افلاس سے نہ نکال سکی، ایسا نہ ہو کہ آپ کے عقل کی نحوست سے میں بھی منحوس ہو جاؤں آپ جیسے عقلمند سے میں احمق ہزار درجہ اچھا ہوں کہ ایک اونٹ کا تو مالک ہوں، یہ کہہ کر پھر سے ایک میں گیہوں اور ایک میں ریتی بھر لیا۔

اسی طرح صاحبو! وہ کم عقلی جو اللہ تک پہنچائے وہی مبارک ہے آج کل کی عقل سے، ہم سے پہلے کے بھولے بھالے لوگ ہی اچھے تھے کہ جو مقصود تک پہنچ گئے اب بھی بوڑھوں میں جو اہتمام روزوں کا ہے وہ نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں ہے، ایسی عقل آپ کو ایکدن ڈوبا کر چھوڑے گی۔

حکایت ایک مرتبہ ایک بنیا مع اہل وعیال کے ایک بنڈی پر سفر کو چلا، راستہ میں ایک ندی ملی، وہ بنڈی کنارہ پر رکوا کر خود پانی کو بانس سے ناپنے لگا تو پانی گھٹنوں برابر تھا تو کہیں کمر برابر، کہیں قد آدم اور کہیں اس سے کم اور کہیں اس سے زیادہ، جھٹ وہ سلیٹ پنسل لے کر حساب لگایا اور پانی کا اوسط نکالا کہ پانی کمر برابر ہے اور اس میں سے بنڈی جا سکتی ہے اور اس نے بنڈی والے سے کہا کہ لے چل، اب جو بیچ میں بنڈی پہنچی اور لگی غوطے کھانے تو یہ سمجھے کہ حساب میں غلطی ہوگئی ہے، جھٹ حساب نکال کر دیکھے تو حساب صحیح تھا تو کہنے لگا کہ لکھا جوں کا توں، پھر کنبہ ڈوبا کیوں۔

ایسا ہی یہ عقل والے کہیں گے کہ مہذب تو جوں کا توں، پھر دوزخ میں ڈالے کیوں۔

اس لئے صاحبو! اللہ کی اور اس کے رسول کی عقل پر چلو، دوسروں کی عقل پر چل کر خود کو مت ڈبو دو۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرتؐ ایسا مجاہدہ بتلائے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق ہے بطور مثال کے روزہ ہی کو لیجئے:

حکماء	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
(۱) برسوں ترکِ لذات کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ضعیف الجسم ہوجاتے تھے اور ان کی نسل منقطع ہوجاتی تھی۔	(۱) ہماری عمر کا صرف بارھواں حصہ یعنی سال میں ایک مہینہ ترکِ لذات کرتے ہیں جس سے نفس کی سرکشی کم ہوگی، مادۂ عصیان مغلوب ہوگا ایسا ہلکا مجاہدہ، پھر نفع میں ان کے مجاہدے سے بڑھا ہوا ہے، سب کام کرتے ہو اور پھر مجاہدہ بھی ہوتا ہے بجز صاحب وحی کے اور کسی کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔
(۲) ان کے پاس شب و روز کا روزہ ہے کہ جس سے ضعف ہو کر بالکل بیکار ہوجاتے ہیں۔	(۲) صرف دن کا روزہ، کیوں کہ شریعت کا مقصود قوائے شہوانیہ کا ازالہ نہیں ہے بلکہ تعدیل ہے (یعنی شہوت کو بڑھانا ہے نہ کم کرنا ہے)
(۳) رات دن، کھانا پانی چھوڑنے سے نفس عادی ہو کر مشقت باقی نہیں رہتی۔	(۳) کھانا پینا دن کو چھوڑنا ہے اور رات کو کھانے پینے کی اجازت ہے، رات کی لذت یاد رہتی ہے پھر دن کو چھوڑنا نفس کو بار ہوتا ہے، اگر رات کو روزہ اور دن کو کھانا پینا ہوتا تو مجاہدہ کا فائدہ حاصل نہ ہوتا، رات کو روزہ رہتے تو خبر بھی نہ ہوتی اور نفس پر بار بھی نہ ہوتا۔

پھر اس کے ساتھ نیت کی شرط لگائے
کیونکہ لاپرواہی سے کام کریں تو اثر نہ ہوگا

نیّت یہ ہو کہ کھانا پانی جماع دن کو اس واسطے چھوڑتا ہوں تاکہ نفس کو عبادت اور گناہ چھوڑنے کی عادت ہو، اس نیّت سے ایک مہینہ کا مجاہدہ کافی ہے۔

اصل مجاہدہ کم کھانا نہیں ہے بلکہ ترکِ عادت ہے، اس ترک عادت سے کس آسانی سے نفس کی اصلاح فرمادی ہے کہ کم کھانے کی ضرورت نہیں، مگر اتنا بھی نہ کھائے کہ

حکایت حکیم صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے پیٹ میں درد ہے تو حکیم صاحب دوا دینے لگے تو اس نے کہا کہ حکیم صاحب! اگر اتنی دوا کی گنجائش ہوتی تو کیا دو لقمہ اور زائد نہ کھاتا تھا۔ تب حکیم صاحب نے کہا کہ انگلی ڈال کر نکال ڈال۔ تب اس نے کہا کہ حکیم صاحب بہت گھی پڑا ہوا، مزہ دار کھانا تھا اس کو کیسا نکالوں۔

غرض اتنا نہ کھائے اور باقی کم بھی نہ کھائے، صرف ترکِ عادت کرانا مقصود ہے اس لئے گذشتہ پیغمبروں کے پاس مغرب کے بعد سوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا تھا۔ دن میں لوگ بے ہوش ہو ہو کر گرتے تھے، اسلام میں یہ نہیں ہے "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً" ترجمہ: سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

سنو صاحبو، سنو! طبیب دوا کھلانے کے بہت پہلے پرہیز شروع کراتے ہیں اور پرہیز کے وقت تو بدپرہیزی کرنے ہی نہیں دیتے، آپ اس حکیم کو بھی دیکھئے کہ شعبان کی (۳۰) تاریخ تک پرہیز نہیں تھا۔ پہلی رمضان سے پرہیز شروع یعنی کھانا پانی، جماع کا پرہیز، پھر پرہیز کے زمانہ میں بدپرہیزی جائز، یعنی دن کو پرہیز اور رات کو بدپرہیزی جائز یعنی سب کچھ کھاؤ، ایسا علاج بجز خالق کے دوسرا نہیں کرسکتا۔ ایک ہی چیز اس کی رات کی خاصیت الگ اور دن کی خاصیت الگ، حکیم بے چارہ مظہر نفع و ضرر ہے اور اللہ تعالیٰ خالقِ نفع و ضرر، ایک ہی چیز میں رات کو نفع رکھے اور دن میں ضرر۔

سنو صاحبو! تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ دو چیزیں ہیں۔ (۱) لذت کی وجہ سے (جس کو شہوت کہتے ہیں)۔ (۲) کبر و غضب کی وجہ سے۔

شریعت کے کل احکام میں ان ہی دونوں کا علاج کیا گیا ہے، خاصکر رمضان میں لذت کا علاج روزہ سے ترک لذات کراکے کیا۔

دوسری چیز کبر وغضب ہے، یہ ایسی بری چیز ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہونچتا ہے اس کے علاج کے لئے حکما، اور سادھو، جوگی وغیرہ ایسے طریقے ایجاد کئے کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل سمجھیں۔

اسلام نے سکھلایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ نفس کو ذلیل کیا جائے، نفس کو ذلیل ہونا تو چاہیئے مگر مخلوق کے سامنے نہیں، خالق کے سامنے۔

صاحبو! انصاف کرو، اور لوگ بھی علاج کر رہے ہیں کبر وغضب کا اور خدا کا رسول بھی علاج کر رہا ہے، دوا وہی تذلل ہے، مگر اناڑیوں نے اس کو کیا بے موقع برتا کہ مخلوق سے ذلیل کروایا، اور خدا کے رسول نے اسی تذلل کی دوا کو موقع پر برتا کہ خدا کے سامنے تذلل کردیا، اور تذلل للخالق کے لئے نماز سکھلایا، سر جو اشرف الاعضاء ہے اس کو زمین پر رکھایا، اس سے اپنا عجز پیش نظر ہو رہا ہے۔ ہائے انسان تیری یہ حقیقت ہے۔ غرض اس سے خدا کی عظمت پیش نظر ہوجاتی ہے اگر ہاتھی کے سامنے دو چیونٹیاں ہوں تو ہاتھی کی عظمت کے سامنے ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کو نظر بھی نہیں آتی، ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کے ساتھ کیا تکبر کرے گی، ایسا ہی خدا کی عظمت اگر آپ کے پیش نظر ہو تو آپ میں تکبر تو کیا تواضع پیدا...

غرض رمضان میں دن کو ترک لذات کرا کے لذت وشہوت کا علاج کئے، اب رات خالی تھی اس کو تذلل میں لگا دیئے۔ اس واسطے تراویح کی نماز بڑھا دیئے، اگر ایک ماہ اس طرح گذرے تو آپ کے نفس کی پوری پوری اصلاح ہوجاتی ہے اب رہا یہ کہ تراویح کے بیس

نماز تراویح میں ۲۰ رکعت مقرر کرنے کی وجہ

رکعت کیوں مقرر ہوئے سنئے: اس کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے... وقت کے نمازوں کو بڑا دخل واثر ہے۔ پانچ وقت کے فرائض سترہ رکعت اور واجب الو... تین رکعت، اس طرح مجموعہ بیس ۲۰ رکعت ہوا، اس لئے تراویح میں یہ بیس ۲۰ رکعت مقرر کئے... دوستو! نماز کو نماز کی طرح پڑھو، قیام، رکوع اور سجدہ اطمینان سے کر دیئے...

تعدیل ارکان سے نماز پڑھو۔
غرض صاحبو! آج رات تراویح کیسی اچھی ہوئی۔ رکوع اور سجدہ وغیرہ بھی نہایت اطمینان سے ہوا۔ قرآن شریف بھی کھلا کھلا صاف پڑھا گیا۔ اس میں شاید دس پانچ منٹ وقت سے زائد ہو گئے ہوں گے۔ الحمدللہ سب نمازی خوش تھے۔ نفس کہنے لگا اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیوں کہ فرشتہ بنانے کے لئے آپ کو یہ سوئیاں چبھائی جارہی ہیں، آپ فرشتہ کیسے نہ بنیں گے کہ قرآن شریف ہے ہی اسی واسطے۔ اور پھر وہ بھی تراویح میں کہ جس کے بہت سے فضائل میں آپ سے عرض کیا۔ اس کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ تراویح میں بیس رکعت رکھے گئے ہیں "جو پانچ وقت کے فرض نمازوں اور واجب الوتر کا مجموعہ ہے" تاکہ خدائے تعالیٰ اس تراویح کی وجہ سے ہم سے راضی ہوں۔ یہ اس وقت ہے کہ اطمینان سے نماز و قرآن ہو۔
تراویح ہو یا پنج وقتہ نماز، صاحبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے جیسی صورت اپنی نماز کی بناؤ، گو باطن میں حضرت کے نماز کی جو کیفیت تھی وہ ہم میں کہاں، صرف صورت ہی ویسی بنائے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صورت بناؤ گو اس میں معنی حضور قلب کے نہ رہیں، جس دن معنی کی خریداری ہو گی، یہ تمہاری صورتیں بھی معنی کے بھاؤ بکیں گی۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ امراء کے دربار میں مٹی کے مصنوعی آم، مصنوعی خرلوزہ، پشتہ، یا دام وغیرہ بڑی قدر و قیمت کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، وہ بڑا کامل ہے کہ نقل کو اصل سے ملا دیا۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری نماز کے ساتھ بھی خدا کے پاس یہی معاملہ ہو کہ اپنے نماز کی صورت رسول اللہؐ کے نماز کی جیسی اتارا اگرچہ کہ رسول اللہؐ کی نماز اصلی آم ہے اور ہماری نماز مٹی کے بنے ہوئے آم، لیکن اسی صورت پر لانے کی وجہ سے قدر ہو گی، اس لئے ذرا ڈھنگ کی نماز پڑھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دھڑا دھڑ نماز ہوئی اور پھر گھنٹوں وظیفہ۔ صاحبو! یہ وظیفہ نہ ہوتا تھا مگر نماز تو اچھی ہونا تھا۔
غرض نماز مجاہدہ ہے اور بڑی مشقت کی چیز ہے، اگر حکم ہوتا کہ صرف سر جھکا کر کھڑے رہو، اس سے بڑی تکلیف ہوتی، اس مجاہدہ کو آسان کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ ہم سے

باتیں کر دیجئے قرأت پڑھوتا کہ ان باتوں کے مزہ میں مشقت معلوم نہ ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے، اسی قدر وہ نورِ ایمان دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نورِ ایمان بھی بہت دل میں آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حدیث جب رات کو نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتہ قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں۔

اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب نماز میں شریک ہو کر قرآن سنتے ہیں یسنو صاحبو! باہر سے جو چیز اندر آتی ہے وہ باعث ہے ملکی صفات (فرشتوں کی صفات) کو گھٹانے کا مثلاً باہر سے کھانا، پانی اندر آتا ہے اس لئے وہ انسان کو جانور سے ملانے والا ہے۔ اس کے واسطے روزہ مقرر کیا گیا۔

دل میں کیسی ہی اچھی صورت کا خیال کرو، وہ دل کو پریشان نہیں کرتی بلکہ یہ سب آفتیں لگائی ہوئی باہر کی ہیں کہ جو چیزیں آنکھ، کان وغیرہ سے اندر آتے ہیں وہ پریشان کرتی ہیں، اس لئے حکماء خلوت تجویز کئے ہیں، اگر باہر کی چیز اندر نہ آئے گی تو اندر کی چیز رفتہ رفتہ نکل جائے گی۔ ٹھیرے ہوئے پانی میں صورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح خلوت سے خدا کی معرفت پیدا ہوگی، دل پاک ہوگا۔

حکایت اسی لئے افلاطون ایک پہاڑ پر رہتا تھا ایک مصور نوکر رکھا تھا۔ اگر کوئی شخص ملنے آتا تو پہلے اس کی تصویر منگوا کر اس کی صورت سے اس کے اخلاق کا اندازہ کرتا۔ اگر وہ آنے والا ملنے کے قابل ہوتا تو ملتا، ورنہ جواب دے دیتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا تو حسب عادت اس نے مصور کو اس کی تصویر پیش کرنے کا حکم دیا جب اس کی تصویر دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ملنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ شخص زانی ہے، آنے والے نے کہلا بھیجا کہ آپ کی رائے صحیح ہے میری فطرت میں زنا کی خواہش ہے لیکن میں نے خواہش نفس کو اس قدر روک رکھا ہے کہ اب تک زنا کا مرتکب نہیں ہوا ہوں تا یہ علم فراست ہے

حکایت یہ علم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ سفر میں سرِ راہ امام کو ایک شخص ملا اور بہت ادب سے سلام کیا اور ہاتھ چوم کر عرض کیا کہ آپ چند روز غریب خانہ پر ٹھیریں، آپ اس کا سراپا دیکھے تو علم فراست سے وہ شخص ملنے کے قابل نہیں تھا مگر اہلِ بیت کے اخلاق کیوں نہ ہوں وہ رسول اللہ کے جزء ہیں، وہی اخلاق ان میں بھی تھے آپ منظور کر لئے مگر اس شخص کی ظاہری خاطر مدارات سے آپ کو تعجب ہو رہا تھا کہ علم فراست غلط کیوں ہو رہا ہے۔ غرض اسکے مکان پر آپ تشریف لے گئے، وہ حضرت امام کی بڑی خاطر کیا، دو تین دن کے بعد جب آپ جانے لگے تو ایک کاغذ حساب کا پیش کیا کہ آپ کی مہمانی میں اتنا خرچ ہوا۔ شرعاً آپ کو دینا واجب نہیں تھا مگر امام کے اخلاق کہ آپ نے نہ دینا گوارا نہ فرمایا لیکن اس وقت رقم آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے حساب کیا تو گھوڑا مع سامان اسکے برابر نکلا۔ اس لئے آپ گھوڑا دے کر چلے آئے، افسوس اہلِ بیت کے ساتھ یہ حرکت، ظالم یزید کی طرح تھا۔

غرض افلاطون چھان بین کے بعد ایک آدھ سے ملتا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ قوتِ متخیلہ کامل ہو جاتی تھی اور اس سے مسمریزم جیسے کام لیتے تھے۔

حکایت ایک بادشاہ افلاطون کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس طرح سب سے علیحدہ رہتے ہیں، آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی، آپ ہمارے ہاں چلئے ہم آپ کو خلوت کے لئے عمدہ انتظام کر دیں گے، افلاطون نے معذرت کر کے انکار کر دیا۔ لیکن بادشاہ نے اصرار کیا، تب افلاطون نے کہا کہ اچھا پہلے آپ کی دعوت ہے، یہ سن کر بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ اسکے دماغ میں خلل ہو گیا ہے کہ یہ ہماری دعوت کریں گے، بڑے افلاطون بنے ہیں خیر قبول کیا اسکے بعد کہا کہ مع آپ کے لشکر کے آپ کی دعوت ہے، بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اب تو یقین ہو گیا کہ یہ مجنون ہے، خیر منظور کر لیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس دن، افلاطون نے جواب دیا کہ فلاں دن، جب اس دن بادشاہ مع اپنے لشکر کے اس پہاڑ کی طرف چلا تو دیکھا کہ کئی میل تک بڑے سامان ہیں، نقیب چوبدار سب ہی کچھ ہے، خیر وہاں پہنچا تو وہاں ایسا سامان دیکھا کہ جن کو بادشاہ ہو کر بھی اس سے پہلے دیکھا نہ تھا۔ خدّام نہایت اکرام سے بادشاہ کو

مع لشکر کے لے گئے اور کھانا کھلایا، اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ اس کے مرتبہ کے موافق اور ایک ایک عورت شب باشی کے لئے سب کو دیگئی۔ بادشاہ کو یہ سب دیکھ کر تعجب بڑھتا گیا صبح کو جو آنکھ کھلی تو نہ وہ کمرہ ہے نہ وہ عورت ہے بلکہ سب کے پاس بغل میں بجائے عورت کے گھاس کا پولا ہے اور بھوک کے مارے اٹھا نہیں جاتا تھا۔

یہ کیا تھا، افلاطون نے خیال کرلیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ صورتیں سما جاویں اس لئے وہ سما گئیں، اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم اتنا بڑا تصرف کردیا اس گوشہ نشینی سے حکماء کو یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

اسلام اس کو فضول سمجھتا ہے اس سے عجب الگ پیدا ہوتا تھا کہ سب تو ان کو عظیم سمجھیں اور یہ سب کو حقیر جانیں کہ جس سے تعلیم و تعلم کا نفع بند ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے اکثر جہالت کے کام کرتے تھے۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا:۔

حکایت ایک شخص کا لڑکا تھا، اس نے اس کو بہت تعلیم دی، لیکن وہ کچھ نہ سیکھا، اس لئے باپ نے اس کو نکال دیا، وہ لڑکا پھرتے پھرتے ایک شہر میں پہنچ کر سواروں میں نوکر ہوگیا اور ترقی کرتے کرتے افسر ہوگیا لیکن ایک زمانہ کے بعد نوکری گئی اور مفلس ہوگیا۔ شہر شہر پھرتے پھرتے ایک جنگل میں پہنچا۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ اس شہر کے لوگ دوڑتے ہوئے جنگل کو جا رہے ہیں، یہ خود بھی ان کے ساتھ ہوگیا۔

جنگل میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں غار میں ایک بزرگ رہتے ہیں جو سال میں ایک بار نکلتے ہیں، اس لئے ان کو دیکھنے کے لئے لوگ منزلوں سے آتے ہیں، اتنے میں وہ حضرت برآمد ہوئے، دور سے سب زیارت کئے پھر حضرت غار میں چلے گئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے، جس کو باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اس کا تو کوئی گھر ہی نہیں تھا، دل میں آیا کہ ان بزرگ سے کچھ خدا کا راستہ سیکھنا چاہیئے۔ اندر جا کر قدموں پر گرا، اور عاجزی کیا حضرت راضی ہوکر رکھ لئے، نزدیک سے حضرت کو دیکھا کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے اور ایک آنکھ پر موم کی ٹکیہ ہے اور ناک میں بتی ہے، اس نے سوچا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے، ڈرتے ڈرتے حضرت سے پوچھا کہ اجی حضرت یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت کا اسراف نہیں ہونا چاہیئے، ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں، اس لئے دوسری آنکھ

موم کی پٹی لگا دیا ہوں، اور نفس کا خلاف کرنا چاہیئے اور نفس چاہتا ہے خوشبو، اس لئے اس کا خلاف کرنے کے لئے گوہ کی بتی بنا کر ناک میں دیا ہوں، اس لڑکے نے کہا کہ حضرت نجاست سے نماز کیسے ہوتی، موم کی پٹی سے جگہ خشک رہتی ہے، اسی لئے غسل و وضو کیسے ہوتا۔ ہائے یہ کیا کئے حضرت وہ منصف مزاج تھے مان گئے، سب نکال کر پھینک دیئے اور غسل و وضو کر کے نماز پڑھے اور اس میں بڑا مزہ آیا، تب ان حضرت نے کہا بابا! ہم باطن کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں تم شہر میں جا کر شریعت کے احکام سیکھو، اور ہم کو سکھایا کرو۔ غرض گوشہ نشینی میں اس قسم کا نقصان ہے۔

ایسا ہی اختلاط میں بھی بہت نقصان ہے، شریعت نے سوچا کہ انسان وحشی نہیں ہے مدنی الطبع ہے، شریعت وحشی بنانا نہیں چاہتی، اکثر عبادتوں میں اجتماع کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جمعہ، جماعت وغیرہ اور عام طور پر ہر شخص سے ملنے میں نقصان ہوتا ہے، اس لئے ہر چیز میں وسط اچھا ہے، بہت ذہین ہونا بھی بُرا ہے

حکایت ایک شخص کے صاحبزادہ طلب علم کے لئے گئے اور منطق پڑھکر کامل ہو کر گھر واپس آئے کامل کی صحبت نہیں ملی تو چھچھورا پن رہتا ہے، ان کو والدہ نے تیل لانے کے لئے تیلی کے پاس بھیجا، انھوں نے وہاں دیکھا کہ گھانے میں بیل چل رہا ہے اور بیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی ہے۔ انھوں نے پوچھا میاں تیلی، بیل کے گلے میں گھنٹی باندھنے میں کیا حکمت ہے، اس نے کہا ہم غریب لوگ ہیں، ہمارے ذمہ اور بھی بہت سے کام ہیں، آدمی رکھ نہیں سکتے۔ ایک دفعہ بیل کو ہانک دیتے ہیں، بیل چلتا رہتا ہے اور گھنٹی کی آواز سے ہم سمجھتے رہتے ہیں کہ بیل چل رہا ہے اور جب گھنٹی کی آواز رک جاتی ہے تو آکر پھر ہانک دیتے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے کہ گھنٹی کی آواز سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ بیل چل رہا ہو۔ ممکن ہے کہ بیل کھڑا ہوا گردن ہلا رہا ہو، اس لئے گھنٹی کی آواز آتی رہتی ہے۔ تیلی نے کہا میاں! آپ یہاں سے کہیں اور جگہ تشریف لے جائیے، ہم آپ کے ہاتھ تیل بھی نہیں بیچتے۔ آپ اس بیل کو بھی اپنی طرح منطقی بنا دیں گے، پھر وہ بیل بھی نہ رہے گا تیلی کے مکان سے گھر آئے، باپ غریب آدمی تھے، صاحبزادے بہت دور سے آئے ہیں، سوچا کہ کچھ تکلف کریں، اس لئے دو انڈے پکوائے، جب کھانا کھانے بیٹھے تو دسترخوان پر تین شخص بیٹھے ایک باپ اور ایک منطقی صاحبزادہ اور تیسرا چھوٹا بھائی منطق کے جوش میں باپ سے کہا کہ میں نے ایسا علم پڑھا ہے کہ دو انڈوں کو تین انڈے بنا سکتا ہوں، باپ کو تعجب ہوا کہنے لگے کہ بیٹا کیسے

بناؤ دیکھیں گے، کہنے لگے یہ ایک انڈا، یہ ایک انڈا، دونوں کا مجموعہ تیسرا انڈا۔ باپ نے سوچا کہ اس خبط کا علاج کرنا چاہیئے۔ اس لئے ایک انڈا آپ لے لئے اور ایک انڈا چھوٹے بیٹے کو دیئے اور کہا کہ وہ تیسرا انڈا تم کھالو۔ اب تو میاں کی آنکھ کھلی۔ تو تو ایسی تیزی ہو نہ ایسی حماقت۔

حکایت ایک بھولے آدمی تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد، کہنے لگے بظاہر عورت معلوم ہوتی ہے کہا کیسے معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ وہ نتھ پہنے ہوئے ہے۔ اگر نتھ نہ پہنے ہوئے ہوتی تو اس کو مرد سمجھتے یا یہ نتھ پہن لیتے تو خود کو عورت سمجھتے۔

غرض نہ ایسے بھولے ہوں، نہ ویسے تیز ذہن بلکہ بیچ کا درجہ ہو۔ اس کو حکمت کہتے ہیں، ایسا ہی شریعت نے ہر چیز میں بیچ کا حکم دیا ہے۔ غرض بری صحبت سے گوشہ نشینی ہو اور اچھی صحبت سے اختلاط رہے، اچھی صحبت کا فائدہ یہ ہے کہ کچرا گیہوں کے مول بکتا ہے، علیحدہ کوئی نہیں پوچھتا ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است ؎ بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

ترجمہ: نیکوں کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

یہ تو ہمیشہ کے لئے ہوا، اور سال میں دس۱۰ دن، بیس۲۰ رمضان سے چاند رات تک خلوت یعنی اعتکاف ہو، لینے کچھ ملنا اور کچھ نہ ملنا۔ اتنا ہی فرمانا تو اس کچھ میں جھگڑا پڑتا کہ کچھ کیا۔

حکایت ایک شخص کہیں مہمان گیا تو میزبان نے فہمائش کی کہ یہاں کے لوگ بہت جھگڑالو ہیں کسی سے معاملہ نہ کرنا، اتفاقاً وہ مہمان بازار گئے اور چمار سے کہا کہ ہماری جوتی کو ٹانکا دے دو، ہم کچھ دے دیں گے، وہ ٹانکہ دیدیا۔ یہ ایک پیسہ دینے لگے، چمار نے کہا کہ میں پیسہ نہیں لوں گا کچھ لوں گا تم نے کچھ دینے کو کہا تھا کچھ لاؤ۔ شور و غل ہوا۔ شور سن کر میزبان پہنچے اور کہنے لگے کہ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کر دیا تھا اور چمار سے کہا کہ چل میں کچھ دیتا ہوں اور تھوڑی سی کانچ پیس کر دہی میں ڈال کر چمار کو دیئے اور کہا کہ اسے انگلی سے گھول اتنی دیر میں میں تجھ کو کچھ دونگا اس نے گھولنا شروع کیا اور کانچ اس کی انگلی کو چبھنے لگی تو اس نے کہا کہ اس میں تو کچھ چبھتا ہے انھوں نے کہا کہ وہی کچھ تم لے جاؤ۔ یہی تم سے طے ہوا تھا اور مہمان سے کہا دیکھا یہاں کے لوگوں کے فساد سے بچنا بڑے دانائی کا کام ہے۔

شریعت نے ایسا کچھ بول کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ آبادی میں مسجد میں

اعتکاف ہونا چاہیئے تاکہ نفس کو مشق ہو، خلوت در انجمن کی، اور اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے، سب احکام صاف صاف بتلا دیئے: "وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ" (پ۲ رکوع ۲۳ سورہ بقرہ) ترجمہ: اور ان (بیویوں) سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں۔

روزہ میں رات کو کھانا، پینا، جماع، جائز، مگر اعتکاف میں جماع جائز نہیں ہے۔

رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کردی گئی اس کی تفصیل

غرض صاحبو! رمضان میں مجاہدے کرائے جاتے ہیں تاکہ آپ کو جنّت کے اعلیٰ مقام دیئے جائیں، اب اسکی مزید تفصیل سنیئے: ارشاد ہو رہا ہے

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (پ۲۱ رکوع ۷ سورہ عنکبوت)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنّت) کے راستے ضرور دکھاویں گے۔

صاحبو! اس آیت میں رمضان کے زمانہ کی عبادت کی روح مذکور ہے اگرچہ کہ اس آیت میں بالذات رمضان کا ذکر مذکور نہیں ہے، اور صورت بھی تبعاً بیان ہو جائے گی، اگر صورت کا بیان نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تو روح ہوا کرتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صورت بے کار ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح کا اہتمام صورت سے زیادہ ہوا کرتا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ انسان میں بھی اصل چیز روح ہے مگر اسکے باوجود جسم کو کوئی بھی بے کار نہیں سمجھتا۔ غرض اس آیت کو عباداتِ رمضان سے دو تعلق ہیں، ایک تو عام تعلق ہے جو اس وجہ سے ہے کہ یہ عبادات بھی احکامِ دین سے ہیں اور سارے دین کا خلاصہ مجاہدہ ہے، دوسرا تعلق خاص ہے وہ یہ کہ ان عبادات میں بہ نسبت دوسرے احکام کے مشقّت زیادہ ہے تو مجاہدہ کو ان سے زیادہ خصوصیت ہے۔

غرض رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کردی گئی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ مجاہدہ میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں۔ ایک تو ترک ہیں یعنی بعض کام چھوڑنا پڑتا ہے اور دوسرے بعض اعمال ایسے ہیں جو کرنے کے قابل ہیں، معاصی تو سب کے سب ترک میں آتے ہیں اور طاعات میں وہ اعمال آتے ہیں کہ جن کو کرنا پڑتا ہے۔

غرض تصوف نام ہے مجاہدہ بطریق اسلام کا کہ جسکا ثمرہ رضاء و قرب حق ہے اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ

کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مجاہدہ کی حقیقت ارتکابِ طاعات اور اجتناب معاصی ہے، چنانچہ صوفیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کے چار رکن ہیں۔ (۱) تقلیلِ طعام (کم کھانا) (۲) تقلیلِ منام (کم سونا) (۳) تقلیلِ کلام (بے کار گفتگو نہ کرنا) (۴) تقلیل اختلاط مع الانام (جہلاء سے کم ملنا)۔ غرض حق تعالیٰ نے عباداتِ رمضان میں آپ کو ان چاروں مجاہدوں کی روح سے کامیاب فرمانا چاہا ہے۔ چنانچہ رمضان کی ایک عبادت روزہ ہے جس کی حقیقت ہے، ترکِ طعام، ترکِ شراب وغیرہ۔

تقلیلِ طعام

غرض روزہ کی روح تقلیلِ طعام ہے، اب سمجھو کہ قلت طعام کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کھانا کھاؤ مگر کم کھاؤ۔ مثلاً کسی کی غذا آدھ سیر ہے تو وہ پاؤ سیر کھائے چنانچہ بعض صوفیہ سے ایسا ہی منقول ہے، اس لئے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اس نے حقیقتِ صوم و روح کو باطل کر دیا لیکن شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارع علیہ السلام نے تقلیلِ طعام کو تجویز کیا ہی نہیں، بلکہ شارع علیہ السلام نے کھانے کے اوقات کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا اور اس فصل اور تبدیلی اوقات سے جو تکلیف نفس کو ہوتی ہے اس کو شریعت نے تقلیلِ طعام کے قائم مقام سمجھا ہے، اور یہ دوسری صورت ہے تقلیلِ طعام کی، پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں ہے، اس لئے رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا روح صوم کو مضر نہیں ہے۔ پس تقلیلِ طعام جو مجاہدہ کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک روزے زیادہ رکھا کرے یہ معنی نہیں کہ روزہ رکھ کر، یا بغیر روزہ ہی کے بھوکا رہا کرے۔ پس جو شخص روزہ رکھ کر افطار اور سحر میں تقلیلِ طعام کر کے بھوکا رہے گا تو وہ ملائکہ کے مشابہ نہ ہوگا کیونکہ ملائکہ کو بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اسکو افطار اور سحر میں کم کھانے کی وجہ سے بھوک ستائے گی، اس لئے وہ فرشتوں کے زیادہ مشابہ نہ ہوگا اس لئے سحر و افطار میں اعتدال کے ساتھ کھانا چاہیئے، اس صورت مجاہدہ میں دوام ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھ کر اچھی طرح کھائے پیئے گا وہ تقلیلِ غذا کا عادی نہ ہوگا اور جو بھوکا رہ کر تقلیلِ طعام کرے وہ اس کا عادی ہو جائے گا پھر وہ زیادہ کھانا چاہے بھی تو نہ کھا سکے گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ رہنے سے منع فرمایا ہے، رمضان میں

افطار وسحر کے وقت پیٹ بھر کر کھانے میں ایک راز یہ بھی ہے کہ بھوک کے بعد سیر ہو کر کھانے والا صابر بھی ہے اور شاکر بھی، اور جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ صرف صابر ہے شاکر نہیں ہے، اس میں ایک راز اور ہے وہ یہ کہ اچھی طرح کھانے والا، اور عمدہ غذائیں کھانے والا نعمتِ الٰہی کا مشاہدہ کرنیوالا ہے جس سے حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نصف سلوک ہے اسی وجہ سے ممنوعاتِ روزہ میں شارع نے کہیں بھی شبع یعنی پیٹ بھر کھانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جھوٹ وغیرہ مذکور ہوا ہے اگرچہ کہ جھوٹ مفسدِ روزہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ روحِ صوم کو مضر ہے اس لئے شارع نے منع فرمایا اور چونکہ شبع روحِ صوم کو مضر نہیں ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں فصل اور تبدیل اوقات مقرر فرمایا جس سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ چاہے آپ کتنا ہی کھالیں مگر روزہ کی وجہ سے ضعف ضرور ہوتا ہے خصوصاً رمضان کے آخیر حصہ میں ہر شخص کے چہرہ سے ضعف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، غرض جو لوگ سحری میں اچھی طرح کھانے والے ہیں رمضان کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے

غرض تقلیل طعام کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں روزہ ان تمام صورتوں میں افضل ہے

اس کے برخلاف جو طریقہ مجاہدۂ تقلیل طعام کا مرتاضین میں مستعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے کوئی دو وقت کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے عجب ناز پیدا ہوتا ہے۔

صاحبو! جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں ایک طریقہ میں عجب کا گمان ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو دوسرا طریقہ افضل ہوگا۔ اس لئے دوسرا طریقہ تقلیل طعام کا اسی کو شریعت نے مقرر کیا کہ روزہ میں صرف کھانے کے اوقات کو بدل دو، غذا میں کمی نہ کرو، اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کے مقابل تواضع پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ افطار کے وقت روزہ دار ٹھنڈے پانی اور مختلف قسم کے کھانوں پر گرتا ہے، رمضان میں اکثر گھروں میں اور دنوں کے بہ نسبت زیادہ کھانے پکتے ہیں، اس لئے وہ اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائیگا کہ میں آج کتنا کھا گیا، لوگ کیا کہتے ہوں گے اور پھر مزہ یہ کہ اس کے ساتھ مجاہدہ بھی حاصل ہو گیا

تقلیلِ منام (کم سونا) رمضان میں ایک عبادت ایسی ہے کہ جس کے ادا کرنے کے لئے تقلیل منام

لازمی ہے، اور وہ ہے تراویح، جس کا نام قیام رمضان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے
"اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ"
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے تراویح مسنون قرار دی ہے۔
اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مراد قیامہٗ سے تراویح ہے، رہا عدد تو اس کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (۲۰) رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، یہ روایت موطا امام مالکؒ میں ہے اور امت نے اس پر متواتر عمل کیا ہے۔
جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے اور جیسا روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آ گئی تھی، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت، تراویح کا حکم کر کے، عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے، پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے، اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص پہلے ہی سے (۱۰) بجے سونے کا عادی ہو تو اس کو بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا مگر قید کے ساتھ فوراً گرانی شروع ہو جاتی ہے، دیکھیئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آپ سے یہ کہہ جائے کہ میاں! (۱۱) بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور ایک ایک منٹ گراں گذرنے لگتا ہے، شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی قید لگا کر مجاہدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل منام کے لئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا۔ غرض شریعت نے رمضان میں صرف (۲۰) رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام کی ایک معتدل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اور اتنی دیر تک تو عام طور پر لوگ جاگتے ہی رہتے ہیں کہ جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر قید کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق میں مرتاضین آنکھیں پھوڑتے تھے چھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں اٹک جاتے تھے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاہدوں میں جو فرق ہے وہ نمایاں ہے وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض اہلِ ریاضت تقلیلِ منام کے لئے مجاہدات کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی، بلکہ (۲۰) رکعت تراویح پڑھکر سو رہو، تقلیلِ منام ہوگیا، پھر مزید لطف یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا، جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی آسان ہوگیا، پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے توقف مستحب کیا گیا غرض اس طرح سے (۲۰) رکعت کی مقدار جاگنا کچھ زیادہ دشوار نہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" (ترجمہ دین آسان ہے) اسی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ شریعت نے تقلیلِ منام کی جو صورت تراویح میں تجویز کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی دین آسان ہے اور اس تقلیل کو تہجد سے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً لیالی قدر میں کہ ان راتوں میں حضور نے رمضان کے تمام اجزاء سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ غرض تراویح اور تہجد کے اہتمام سے تقلیلِ منام ہو جاتی ہے اور یہ خود ایک دینی مجاہدہ بھی ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "مَنْ کَثُرَتْ صَلٰوتُہٗ فِی اللَّیْلِ حَسُنَ وَجْھُہٗ فِی النَّھَارِ" ترجمہ: جو شخص رات میں کثرت سے نماز پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ رونق دار ہوگا۔

غرض رات کو جاگنا حُسنِ ظاہری اور چہرہ کے نور کا سبب ہے تو تقلیلِ منام میں مجاہدہ ہونے کے علاوہ یہ فائدے بھی ہیں، پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رعایت کی ہے جس پر سو جان سے فدا ہونے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ کہ مجاہدہ مرتاضین کے نزدیک تو مجاہدہ محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام، ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ افعال بھی مشروع فرمائے، مثلاً روزہ میں محض ترک طعام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام مشروع ہوئے، عمل سے بھی اور قول سے بھی۔ مثلاً عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت سب سے زیادہ سخی تھے مگر رمضان میں سب سے بڑھ کر اور سخی ہوتے تھے اور قولاً یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس مہینہ میں نفل کام کرے اسکو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس میں فرض ادا کرے اس کو اور دنوں کے ستّر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا اس میں ترغیب اور

تحریض ہے کہ صدقہ، خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں نفل نماز کا ثواب فرض نماز کے برابر ملتا ہے، نفل صدقہ کا ثواب، فرض صدقہ کے برابر ملتا ہے اور جو فرض اس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو (۷۰) درجہ فرض کا ثواب ملتا ہے لیکن زکوٰۃ وغیرہ کو رمضان کے انتظار میں روکے نہ رکھنا چاہیئے جب سال پورا ہو دیدینا چاہیئے، اس لئے کہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔

غرض شریعت نے محض تقلیل طعام بصورتِ صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ اعمال کی بھی ترغیب دی ہے اسی طرح محض تقلیل منام میں محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جاگتے رہو بلکہ فرماتے ہیں کہ "كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ" (پ۲۶ رکوع ۱۔ سورہ ذاریات)
ترجمہ: وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور پچھلے حصہ شب میں استغفار کیا کرتے تھے، یہاں تو استغفار مشروع ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا" (پ۲۱ رکوع ۱ سورہ سجدہ) ترجمہ: انکے پہلو خوابگاہوں سے علٰحدہ ہوتے ہیں، اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔

مفسرین کا قول ہے "يَدْعُوْنَ" سے مراد "يُصَلُّوْنَ" ہے، مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں، تقلیل منام کے لئے غرض خالی بیٹھے جاگتے رہنے کی بجائے تراویح، تہجد، استغفار مشروع ہوئے ہیں

تقلیلِ کلام بصورت تلاوت قرآن مجاہدہ کا تیسرا رکن تقلیل کلام ہے اور یہ تقلیل طعام اور تقلیل منام سے زیادہ دشوار ہے، کیونکہ کھانے میں کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے کھانا تیار کرنا پڑتا ہے، پھر منھ چلانا پڑتا ہے، پھر ہضم کی فکر ہوتی ہے کبھی چورن بھی کھانا پڑتا ہے تقلیل طعام میں ان سب امور کی تخفیف ہے، اس لئے ایک دو دفعہ زیادہ کھائے گا پھر کہاں تک کھائیگا پھر جب ہضم نہ ہوگا تو خود ہی تقلیل طعام ہوجائے گی۔ بخلاف بولنے کے کہ اس میں کچھ اہتمام ہی کرنا نہیں پڑتا نہ زیادہ بولنے سے بدہضمی ہوتی ہے، اس لئے اسکی تقلیل کا کوئی قوی داعی نہیں، اسی طرح سونا ہے تو اس میں کبھی تو تقلیل ہوگی، آخر کوئی کہاں تک سوئے گا کبھی تو جاگے گا۔ بخلاف اس زبان کے کہ کہیں تھما ہی نہیں۔ یہ چلنے سے تھکتی ہی نہیں، کیونکہ اسکے لئے کچھ اہتمام کرنا ہی نہیں پڑتا، نہ زبان چلانے سے کچھ تھکن ہوتی ہے، دوسرا راز یہ ہے کہ انسان جس قدر لذتیں اختیار کرتا ہے سو کلام کے سوا جسقدر لذتیں

ہیں ان میں زیادتی کرنے سے لذت کم ہوجاتی ہے، مثلاً پیٹ بھر کھانے کے بعد پھر کھانے میں مزا نہیں آتا، نیند بھر جانے کے بعد پھر سونے میں لذت نہیں آتی بلکہ سونے سے جی گھبراتا ہے مگر بولنے کی لذت ختم نہیں ہوتی بلکہ جتنا بولتے جاؤ اتنی ہی لذت بڑھتی جاتی ہے، اس لئے تقلیل کلام سب سے زیادہ دشوار ہے لیکن باوجود دشواری کے اس میں آزادی نہیں دی گئی کہ زیادہ بولنے میں آفتیں بہت ہیں اور اسکی وجہ سے انسان گناہوں میں بکثرت مبتلا ہوجاتا ہے، اس لئے اس کی تقلیل کو مجاہدہ کا ایک رکن قرار دیا گیا لیکن تقلیل کلام کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری باتوں کو بھی کم دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فضول کلام چھوڑ دے خواہ وہ مباح ہی ہوں، اب رہی جو باتیں حرام ہیں جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ تو وہ اس اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گے کیونکہ وہ تو اصلی مجاہدہ ہیں۔

اسی لئے شریعت مقدسہ نے ضروری کلام کے واسطے نماز تک توڑنے کا حکم دیا، مثلاً اگر کوئی اندھا جا رہا ہو، اور اس کے سامنے گڑھا ہو جس میں اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو اگر تم نماز بھی پڑھ رہے ہو، تب بھی واجب ہے کہ اندھے کو گرنے سے بچاؤ، نماز کو توڑ دو، اور اس سے کہو کہ ذرا بچ کر چلئے آگے گڑھا ہے غرض شریعت مخلوق کو تکلیف سے بچانا چاہتی ہے اسی لئے حکم ہے کہ اگر بیٹا نفل پڑھ رہا ہو اور والدین میں سے کوئی پکاریں تو دیکھے کہ اس کو نماز میں ہونا معلوم ہے یا نہیں، اگر انھیں معلوم ہے کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے اور پھر بھی پکار رہے ہیں تو نہ بولے، اور اگر ان کو معلوم نہیں کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے تو بول پڑے اور نماز کا بعد میں اعادہ کرے۔ یہ مسئلہ فقہاء نے حدیث سے سمجھا ہے جو یہ ہے:۔

جریج بنی اسرائیل کے ایک عابد تھے، ایک دفعہ یہ اپنے صومعہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں کسی ضرورت سے آئی اور انکے صومعہ کے نیچے کھڑے ہوکر آواز دی جریج، جریج! یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے دل میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں نماز میں ہوں اور میری ماں پکار رہی ہے، یعنی میں جواب دینے سے معذور ہوں۔ غرض نماز میں مشغول رہے اس نے پھر آواز دی، جریج پھر یہی کہے کہ "اَللّٰھُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ"

ترجمہ: اے اللہ (ایک طرف) میری ماں (بلا رہی) ہے (اور دوسری طرف) میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور بدستور نماز میں مشغول رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان فرما کر

ارشاد فرمایا کہ :-

" لَوْكَانَ فَقِيْهًا لَاَجَابَ اُمَّهٗ "

ترجمہ: اگر جریج فقیہ ہوتے تو اپنی ماں کے پکارنے کا جواب دیدیتے۔ اس سے فقہاء نے سمجھا ہے کہ والدین کے پکارنے پر نماز میں بولنا جائز ہے بشرطیکہ ان کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو۔ یہ قید دوسرے دلائل کی وجہ سے بڑھائی گئی۔ جریج کی ماں نے اس موقعہ پر اپنے بیٹے کو کوسا بھی تھا۔ جب اس نے کئی آوازیں دیں اور یہ جواب نہ دیئے تو اس نے بددعا دی کہ خداوندا! اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ یہ فاحشہ کا منہ نہ دیکھ لے، معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دینداری بہت تھی کہ فاحشہ کا منہ دیکھنا اس زمانہ میں بددعا اور کوسنے میں بیان کیا جاتا تھا گویا کہ غیر عورت کا منہ دیکھنا مردوں کے لئے بہت ہی بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ غرض جریج کی ماں نے اس کو یہ بددعا دی جو قبول ہو گئی، اور ایک فاحشہ عورت جریج کے پیچھے پڑی اس کے صومعہ میں آکر بدکاری پر اسے برانگیختہ کرنا چاہا، یہ متقی تھے، انھوں نے دھکا کر اسے نکال دیا اس نے کہا کہ میں تجھے بدنام کر کے رہوں گی، بڑا متقی بنا ہے۔ چنانچہ جنگل کے کسی چرواہے سے اس نے منہ کالا کیا، جس سے حمل رہ گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا یہ بچہ کس کے زنا سے پیدا ہوا۔ اس نے جریج کا نام لے لیا۔ بس اب لوگوں نے بلا تحقیق گمان کر لیا اور جریج کے صومعہ پر جا چڑھے اور اس کو گرانے لگے، جریج اندر سے نکلے اور لوگوں سے کہے کہ میرے صومعہ کو کیوں گراتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ کم بخت تو اس قابل نہیں کہ صومعہ میں رہے، تو تو زناکار، بدکار ہے اور ظاہر میں متقی بنا ہوا ہے، انھوں نے پوچھا کہ آخر تم سے یہ کس نے کہا۔ لوگوں نے عورت کو معہ بچہ کے پیش کر دیا کہ یہ عورت کیا کہتی ہے۔ جریج نے کہا ذرا ٹھیرو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے، اسکے بعد انھوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے بچے! خدا کے حکم سے بول اور بتلا کہ تیرا باپ کون ہے۔ خدائے تعالیٰ نے بچہ کو گویائی عطا فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے، اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ جھوٹی ہے، اتنی بڑی کرامت کے بعد کیا شبہ ہوسکتا تھا بس سب کے سب جریج کے قدموں پر گر پڑے کہ ہماری خطا معاف کر دو۔ اب ہم تمہارا صومعہ سونے کی اینٹوں سے بنا دیں گے، انھوں نے کہا کہ نہیں جیسا پہلے تھا تم ویسا ہی بنا دو۔

غنیمت ہوا کہ جُریج کی ماں نے اتنی ہی بد دُعا کی تھی کہ خدا اسے فاحشہ کا منہ دکھا اور کچھ نہ کہا۔ اس لئے والدین کی بد دُعا سے ڈرنا چاہیئے۔

غرض شریعت نے ضرورت کی اتنی رعایت کی کہ ضرورت کے وقت نفل نماز توڑنے کی اجازت ہے اور بعض شرائط کے ساتھ فرض نماز توڑنے کی اجازت ہے، جیسے اندھے کے گڑھے میں گرنے کا ڈر ہو، لیکن ضرورت کی وضاحت سمجھ لینا چاہیئے کہیں آپ سب باتوں کو ضرورت میں داخل کرلیں ضرورت کی وضاحت سنئے: وہ یہ کہ جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو۔

صاحبو! اگر روزے میں سکوت کا حکم ہوتا تو اس سے دنیوی کاروبار میں بہت حرج ہوتا اس لئے شریعت نے ہمارے حال پر رحم کھا کر صوم سکوت (جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا) منسوخ کردیا مگر ایک دوسرے طریقہ سے روزے میں تقلیل کلام کی رعایت کی گئی ہے وہ یہ ہے، سنو صاحبو! قاعدہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اسی طرح زبان بھی ایک وقت میں دو قسم کی باتیں نہیں کرسکتی۔ مثلاً جو شخص کتاب پڑھ رہا ہو تو وہ کتاب پڑھتے ہوئے بات نہیں کرسکتا۔ اگر بات کریگا تو اس وقت کتاب نہ پڑھے گا، اس لئے شریعت نے روزے میں کلام کو تو ممنوع نہیں قرار دیا لیکن نفس اور زبان کو دوسرے کام کی طرف متوجہ کردیا، اس طرح کہ روزے میں تلاوتِ قرآن کا اور ایام سے زیادہ اہتمام کیا۔ چنانچہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسب قول مشہور سنّت مؤکدہ کردیا گیا جس کی وجہ سے حفاظ کو دن میں کئی مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے اور دَور بھی کرنا پڑتا ہے اور پھر حضورؐ نے رمضان میں خود بھی جبرئیلؑ کے ساتھ تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام فرمایا ہے اور سب مسلمانوں کو عملاً اسکی ترغیب دی ہے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن زیادہ کریں خواہ وہ حافظ ہوں یا نہ ہوں، تراویح میں قرآن سنائیں یا نہ سنائیں، پھر آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ رمضان میں نفل طاعت کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے تو اب رمضان میں تلاوتِ قرآن کرنے سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی ان میں ہر نیکی پر فرض کام کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ اکبر کچھ ٹھکانا ہے اس ثواب کا اس سے بھی لوگوں کو تلاوت کی رغبت زیادہ ہوگی۔ غرض رمضان میں تلاوتِ قرآن کا شریعت نے بہت ہی اہتمام کیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نزولِ قرآن آسمانِ اول پر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوا ہے

وہاں سے تدریجاً (۲۳) سال میں نازل ہوا تو اس ماہ کو قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہے جو دوسرے ایام کو نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن اور دنوں کے زیادہ آسان بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوگا تو لامحالہ دنیوی باتوں میں تقلیل ہوگی، کیونکہ نفس ایک وقت میں دو باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تو تلاوتِ قرآن کے وقت اگر توجہ کے ساتھ تلاوت ہو تو دوسری باتوں کا خیال بھی نہ آئے گا ورنہ زبان تو جب تک اس تلاوت میں مشغول ہوگی اس وقت تک دنیوی باتوں سے رکی رہے گی، اس طرح تلاوتِ قرآن کے ضمن میں تقلیلِ کلام ہو جائے گی، پھر محض یہ نہیں کہ تقلیلِ کلام کا مجاہدہ حاصل ہو گیا اور کوئی نفع حاصل نہ ہوا بلکہ اس میں ثواب بھی اتنا ملتا ہے کہ کسی طاعت میں اتنا ثواب نہیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور رمضان میں وہ دس نیکیاں دس فرض کے برابر ہوتی ہیں یہ تو عام ثواب ہے اور جو کوئی زیادہ مخلص ہوا تو اسکو ایک ایک حرف پر سات سو تک نیکیاں ملتی ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس سے بھی زائد دیتے ہیں اب بتلائیے اگر شریعت بھی تقلیلِ کلام کی وہی صورت تجویز کرتی جو اہلِ ریاضت میں مستعمل ہے کہ بالکل خاموش بیٹھے رہا کریں تو یہ دولتِ بے شمار کیونکر حاصل ہوتی۔ غرض شریعت نے مجاہدہ تقلیلِ کلام کی وہ صورت تجویز کی کہ جس سے اس مجاہدہ کا فائدہ بھی حاصل ہو کہ زبان گناہوں سے بچی رہے، فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہو جائے، اور اسکے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا رہے اور ثواب پر ہی بس نہیں کیا بلکہ تلاوتِ قرآن میں بندے کو حق تعالیٰ کا ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن میں ایک خاص تجلی ہے، جب اس کا ظہور قلب پر ہوتا ہے تو دل عظمتِ حق سے پر ہو جاتا ہے، پھر ان باطنی دولتوں کے علاوہ قرآن میں ایک ظاہرہ لذت بھی ہے کہ جس کی وجہ سے کثرتِ تلاوت آسان ہو گئی، اگر ذرا سا بھی ذوق ہو تو قرآن سے زیادہ کوئی لذیذ کلام نہیں، اس میں وہ لذت ہے کہ جتنا پڑھتے جاؤ لذت بڑھتی ہی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کثرتِ تلاوت سے جی نہیں گھبراتا غرض شریعت نے عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے کہ جس میں تقلیلِ کلام کے ساتھ ظاہری لذت بھی ہے، جس کی کثرت قلب پر گراں بھی نہیں ہوتی۔ پھر اس میں قرب بھی بے انتہا ہے، ثواب بھی بے شمار ہے بھلا تقلیلِ کلام کی ایسی صورت کوئی بتلا سکتا ہے، پھر جو صورت مجاہدہ کی تقلیلِ کلام کی اہلِ ریاضت نے

تجویز کی ہے کہ زبان کو بند کرلیا جائے اس میں ایک نقص ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح قوتِ گویائی کم ہوجاتی ہے، اگر ایسا شخص کسی وقت تقریر کرنا چاہے تو اس کے کلام میں شوکت و قوت نہ ہوگی مگر شریعت نے تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے، اس سے قوتِ کلام بڑھتی ہے تجربہ ہے کہ قرآن کی کثرتِ تلاوت سے کلام میں بلاغت و فصاحت پیدا ہوتی ہے اور گویائی میں قوت پیدا ہوتی ہے "سُبْحَانَ اللّٰہ" کیا عجیب مجاہدہ ہے کہ تقلیل کلام مجتمع کردی بھلا ضدین کو کوئی اس طرح جمع کرسکتا ہے ہرگز نہیں، یہ بات تلاوتِ قرآن ہی میں ہے کہ اس کی مشغولی میں تقلیل کلام بھی ہے اور ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی حاصل ہوتی ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے کلام میں بلاغت پیدا کرنا چاہے وہ تلاوتِ قرآن کثرت سے کیا کرے،

صاحبو! اس سلسلہ میں ایک باریک بات عرض کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنئے:۔

اصطلاح صوفیہ میں ایک تحلیہ ہے اور ایک تخلیہ تحلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے، اور تخلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرے نقشبندیہ پہلے ہی دن ذکر تعلیم کردیتے ہیں، ان کے ہاں تحلیہ تخلیہ پر مقدم ہے اور تخلیہ تحلیہ کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں بغرض شریعت نے بھی تمام مجاہدات میں اسکی رعایت کی کہ صرف تخلیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجاہدہ کی وہ صورت اختیار کی کہ جس میں تخلیہ اور تحلیہ ساتھ ساتھ ہوتے رہے، مثلاً تقلیل منام کے لئے تراویح اور تہجد کو تجویز کیا یہ تحلیہ ہے اور جس میں جاگنا بھی ہوگیا جو ترک راحت ہونے کی وجہ سے تخلیہ ہے۔ غرض شریعت نے تقلیل منام کے لئے خالی بیٹھے رہنے کو تجویز نہیں کیا۔ اسی طرح تقلیل کلام کے لئے تلاوتِ قرآن کو تجویز کیا کہ تلاوت میں مشغول رہو، تو یہ تحلیہ ہے اور اس میں زبان بھی محفوظ ہوگئی تو یہ تخلیہ ہوا اسی طرح تقلیل کلام کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ صرف زبان بند کرکے بیٹھ جاؤ، شریعت نے اسی لئے مجاہدات میں صرف ترک پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی مشروع کیا، اگر مجاہدہ میں صرف ترک پر اکتفا کیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی عمل تعلق مع اللہ کا بڑھانے والا ادا نہ کیا جائے تو نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہوگا کہ قلب تعلقاتِ غیر سے خالی ہونے کے ساتھ تعلق مع اللہ سے بھی خالی ہوگا اور اس صورت میں شیطان کا قلب پر قبضہ جمالینا آسان ہے اسی واسطے شریعت نے ہر مجاہدہ میں اس کی رعایت کی ہے کہ تعلقاتِ مباحہ کو ترک کرکے اعمال میں مشغول کردیا ہے تاکہ قلب خالی نہ رہے۔

غرض شریعت نے تقلیلِ کلام کی جو صورت تجویز کی ہے اس میں بھی اس راز کی رعایت ہے یعنی شریعت نے یہ نہیں کہا کہ روزے میں زبان بند کر لیا کرو، کیونکہ اس سے تعلق مع الخلق میں کمی ہو گی تعلق مع الخالق میں کیا زیادتی ہوئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دل دونوں سے خالی ہو جائے گا بلکہ یہ صورت تجویز کی کہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہو، اس سے تعلق مع الخلق میں کمی کیساتھ ساتھ تعلق مع الحق بڑھے گا، اب دل خالی نہ رہے گا، ایک چیز نکلے گی اور اس کی جگہ تعلق مع اللہ بھرے گا تو قلب شیطان سے بالکل محفوظ رہے گا۔ غرض شریعت نے مجاہدہ تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے وہ سب سے بہتر صورت ہے اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی، اور اس میں کچھ خطرہ بھی نہیں ہے اور منافع بے شمار ہیں، اور اہل ریاضت کے پاس تقلیل کلام کا جو طریقہ مستعمل ہے خطرہ سے خالی نہیں ہے اور اس میں اتنے منافع بھی نہیں ہیں۔

تقلیلِ اختلاط مع الانام (لوگ) بصورتِ اعتکاف

قلتِ کلام کی ضرورت قلت اختلاط سے زیادہ ہے کیونکہ لوگوں سے میل جول رکھنے کے بعد زبان کو سنبھالنا دشوار ہے اس لئے قلتِ کلام کی سہل صورت یہی ہے کہ لوگوں سے الگ رہے گوشہ نشینی اختیار کرے، کیوں کہ مجمع کا قرب بھی اختلاط کی مثل ہے، مجمع کے قرب میں سکوت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صوفیہ نے عزلت کو اختیار کیا ہے۔

سلف کے کلام میں مجاہدات کا یہ طرز نہ تھا وہ اختلاط زیادہ کرتے تھے اور متاخرین نے عزلت کو اختیار کیا ہے ذیل میں دونوں کے مفاسد و منافع درج کئے جاتے ہیں۔

لوگوں سے زیادہ اختلاط کے فوائد

اختلاط میں ایک(۱) نفع تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلم اسی پر موقوف ہے عزلت سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جائے گا۔ دوسرے(۲) اختلاط میں خدمتِ خلق کا موقعہ ملتا ہے، تیسرے(۳) جماعت کی فضیلت اختلاط ہی سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص عزلت گزیں ہو گا وہ جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا، چوتھا(۴) نفع اختلاط میں یہ ہے کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، جب لوگوں سے ملے گا تو بہت لوگوں کو اپنے سے افضل پائے گا تو اس شخص کی نظر اپنے اعمال پر کم ہو گی، کیونکہ اپنے سے افضل کے اعمال کو دیکھ کر سمجھے گا کہ میں کوتاہی کیا ہوں، اللہ کے بعض بندے مجھ سے زیادہ عمل کرنے والے ہیں

اور عزلت میں دوسروں کے اعمال تو پیش نظر ہوتے نہیں، بس اپنے ہی اعمال پر نظر ہوتی ہے، اور اس سے بعض دفعہ عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پانچواں نفع یہ ہے کہ اختلاط میں بزرگان دین سے فیض حاصل ہو جاتا ہے، بدوں اختلاط کے بزرگوں سے فیض حاصل کرنا دشوار ہے، اسکے سواء اور بھی منافع متاخرین نے اختلاط کے بتلائے ہیں لیکن یہاں لوگ ایک غلطی کرتے ہیں کہ مطلقاً اختلاط کو عزلت پر ترجیح دیتے ہیں، عموماً اختلاط حظ نفس کے لئے کیا جاتا ہے کہ جس میں نہ غیبت سے احتراز ہے نہ جھوٹ و لایعنی باتوں سے پرہیز ہے اور نہ فضول بک بک سے۔

غرض سلف کا اصل مذاق اختلاط ہے اور متاخرین نے عزلت کو ترجیح دی ہے اور اسکے بے شمار منافع بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک نفع یہ ہے کہ عزلت میں گناہوں سے اجتناب ہوتا ہے۔ غرض ایسی عزلت و تنہائی ہونا چاہیئے

عزلت کے فوائد

کہ جس میں نگاہ کی بھی حفاظت ہو، کان کی بھی حفاظت کرے، دل کی بھی حفاظت کرے کہ قصداً کسی غیر کا خیال دل میں نہ لائے، اگر آجائے تو ذکر میں مشغول ہو کر اسے دفع کرے ایسی عزلت میں واقعی گناہوں سے بہت حفاظت ہوگی، بزرگوں نے اختلاط میں یہ بھی مضرت بتلائی ہے کہ اس میں نامحرم پر نگاہ پڑ جاتی ہے، اسی لئے بزرگوں نے زمین پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی ہے کیونکہ شیطان نے حق تعالے سے کہا کہ میں بنی آدم کے پاس سامنے سے آؤں گا اور پیچھے سے، اور دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے اس میں صرف چار سمتوں کا ذکر ہے، فوق و تحت یعنی اور اوپر اور نیچے کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ فوق و تحت سے شیطان نہیں آسکتا، اوپر دیکھ کر چلنے میں ٹھوکر لگنے کا ڈر ہے اس لئے بزرگوں نے نیچے نگاہ رکھ کر چلنے کی تاکید کی ہے وہ اس طرح کہ امتیازی نشان پیدا نہ ہو، دوسرا نفع عزلت میں یہ ہے کہ اس سے زبان کی حفاظت ہوتی ہے، یہ کام صدیقین کا ہے کہ اختلاط کے ساتھ زبان کی حفاظت کرتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع نہ کرتے تھے۔

غرض اختلاط کے ساتھ قلت کلام بہت دشوار ہے، یہ کام صدیقین و کاملین کا ہے ورنہ اکثر یہ حالت ہے کہ اختلاط میں فضول باتیں بہت کرنا پڑتی ہیں، اب اگر یہ دستور العمل رکھا جاوے کہ جو شخص بھی آئے اسکے ساتھ خاطر و مدارات تعظیم و تکریم کا معاملہ کیا جائے اور گلگنڈوں باتیں بنائی جائیں تو سارا وقت اسی کا ہو رہے گا، اپنا کوئی کام بھی نہ ہوگا، اور اگر ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا

دوسرے کے ساتھ نہ کیا تو اس کو ناگوار ہوگا اور جس کی تم نے خاطر و مدارات کی تھی اس کے ساتھ حسد پیدا ہوگا۔ اس لئے سلامتی عزلت و قلت اختلاط ہی میں ہے مگر ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ قلتِ اختلاط سے بعض دفعہ شہرت ہوجاتی ہے اور شہرت دنیا و دین دونوں کے لئے مضر ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ اگر قلتِ اختلاط اول ہی سے اختیار کرو تو شہرت بھی نہ ہوگی کیونکہ لوگوں کی نظر میں یہ حالت کوئی نئی بات نہ ہوگی اور اختلاط کے بعد قلت کروگے تو شہرت ہوجائے گی، لوگوں کو ایک نئی بات معلوم ہوگی کہ آج کل فلاں شخص گوشہ نشین ہوگیا ہے۔ غرض جب وہ دیکھتا ہے کہ ساری دنیا میری معتقد ہے تو آپے سے باہر ہوجاتا ہے یہ دین کا ضرر ہے، اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی سے عام لوگوں کو حسد اور رشک پیدا ہوتا ہے اور حکام کی نظر بھی مشہور لوگوں پر زیادہ ہوتی ہے۔

غرض بعض صوفیوں نے اختلاط (میل جول) کو ترجیح دی ہے، اس لئے وہ اختلاط کے منافع اور عزلت (گوشہ نشینی) کے مفاسد بتلاتے ہیں، اور بعضوں نے عزلت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ وہ عزلت کے منافع اور اختلاط کی مضرتیں بتلاتے ہیں۔

غرض یہ مسئلہ فی نفسہٖ اختلافی ہے کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط۔ اس کا سب سے اچھا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آپ فرماتے ہیں، اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ ہ

ترجمہ:۔ بری صحبت سے عزلت بہتر ہے، اور اچھی صحبت عزلت سے بہتر ہے۔

یعنی نہ خلوت بہتر ہے نہ جلوت، بلکہ ملنے والے بد ہوں تو ان سے علیحدگی اور خلوت ہی بہتر ہے اور اگر ملنے والے نیک ہوں تو ان سے ملنا خلوت سے بہتر ہے۔

جب آپ کو کثرتِ اختلاط کے مفاسد اور قلت اختلاط کے منافع معلوم ہوچکے تو اب سنیے کہ شریعت نے قلتِ اختلاط کی کیا صورت تجویز کی ہے، شریعت نے قلتِ اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے اور رمضان میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ عشرۂ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس لئے رمضان سے اسکو بھی خاص تعلق ہے۔ بہرحال تقلیل اختلاط کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اسکی نظیر نہیں دکھلا سکتا۔ کیونکہ اعتکاف میں نہ

وہ مفاسد ہیں جو خلوتِ محضہ (خالص) میں ہیں اور نہ وہ مفاسد ہیں جو اختلاط محضہ میں ہیں کیونکہ معتکف خلوت میں بھی ہے اور جلوت میں بھی، اور یہ ریاضت خلوت و جلوت دونوں کو جامع ہے۔

اہل اختلاط نے عزلت میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ اس سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جاتا ہے تو یہ خرابی اعتکاف میں نہیں، کیونکہ معتکف کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کیا گیا ہے اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں، اس لئے معتکف کو تعلیم و تعلم میں کوئی دقت بھی نہیں ہو سکتی۔

۲- ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجد جماعت شرط ہے، معتکف سے زیادہ تو کسی کو جماعت کا ثواب مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں تکبیر اولیٰ پاتا ہے، اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظارِ جماعت کا ثواب بھی جماعت کے ثواب کے برابر ہے۔

۳- ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں بزرگوں کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ یہ شخص پانچوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے جن میں بعض اولیاء بھی ہوتے ہیں

۴- ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں صرف اپنے اعمال پیش نظر ہوتے ہیں جس سے عجب و کبر کا اندیشہ ہے اور اختلاط میں اپنے سے افضل کے اعمال پر نظر پڑتی ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ خرابی بھی نہیں کیونکہ مسجد میں بہت لوگ نماز کے لئے آتے ہیں جن میں بعضے تو بہت عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، معتکف کی نظر ان کے اعمال پر پڑتی ہے تو عجب و کبر پیدا نہیں ہو سکتا۔

۵- ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت سے شہرت ہو جاتی ہے، اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ معتکف کسی پہاڑ کی کوہ میں نہیں بیٹھتا جس سے شہرت ہو بلکہ بستی کی مسجد میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور عرفاً اس کو گوشہ نشینی نہیں شمار کیا جاتا۔ اس لئے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی، ہر سال بیسوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں، مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا۔

۶- اختلاط میں ایک مضرت یہ تھی کہ اس میں اشرار کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اور اشرار کی صحبت سے دین کا ضرر ہوتا ہے، سو معتکف اس سے محفوظ ہے کیونکہ مسجد میں نمازی آتے ہیں اور

اکثر نمازی نیک ہوتے ہیں اور اگر بعضے بد بھی ہوں تو نماز کے وقت نیک بن جاتے ہیں اس لئے انکی صحبت مضر نہیں، پھر وہ طویل صحبت نہیں ہوتی ایسے لوگ مسجد میں نماز کے بعد ٹھرتے نہیں ہیں۔

۷۔ ایک مفسدہ یہ بتلایا گیا تھا کہ اختلاط میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے باتوں میں وقت ضائع و برباد ہوجاتا ہے، معتکف اس سے بھی محفوظ ہے کیونکہ اسکے پاس باتیں کرنے والے آتے ہی نہیں، کیونکہ مسجد میں نماز کے بعد کون ٹھیرتا ہے کہ جو معتکف سے باتیں کرے، دوست احباب بھی گھر آتے ہیں مسجد میں کوئی نہیں آتا۔ اس لئے معتکف کو باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا، اس طرح معتکف کثرت کلام کی خرابیوں سے محفوظ رہتا ہے اور ذکر و فکر و تلاوت و نماز کے لئے اسکو بہت وقت ملتا ہے۔

۸۔ ایک مفسدہ اختلاط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس میں نگاہ کی حفاظت نہیں ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، اسکے پاس نامحرم عورت کوئی نہیں آتی۔

غرض معتکف سے ایسا اختلاط کسی کا نہیں ہوتا کہ جس سے اس کا وقت ضائع ہو، یا دوستی یا دشمنی پیدا ہو، اور مزا یہ ہے کہ معتکف سے نماز کے وقت سب ملنے آتے ہیں یہ کسی سے ملنے نہیں جاتا۔ غرض اعتکاف ایسی عجیب ریاضت ہے کہ خلوت و جلوت دونوں کے منافع اس میں موجود ہیں اور دونوں کے مفاسد سے یہ پاک ہے، اسی لئے شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث هو یعتکف الذنوب ویجزی له من الحسنات کعامل الحسنات (ابن ماجه)

چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ معتکف گناہوں سے الگ رہتا ہے۔ غرض شریعت نے قلتِ اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اسکی نظیر نہیں لا سکتا

صاحبو! اب کچھ شب قدر کے بارے میں سنیئے ارشاد باری ہو رہا ہے:-

شب قدر "اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" آیت۔ رکوع ا۔ سورہ قدر)

ترجمہ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔

حکایت ایک روز مجنوں نے ہرنی کو دیکھا، تڑپنے لگا اور بے ہوش ہوگیا، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا، مجنوں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، اس ہرنی کی آنکھ دیکھ کر مجھ کو میری لیلیٰ کی آنکھ یاد آ گئی، اس ہرنی کی آنکھ پر بھی مجھکو محبت آنے لگی۔

کچھ سمجھے آپ کہ یہ کیا معاملہ ہے، سنیئے ایک شخص کو کسی سے محبت ہے تو جب اسکو کوئی اور چیز اسکے محبوب کے مانند نظر آتی ہے تو اس چیز سے بھی محبت کرنے لگتا ہے، ہرنی کی آنکھ، لیلیٰ کے آنکھ جیسی تھی بس اسی علاقہ کی وجہ سے ہرنی کی آنکھ پر بھی محبت آنے لگی، ہائے اگر اس وقت لیلیٰ کی کوئی چیز خواہ اسکا جوتا ہی سہی اگر کہیں نظر آجائے تو اس وقت مجنون کی تڑپ کا کیا پوچھنا۔ کیوں؟ اس لئے کہ پیاری کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، اس گئے گزرے زمانے میں بھی مسلمانوں کی اس ناقص حالت پر بھی اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک یا نعلین مبارک لاکر سب کے سامنے رکھ دیں تو ہر ایک مسلمان اسکو دیکھ کر اس قدر تڑپے گا کہ کسی کو کچھ سدھ ہی نہ رہے گی، کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات میں سوتے وقت تخت کے نیچے ایک پیالہ رکھ دیتے تھے، آپؐ رات کو اس میں پیشاب فرماتے تھے، ایک وقت پیالہ میں حضرتؐ کا پیشاب دھرا تھا۔ ابن عباسؓ آگئے لوگ ہاں ہاں ہی کرتے رہے اور آپ وہ حضرتؐ کا پیشاب اٹھا کر پی گئے کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، پھر یہ پیشاب پینے کا یہ اثر ہوا کہ شرح صدر ہوگیا۔ دل کھل گیا لوح محفوظ سامنے تھا۔ آج تک کوئی ایسا قرآن کی تفسیر کرنے والا نہ ہوا۔ ہائے یہ تو انسان تھے جانوروں کو بھی معلوم ہے کہ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے سو ۱۰۰ اونٹ قربانی کئے، اونٹوں کا گلہ کھڑا تھا آپ ایک ایک اونٹ لے کر قربانی فرماتے تھے، صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر ایک اونٹ دوسرے پر گرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اس چھری کے نیچے میں پہلے ذبح ہو جاؤں۔ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، یہ معاملہ کچھ مخلوق ہی کے پاس نہیں ہے بلکہ خالق کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، سنیئے، قسم اس چیز کی کھایا کرتے ہیں کہ جو قسم کھانے والے کے پاس سب سے زیادہ پیاری ہو۔ کہتے ہیں تمہارے سر کی قسم (کوئی مسئلہ نہیں ہے) "لَعَمْرُكَ" (پ ۱۴۔ رکوع ۵۔ سورہ حجر)

ترجمہ: (اے محمدؐ) آپ کے جان کی قسم۔

پیارے تمہارے جان کی قسم۔ کہیں فرماتا ہے "وَالْعَصْرِ" (پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ العصر) ترجمہ: آپ جس) زمانہ میں ہیں اس زمانہ کی قسم۔ "لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ"

(پ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ بلد) ترجمہ: پیارے نبی اس شہر کی قسم جس شہر میں آپ ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، ہائے اگر وہ چیز پیارے کو بھی پیاری ہے تو پھر کچھ نہ پوچھو کہ وہ چیز کس قدر پیاری ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ یہ امت پیاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی چیزیں جیسے آپ کا زمانہ، آپ کا شہر جب خدا کو پیارا ہے تو اب سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت اللہ تعالیٰ کو کس قدر پیاری معلوم ہوتی ہوگی۔ مسلمانو! تم خدا کے کس قدر خوش تقدیر ہو کہ تم خدا کے محبوب کے محبوب ہو، اس لئے سوچو کہ تم خدا کے کس درجہ محبوب ہوں گے، اسی لئے خدا تعالیٰ کو تم سے اس قدر محبت ہے کہ کسی اور پیغمبر کی امت سے ایسی محبت نہیں ہے۔ "عشق و مشک را نتواں نہفتن" ترجمہ: محبت اور مشک چھپانے سے بھی نہیں چھپ سکتے۔ خدائے تعالیٰ کی ہر بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تم سے بے حد محبت ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بچہ ریٹھ میں لت پت، میلے کپڑے اور رغلیظ حالت ہے، ساری دنیا گھن کر رہی ہے، مگر ذرا اس محبت بھری ماں سے پوچھو، وہ کہتی ہے کہ اس کا ریٹھ تمہارے پاس ریٹھ ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ پیارا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! روزہ دار کے منہ کی بو تمہارے پاس بدبودار ہے مگر میرے پاس مشک سے زیادہ پیاری ہے، دیکھا آپ نے ان لفظوں سے کس قدر محبت ٹپکتی ہے۔

حدیث ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین تھے، یہ فکر تھی کہ معلوم نہیں میری امت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام پیام لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پیارے نبی! آپ مغموم نہ ہوں، آپ کی پیاری امت میرے پاس بھی پیاری ہے جب تک میں دنیا میں آپ کی امت کو نبیوں کے درجہ نہ دیدوں گا دنیا سے نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں نبی اب تو خوش ہوئے۔ اس کا آپ سجدۂ شکر بجالائے۔

واقعی خدائے تعالیٰ نے پیغمبروں کی شان میں جو الفاظ فرمایا ہے وہ اس امت کے لئے بھی فرمایا۔ بطور نمونہ کے کچھ سناتا ہوں:۔

پیغمبروں کی شان میں	اس امت کی شان میں
(۱) موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا:	(۱) اس امت کے حق میں فرمایا "وَلَا تَهِنُوا

(پیغمبروں کی شان میں)

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝

(پ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورہ طٰہٰ) ترجمہ: ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

(۱) ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا:

"وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝

(پ ۵۔ رکوع ۱۸۔ سورہ نساء) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا۔

(اس امت کے حق میں)

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ" (پ ۴۔ رکوع ۱۴۔ سورہ آل عمران) ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

(۲) اس امت کے حق میں فرمایا:

"یُحِبُّهُمْ" (پ ۶۔ رکوع ۸۔ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اللہ ان سے محبّت رکھتے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جہاں بڑے بڑے امیر نہیں جا سکتے وہاں بادشاہوں کے ساتھ، بادشاہوں کے غلام پہنچ جاتے ہیں اور امت تو کیا دوسرے نبیوں کے لئے وہ لفظ نہیں کہے گئے جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہے گئے ہیں، وہ اس امت کے لئے بھی کہے گئے ہیں مثلاً حضور کی شان میں "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" (پ ۲۲۔ رکوع ۔ سورہ احزاب) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اور امت کی شان میں فرمایا "هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ" (پ ۲۲۔ رکوع ۶۔ سورہ احزاب) ترجمہ: اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے ہیں، اور نبی کی شان میں فرمایا:

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"

(پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ الضحیٰ) ترجمہ: اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ

(پیغمبروں کی شان میں)

(اس امت کی شان میں)

خوش ہوجائیں گے۔ اور اس امت کی شان میں فرمایا "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" (پ ۷ رکوع ۱۶۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں۔

حدیث ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی! تو نے مجھے عزت دی ہے کہ مجھ سے باتیں کرتا ہے، کیا یہ عزت تیرے کسی اور بندے کو بھی دیا ہے، حکم ہوا کہ میرے بہت سے وہ بندے ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا رمضان کا مہینہ دے کر تم سے زیادہ ان کو عزت دوں گا۔ کیونکہ تم سے میں جو باتیں کرتا ہوں تو مجھ میں اور تم میں ستر ہزار پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا، ہونٹ سفید ہوگئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے، افطار کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پردہ ہیں سب اٹھا دوں گا۔ موسیٰ! آسمانوں اور زمینوں، چرند، پرند، غرض کل کائنات کے دل میں ڈالتا ہوں کہ وہ رمضان کے روزہ دار کے لئے مجھ سے مغفرت کی دعا کرے۔

(۳) نوح علیہ السلام کے لئے فرمایا: "سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ" (پ ۲۳۔ رکوع ۳۔ سورہ صٰفّٰت) ترجمہ: نوحؑ پر سلام ہو۔

جس کی وجہ سے کافروں پر نصرت کی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا "سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ" (پ ۲۳۔ رکوع ۳۔ سورہ صٰفّٰت) ترجمہ: ابراہیمؑ پر سلام ہو۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے لئے

(۳) اسی طرح اور پیغمبروں پر سلام آتا ہے۔ کسی امت پر نہیں، اگر کسی امت پر سلام آتا ہے تو اس امت پر۔ ارشاد ہو رہا ہے "سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: اور وہ شب سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شب قدر میں ہر سال اللہ تعالیٰ اس امت کو سلام یوں بھیجتا ہے۔

(پیغمبروں کی شان میں)

فرمایا "سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ"
(پ ۲۳ - رکوع ۴ - سورہ صٰفّٰت)

ترجمہ: موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام ہو۔

جس کی وجہ دریا سے صحیح و سالم پار ہو گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج میں فرمایا:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

اے نبیؐ آپ پر خدا سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل کرے۔

۴۔ تمام نبیوں کو سلام کی بدولت ایک ایک چیز ملی۔

(اس امت کی شان میں)

۴۔ اس امت کو بھی سلام کی بدولت ایک چیز ملی۔ صاحبو! وہ کیا ہے سنیئے: جب یہ امتی قیامت میں دوزخ پر سے گذرے گا تو دوزخ چلائے گی۔ اے امتی تجھے خدا سلام بول بھیجا ہے اب تو میرے قابل نہ رہا۔ جلد مجھ پر سے گذر جا۔

حدیث: جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا گیا تو روح کو حکم ہوا کہ اس جسم کے اندر چلی جا۔ روح رک گئی اور کہنے لگی کہ میں اس تاریک جگہ میں کس طرح جاؤں۔ حکم ہوا تو اندر تو جا، تیری وجہ سے میں اس جسم کو منور کردوں گا۔ غرض روح خدائے تعالیٰ کی آواز سنکر اور اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے مزہ میں بے خود ہو کر جسم میں چلی گئی۔

۵۔ انتقال کے وقت موسیٰ علیہ السلام ضد کرنے لگے اور ملک الموت کو روح نہیں لینے دیئے

۵۔ اسی طرح ہر نیک مسلمان کی روح ضد کرتی ہے ملک الموت تھک کر رہ جاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ

(پیغمبروں کی شان میں)

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملک الموت یہ روح تمہاری اطاعت نہیں کرے گی، جنت سے ایک سیب لے جاؤ۔ اس میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بو آئے گی، ملک الموت جنت سے سیب لائے۔ اس سیب کی بو سونگھتے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بے خود ہو کر جان دیدی۔

(اس امت کی شان میں)

فرماتا ہے ملک الموت ٹھیرو جی یہ روح میری آواز سنکر جسم میں گئی تھی اب میری ہی آواز سنکر باہر نکلے گی پھر اللہ تعالیٰ نہایت پیاری آواز میں فرماتا ہے "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ" (پ ۳۰ رکوع ۱ سورہ فجر)۔

ترجمہ: (اور جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے انکو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح (تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل)۔

اس آواز کو سنتے ہی بے خود ہو کر جسم سے نکل آتی ہے،

یہ بات سوچنے کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح سیب سنگھا کر نکالتے ہیں اور اس امت کی روح خود اپنی آواز سنا کر نکالتے ہیں یہ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، جدہر بادشاہ کا رُخ دیکھتے ہیں سب ادھر ہو جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی یہ محبت اس امت کے ساتھ دیکھ کر ہر چیز اس امت سے محبت کرنے لگی ہے، پانچ نمازوں کے وقت جنت تڑپ کر کہتی ہے:-

"وَاشَوْقَاہ اِلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: جنت نہایت شوق سے کہتی ہے کہ کیا کروں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کب مجھ میں آئے گی۔

۶- ایک چیز عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، پھر اس پر احسان جتلاتا ہے "اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (پ ۷ رکوع ۱۵ سورہ مائدہ)

۶- اس امت کو فرمایا "وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ" (پ ۲۸ رکوع ۳ سورہ مجادلہ) ترجمہ: اور ان مسلمانوں کے قلوب کو اپنے غیب کے فیض سے قوت دی ہے۔

(پیغمبروں کی شان میں)	(اس امت کی شان میں)
ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔	
(۷) تمام پیغمبروں پر جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں کسی امت پر نہیں۔	(۷) اس کے برخلاف اس امت پر "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ" (پ۳۰۔ رکوع۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: (اور شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے زمین کی طرف اترتے ہیں۔ یعنی اس امت پر ہر سال جبرئیل علیہ السلام اور ملائکہ آتے ہیں۔
(۸) امت عیسیٰ کو انزالِ مائدہ۔	(۸) اس امت کو اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (پ۳۰۔ رکوع۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔ یعنی انزالِ قرآن۔ اس مائدہ میں ہر طرح نعمت ہے، مائدہ محمدی میں "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (پ۔ رکوع۔ سورہ انعام) ترجمہ: اور نہ کوئی تر و خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہیں۔
(۹) مائدہ عیسیٰ علیہ السلام سبب عذاب۔	(۹) مائدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبب رحمت "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا" (پ۱۵۔ رکوع۹۔ بنی اسرائیل) ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہے۔

صاحبو! سنو، ایک وہ امت تھی کہ پیغمبر سے مانگی تو کیا مانگی خوان کھانے کا۔ یا ایک یہ امت ہے کچھ مانگتے ہی نہ تھے، یہ پیام یوں بھیجتا ہے کہ ان کو میرا سلام پہونچاؤ اور یہ کہو کہ تمہارا محبوب تم سے شکایت کرتا ہے کہ کبھی تم ہم سے سوال نہیں کرتے حالانکہ تم میرے محبوب ہو، تمہارے خوش ہونے سے میں خوش ہوتا ہوں، تمہاری باتوں کا میں مشتاق ہوں، ہر وقت میں تم کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس طرح ماں اپنے پیارے بچہ کو دیکھتی ہے، امت نے جواب دیا کہ ہم اس واسطے سوال نہیں کیے کیونکہ غلام کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب میاں کو معلوم ہے پھر غلاموں کو کہنے کی کیا ضرورت ہے، جب آپ خود فرماتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ الٰہی ہماری آنکھوں کو دنیا اور اہلِ دنیا پر نظر مت ڈالنے دے، ہمارے دل کو آخرت کے شغلوں کے لئے خالی کردے اور اپنے لئے مختص کردے نہ دنیا پر ہماری نظر ہو، نہ آخرت کا خیال ہو۔ سوائے تیرے ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے دل میں اور کوئی نہ ہو، دیکھا آپ نے یہ کیا مانگتے ہیں اور وہ کیا۔ آخر خوان اترا، جب اس کے ساتھ بے ادبی کی گئی تو وہ خوان بند ہو گیا اور سب سور، بندر بنائے گئے لیکن قرآن سے جو سور، بندر تھے وہ انسان کامل ہو گئے۔ انوارِ الٰہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں مگر علائق بشری ان انوارِ الٰہی کو ارواحِ بشری پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ حجاب ہو جاتے ہیں، جب صبح سے شام تک نفس کے تینوں خواہشوں کو روکا۔ نماز، مراقبہ اور اعتکاف میں لگایا اس لئے روح پر عالم قدس کی تجلی ہوتی ہے۔

بادشاہوں کے یہاں کا قاعدہ ہے کہ ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں عنایات خسروانہ زیادہ ہوتے ہیں، انعامات بٹتے ہیں، فرماں برداروں کے لئے ترقی درجات ہوتے ہیں، ایسا ہی بندہ کو اعتکاف، روزہ، تراویح کا بدلہ دینے کا وقت آگیا۔ اسی کا نام شب قدر یعنی روزہ داروں کی تراویح پڑھنے والوں کی، قدر کی جانے کی رات ہے، وہ رات ہم مقرر نہیں کرتے، اس لئے کہ معشوق ملتا ہے تو بول کر نہیں ملتا۔

حکایت لیلیٰ پہلے مر گئی۔ مجنوں کو اس کا علم ہوا لیلیٰ کی قبر معلوم کرنا چاہا۔ لوگوں نے اسکے ہلاک ہونے کے خیال سے نہیں تبلایا۔ اس نے جابجا کے قبروں کی مٹی سونگھ کر پتہ لگا ہی لیا اور یہ شعر بار بار پڑھتے پڑھتے آخر جان دیدی ؎

اَرَادُوْا لِيُخْفُوْا قَبْرَهَا عَنْ مُحِبِّهَا ﴿ وَطِيْبُ تُرَابِ الْقَبْرِ دَلَّ عَلَى الْقَبْرِ

ترجمہ: لوگوں نے یہ چاہا تھا لیلیٰ کی قبر کو اس کے عاشق سے مخفی رکھیں لیکن اس کے قبر کی خاک کی خوشبو نے عاشق کو راستہ بتلا ہی دیا۔

وہ تو شخص تھا اور اتنی سی محبت تھی مگر کیا رنگ لائی۔ ایسا ہی شب قدر بھی ہم مقرر نہیں کرتے اگر عشق ہے تو مجنوں کی طرح پتہ لگالو۔ اگر سچا عاشق ہے تو ہم جو راتیں بتلاتے ہیں اس میں جاگے گا وصل کا مزہ لے گا۔ اور ناقص سو کر پچھتائے گا، وہ پانچ راتیں ہیں، ۲۱ رمضان سے ختم رمضان تک، وہ وصل کی رات ہے اس لئے ہجر کی ہزار راتوں سے افضل ہے "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" (پ۳۰۔ رکوع ا۔ سورہ قدر)

ترجمہ: شب قدر ہزار مہینے سے افضل ہے۔

اگلی امتوں کی ہزار رات کی عبادت سے اس امت کی اس ایک رات کی عبادت افضل ہے

حدیث ایک مزدور صبح سے ظہر تک اور دوسرا مزدور ظہر سے عصر تک کام کیا اور تیسرا مزدور عصر سے مغرب تک کام کیا۔ مثلاً پہلے مزدور کو ایک روپیہ مزدوری دی گئی، دوسرے مزدور کو بھی ایک روپیہ مزدوری دی گئی لیکن تیسرے مزدور کو دو روپے مزدوری دی گئی۔ تب پہلے اور دوسرے مزدور نے شکایت کی کہ کام بھی ہم سے زیادہ لئے اور مزدوری بھی کم دیئے لیکن تیسرے مزدور سے کام بھی کم لئے اور مزدوری بھی زیادہ دیئے تو مالک نے کہا کہ کیا تمہاری مزدوری میں کچھ کم کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کم نہیں، تب مالک نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہا زیادہ دیا، تم کو کیوں شکایت ہے، ایسا ہی پہلے اور دوسرے مزدور یہود و نصاریٰ ہیں، تیسرے مزدور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس امت سے کام کم اور مزدوری زائد، یہ فضل ہے کسی کو شکایت کا حق نہیں، اسی واسطے اس امت کی ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت اور امتوں کے ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے، یا یوں سمجھیے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت بیل گاڑی، عیسیٰ علیہ السلام کے وقت گھوڑا گاڑی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ریل گاڑی، یا قدر کے معنیٰ ہیں اندازہ، اس رات سال بھر کے سب کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، یا قدر کے معنیٰ تنگی کے ہیں، اس رات اس قدر فرشتے زمین پر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، یا قدر اس لئے کہ کتاب قابل قدر، رسول قابل قدر کی معرفت، امت قابل قدر پر اتارا۔ اس لئے سورۂ قدر میں لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا لفظ تین دفعہ

آیا ہے صاحبو! اسکو غفلت میں نہ کھوئیے، اس لئے کہ جس کو دربار کے روزبھی حضوری نصیب نہ ہوگی تو پھر اسکو کیا مل سکتا ہے جیسے آفتاب معین برج میں آگیا تو بارش ہوتی ہے، تمام جڑی بوٹیاں سرسبز ہوجاتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھول کھلتے ہیں، ایسا ہی اس رات عالم بالا کو عالم سفلی کے ساتھ ہی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے: "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ" (پ۳۰۔ رکوع ۱ سورۂ قدر) ترجمہ: یعنی روح الامین اور فرشتے اترتے ہیں۔ یعنی فوج ملائکہ کے ساتھ جبرئیل اترتے ہیں، سبز علم کعبہ پر نصب کرتے ہیں اور رحمت کا جھنڈا آسمان اور زمین کے بیچ میں معطر کا جھنڈا قبر شریف پر حضرتؐ کے، کرم کا جھنڈا بیت المقدس پر رحمت کا جھنڈا کعبہ شریف پر آج کی رات جشن شاہانہ ہوتا ہے، ملائکہ اس دن جو ذاکر اور شب بیدار ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں

ایک وہ وقت تھا کہ یہ منی کا قطرہ تھا، خون کا لوتھڑا تھا۔ ماں باپ کو گھن آتی تھی پھر اس کو خوب صورت شکل دی، ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو ماں باپ، فرا بتدار اس پر شیدا ہوئے جب اس نے روزہ، نماز، تراویح، اعتکاف سے روحانیت میں ترقی کی تو آج عالم بالا کے لوگ بھی اپنی مناسبت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں، تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ "حضرت عیسٰی کے اصحاب پر جبرئیل ایک بار اترے تھے، اس امت پر ہر سال، اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں رقت، آنکھوں میں آنسو اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، یا روح سے مراد ارواح مومنین ہیں جو مومنین سے ملنے آتے ہیں، اچھے حال میں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، برے حال میں دیکھتے ہیں تو فرشتوں سے شرماتے ہیں، اور ان سے ناراض ہوتے ہیں، جس کا اثر سال بھر خسارت مال اور دنیوی مصائب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یا روح سے مراد یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یہ سب کیوں؟ سنو:۔

موسیٰ علیہ السلام معراج میں کئی بار حضرت کو لوٹائے، نام تو نماز کم کرنے کا تھا حقیقت میں انعکاس انوار تجلی ذاتی کو دیکھنا تھا، اس رات خاص تجلی شب قدر کے جاگنے والوں پر ہوتی ہے جدھر رب ادھر سب۔ جب تجلی خدا ہورہی ہے تو اس لئے جبرئیل بھی، ملائکہ بھی، ارواح مؤمنین بھی اور روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تشریف آوری ہورہی ہے، رہا یہ کہ خدا کے تعالیٰ کیوں آتا ہے سنو، وہ روزہ داروں کو تسلی دینے کے لئے کہتا ہے

رنج کے ماند دے کہ ذوالمنن گویدت چونی تو اے رنجور من

ترجمہ: احسان کرنے والا (یعنی اللہ تعالےٰ) جب فرمائے کہ اے میرے غم میں رہنے والے تو کیسا ہے اللہ تعالےٰ کا یہ جملہ سننے کے بعد غمگین کا غم کیسے باقی رہے گا۔

پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اور آخر دہے میں ہمت پست ہوتی ہے اس لئے ہمت بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی۔ اس میں تجلی خاص فرمایا تاکہ ہمت بڑھے اور رمضان شریف کی تکمیل کرسکیں۔

جمعۃ الوداع

اب جمعۃ الوداع کے بارے میں سنئے:۔

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے" ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۱۱۔ رکوع ۴ سورہ توبہ)

ترجمہ: (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ انکو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کو) اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غضب ہوا، اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی، ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (اگر یہ ساتھ جاتے تو ان کے نام بھی لکھے جاتے) یقیناً اللہ تعالےٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

سنو صاحبو! ایک شخص بدتمیز، بدسلیقہ اور بے ادب ہے، نجاست سے آلودہ ہے اس نے نہ تو غسل کیا اور نہ کپڑے تبدیل کیا، بدن سے بدبو آرہی ہے، ہر چند اس سے کہا گیا کہ میاں غسل کرلو کپڑے بدلو، مگر اس بھلے آدمی نے ایک نہ سنی۔ بھوت سا بنا ہوا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ بادشاہ کی حضوری میں جانا بھی چاہتا ہے لیکن بادشاہ کو اس سے محبت ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ بادشاہ کو اس سے محبت ہے اگر خبر ہوتی تو اس نجس حالت کے ساتھ بادشاہ کے حضوری میں جانے کا ارادہ نہ کرتا۔

صاحبو! آپ نے بادشاہوں کے مصاحبوں کو دیکھا ہوگا کہ کس کس طرح سے صفائی کا

فضائل رمضان

انتظام کرتے ہیں تاکہ ان کی کوئی بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ بادشاہ تو بادشاہ اگر کسی معمولی عورت سے محبت ہو جائے تو آئینہ رکھ کر کنگھی کی جاتی ہے، ٹوپی [illegible] کی جاتی ہے ادھر شیروانی دیکھی جاتی ہے، یہ کیوں؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ [illegible] یہ [illegible] ہے کہ نہیں مجھ میں ایسی کوئی بات تو نہیں ہے کہ جو میری محبوبہ کی مرضی کے خلاف ہو۔

غرض ایسی حالت سے آنے والے کے لئے تو جیل [illegible] بنایا ہے [illegible] بادشاہ کو اس سے محبت ہے، اس لئے بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اسکو حمام میں لے جا کر [illegible] وہاں شاہی [illegible] میں انھوں نے اسکو خوب مل ملکر نہلانا شروع کیا۔ ان حضرت نے ہائے ہائے [illegible] اور [illegible] شروع کیا کہ ہائے میں مرا، ہائے میں جلا۔ مگر شاہی لوگ اس کی [illegible] سمجھتے ہیں کہ اے نادان اگر ہم نے ذرا کمی کی تو یہ میلا کچیلا رہ جائے گا اور دربار کے لائق نہ ہوگا [illegible] اگر کوئی شاہی لوگوں کی نہ سنے تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ یہ شخص خود دربار سے محروم رہے گا۔

ایسا ہی انسان بڑا بدتمیز ہے، بے ادب ہے، گناہوں کی [illegible] تو بہ کا غسل کیا، نہ نیک اعمال کے کپڑے بدلا، گناہوں کی بدبو آرہی ہے [illegible] توبہ کرو کچھ نیک کام کرو اگر میاں یہاں سنتا کون ہے لیکن خدائے تعالیٰ کو اس سے محبت ہے اگر اس کو بھی خدا سے محبت ہوتی تو ہر وقت خود کو دیکھتا رہتا کہ کونسی بات مجھ میں خدا کی مرضی کے خلاف ہے اس حالت سے آنے والے کے لئے تو دوزخ کا حکم ہوتا تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو انسان سے بے حد محبت ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ اس کو تقویٰ کے حمام میں لیجا کر گناہوں سے پاک کرو، وہاں پیغمبر جو شاہی لوگوں کے مثل ہیں خوب مل مل کر نہلانے لگے یعنی جتنے خدا کے احکام ہیں وہ روح کے غسل ہیں، اب یہ لگے نخرے کرنے کہ ہائے گرمیوں کے روزے، ہائے جاڑے کی نماز وغیرہ۔ انسان چلاتے ہی رہے مگر پیغمبر کب سنتے گناہوں کے نجاست سے پاک ہونے کا انتظام فرمادئیے۔ اس پر بھی اگر کوئی پیغمبر کا کہنا نہ سنے ان کی اطاعت نہ کرے تو کسی کا اس میں کیا نقصان ہے وہ خود جنت سے محروم رہے گا اور جو سمجھ گیا گناہوں سے توبہ کا غسل کر کے پاک ہو گیا اور تقویٰ کا لباس پہن لیا، وہ خدائے تعالیٰ کے دربار کے لائق ہوا اور جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

کسی وقت یا کسی شب یا کسی ماہ کے بابرکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات

میں سے کوئی تجلّی اس وقت یا اس شب یا اس ماہ پر کرتا ہے تو اس وقت گناہ بہت دُھلتے ہیں جیسے مکان پر تجلّی ہو' جیسے کعبہ' اس پر خدا نے تجلی کی تو وہ متبرک ہوگیا' ایسا ہی زمانہ پر تجلّی کی جیسے رمضان تو وہ متبرک ہے۔

صاحبو! ایک مثال سنو! ایک شخص صابون لگا کر نہایا اور دوسرا یوں ہی بغیر صابون کے نہایا تو ضرور صابون لگانے والا جلد اور بہت میل سے پاک ہوگا اور بے صابون والے کو پاک ہونے میں بہت دیر لگے گی۔

اسی طرح رمضان میں توبہ کرکے نیک اعمال کرنے والا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ اسکے برخلاف دوسرے دنوں میں توبہ اور نیک اعمال کیا تو ان دنوں میں ایسا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمانو! رمضان کو غنیمت جانو جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ رمضان مبارک کے برکات کو کھلی آنکھ سے دیکھتے ہیں' جو غافل ہیں ان کو یہ مہینہ اور دوسرے مہینے دونوں یکساں ہیں۔

صاحبو! رمضان آیا اور اپنے برکات وانوار کی بارش برسایا اور رخصت ہو رہا ہے ہائے غافلوں کو کچھ خبر بھی نہ ہوئی' ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی مکان میں کمرہ اندر سے بند کرکے بیٹھا ہو' اور باہر یہ حالت ہے کہ ابر آیا' ٹھنڈی ہوائیں چلیں' اور بارش ہوئی' لوگ خوش ہوگئے ابر چلا گیا' اور آسمان صاف ہوگیا۔ یہ حضرت مکان کے اندر ہی رہے ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ باہر کیا سے کیا ہوگیا۔

شاہی خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی کوشش کرتا ہے کہ چھوٹ جائے اور رہائی ہو' رمضان المبارک کا مہینہ ہے' خدائے تعالےٰ کا عام فضل ہو رہا ہے' قیدی چھوٹ رہے ہیں' مسلمانو! تم پر بھی تو تعزیرات آخرت کے بہت سے دفعہ لگ چکے ہیں' تم بھی تو قیدی ہو' تم کو بھی رہائی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اب تک کچھ نہ کئے ہو تو اب بھی جو کچھ ہے غنیمت جانو۔ ان دو دنوں میں تو بھی کچھ کرلو' دیکھو رمضان چلے اور آج جمعۃ الوداع ہے مگر یہ وقت بہت مشکل کا ہے' چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔

صاحبو! آپ کیا سمجھ رہے ہیں' آپ کے اطراف گمراہیوں کا جال پھیلا ہوا ہے' آپ کے اطراف شیطانوں کا ہجوم ہے' شیاطین الجن علیحدہ ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ شیاطین الانس

علیحدہ گھرے ہوئے ہیں، کام کرنے والوں کو کام سے چھڑا رہے ہیں، سب سے بڑا جال حُبِ دنیا کا پھیلا ہوا ہے، اسکی طرف بلانے والے الگ بلا رہے ہیں، اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا ۔ ماچو مرغانِ حریص بے نوا

ترجمہ: اے خدا دانہ پڑا ہوا ہے اور اس پر سینکڑوں جال بچھے ہوئے ہیں، ہم حریص پرندوں کی طرح ہوں

میر ہائی ہر دمے مارا و باز ۔ سوئے دامے می رویم اے بے نیاز

ترجمہ: اگرچہ ہر وقت دام سے چھٹکارا پا رہا ہوں، بچ رہا ہوں اے بے نیاز، پھر بھی میں جال کی طرف چلا جا رہا ہوں۔

اے خدا! تو ہم کو نجات دیتا جاتا ہے مگر ہم اور پھنستے ہی جاتے ہیں، ہم بار بار گرتے ہیں اور آپ سنبھالتے جاتے ہیں۔ ہماری مثال اس غلام کی سی ہے جس کے بہت سے مالک ہوں، ایک حکم دیتا ہے کہ پانی پلاؤ، دوسرا حکم دیتا ہے کہ لیٹ جاؤ، اور تیسرا حکم دیتا ہے کہ نہیں بیٹھ جاؤ، دس آقا ہیں اور دس احکام ہیں۔

خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھو، یہ اٹھتا ہے، ساتھ والے کہتے ہیں کہ بڑے نمازی آئے بیٹھ میاں۔

خدا کہتا ہے کہ روزہ رکھو۔

ساتھ والے روکتے ہیں۔

اب یہ اس کوشش میں ہے کہ اس سے سب خوش رہیں۔ اس شخص کی مثال ایسی ہے:

حکایت ایک ہر دلعزیز صاحب تھے، ہر ایک کی دلجوئی کیا کرتے تھے، یہ ایک مرتبہ ایک ندی کے کنارہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارہ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس پار جانا چاہتا ہے اور ایک شخص دوسرے کنارے پر بیٹھا ہے وہ اس طرف آنا چاہتا ہے، یہ ہر دلعزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر چلے جب بیچ ندی میں پہنچے تو خیال آیا کہ اگر اس کو کنارہ پر پہنچاؤں تو دوسرا آزردہ ہوگا اور خیال کرے کہ دوسرے کو بھی یہاں تک لانا چاہئے، یہ خیال آتے ہی کندھے والے شخص کو بیچ ندی میں پٹک دیئے اور دوسرے کو لانے کے لئے گئے۔ جب بیچ میں آس دوسرے شخص کو لائے تو پہلا شخص ڈوبتا ہوا دکھائی دیا تو یہ اس دوسرے شخص کو پٹک کر اس کو سنبھالنے کے لئے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ڈوب چکا ہے پھر اس دوسرے کی خبر لینے کے لئے آئے تو اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔

یاد رکھئے یہی طرز ہم بھی اختیار کر رہے ہیں مگر اس کا بھی خیال رکھیئے کہ خدا کو راضی کیجئے تو مخلوق

بگڑتی ہے اور اگر مخلوق کو منائیں تو خدا ناراض ہوجاتا ہے، اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہو بگاڑ لو اور جس کو چاہو منالو۔

بعض امور خیر کے ہوتے ہیں، شیطان بہکاتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے کرنے کے ہیں وہ تو تم سے ہو نہیں سکتے اسکو کیا کرتے ہو۔ اسی طرح کہتا ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں وہ تو چھوٹتے ہی نہیں ہیں، اس کو چھوڑ کر کیا متقی بنوگے، یاد رکھو یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے، کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو بلکہ جب توفیق ہوجائے فوراً اس پر عمل کرو، اسی طرح کسی بُرے کام کو کم نہ سمجھو، اس سے بچتے رہو۔

حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عائشہ! کسی خیر کو حقیر نہ جانو، خدا کے پاس اسکی جزا ہے اور نہ کسی شر کو حقیر جانو، خدا کے پاس اسکی سزا مقرر ہے۔

بعض لوگوں کو اسی خیر پر نجات ہوگئی ہے کہ گمان بھی نہ تھا۔

حدیث ایک فاحشہ جنگل میں جارہی تھی دیکھا کہ ایک کتا پیاسا مررہا ہے، اسکو رحم آیا، کنوئیں پر اس کو پانی پلانے کے لئے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رسّی کچھ نہ تھا، اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا، اور اوڑھنی میں باندھکر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی۔ اللہ تعالےٰ کو اس کا یہ کام بہت پسند آیا، اور اس کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

بعض کی نجات راستہ سے کانٹا ہٹادینے کی وجہ سے ہوگئی ہے، اس لئے کسی نیکی خیر کو حقیر نہ جاننا چاہیئے

حکایت حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو ایک مرتبہ بادشاہ نے طلب کیا، آپ نہا دھوکر، عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جارہے تھے، راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک نالی ہے اور اس میں کتے کا ایک بچہ پھنسا ہوا تھا اور اس میں سے نکل نہیں سکتا تھا حضرت کے ساتھ ایک خادم تھا آپنے حکم دیا کہ اسکو نکالو۔ بزرگوں نے ذرا ذرا سی نیکیوں کو بھی ضروری سمجھ کر کیا ہے کہ شاید اسی سے نجات ہوجائے ہمدردی یہ ہے جو ان بزرگوں میں تھی آج کل ہمہ دردی رہ گئی ہے۔

حکایت بھوپال کے مدارالمہام کی حکایت سنی جاتی ہے کہ انکے یہاں ایک تقریب میں بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے، عین کھانے کے وقت ایک مہتر نے کہا کہ مجھ کو مسلمان کرلو، مدارالمہام صاحبنے فوراً سب کام چھوڑ کر اسکو کلمہ پڑھایا، کپڑے تبدیل کرائے اور حکم دیا کہ اس کو بھی کھانے پر بٹھایا جائے، وہ بیچارہ پرانے خیال کے سیدھے سادھے دین دار تھے، خود پر سب کو قیاس کیا اور سمجھا کہ دوسرے لوگ بھی میری

طرح اسکے ساتھ معاملہ کریں گے لیکن انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس سے ناک منہ چڑھانے لگے، کوئی اس نومسلم کو اپنے پاس جگہ نہ دیتا تھا۔ تب انھوں نے کہا کہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھاؤ کہ جو بالکل بے گناہ ہے اور ایسا پاک وصاف ہوا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ برکت میں حاصل کروں گا اور میں اسکو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گا، اور اپنے ساتھ لے کر کھانا کھائے یہ ہے ہمدردی، یہ ہے ذرا سی نیکی کو بھی ترک نہ کرنا۔

غرض شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچہ کو اٹھاؤ، وہ خادم تھے ذرا چکنے چپڑے، انکے چہرہ سے معلوم ہوا کہ انکو ناگوار معلوم ہورہا ہے، فوراً آستین چڑھا کر اس کو خود ہاتھ سے نکالے، حمامی کے پاس لے جاکر اجرت دیکر اس کو گرم پانی سے غسل دیا، وہ جاڑے سے اکڑ رہا تھا، اسکی جان میں جان آئی، محلہ میں کسی کو کہہ کر انتظام کروائے کہ یہ اچھا ہونے تک کھانے کا انتظام رکھو۔

اسکے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحبؒ ایسے موقع پر تشریف لے جارہے تھے کہ اِدھر اُدھر دونوں طرف کیچڑ تھا اور بیچ میں پگڈنڈی تھی جس پر مشکل سے ایک آدمی چل سکتا تھا آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک کتا چلا آرہا ہے، جب چلتے چلتے آمنا سامنا ہوا، تب یہ منتظر تھے کہ کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منتظر تھا کہ یہ نیچے اتریں تو میں چلوں، جب اس انتظار میں دیر ہوگئی تو شاہ صاحبؒ نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر۔ یہ سن کر کتا گویا ہوا کہ افسوس فقیری کا دعویٰ اور یہ حالت، اور کہا کہ:-

گذشتہ زمانہ میں فقیروں میں ایثار تھا، اب اختیار ہے یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں شاہ صاحبؒ فرمائے تہمت نہ لگا یہ وجہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ میں مکلف ہوں، تو مکلف نہیں ہے اگر میں اترونگا تو کپڑے نجس ہوجائیں گے۔ بغیر دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور اگر تو اترے تو سوکھ کر صاف ہوجائے گا۔ کتے نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن تم اترے تو صرف ظاہری نجاست میں آلودہ ہوں گے جو ایک لوٹا پانی سے دُھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل ہوں یہ وہ گندگی ہے جو سات دریاؤں کے پانی سے دُور نہ ہوگی، اب اختیار ہے کہ آپ جس نجاست کو چاہیں اختیار کریں۔ شاہ صاحبؒ پر ایک حالت طاری ہوئی فوراً اتر پڑے، کتا نکل گیا۔

اسکے بعد الہام ہوا کہ یہ علم جو آج تجھ کو دیا گیا ہے کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ خیر ہے اسکی وجہ کیا ہے تم نے اس کتے کے ہی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا، ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر رہے

اس لئے ہم نے اسکے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوادیا۔ اس سے شاہ صاحبؒ پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی۔ بہر حال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے کبھی نہیں چوکتے۔

غرض کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔

غرض روزہ دار میزان کے پاس ہیں، فکر ہے کہ دیکھیں کیا ہونا ہے، حکم ہوگا نیکیوں کے پلڑے میں وہ جو سحری کو کھانا کھائے ہیں وہ بھی لاکر ڈالو، سحری کا کھانا بھی ان کی نیکی ہے۔

غرض چھوٹے سے چھوٹے عمل کو حقیر نہ سمجھو، اور بڑے سے بڑے عمل پر ناز مت کرو کہ ہم وہ ہیں کہ روزہ رہے، تراویح پڑھے، راتوں کو جاگے، یہ کئے وہ کئے وغیرہ، تو ناز کس بات کا ہے، اگر ایک بیمار شخص دوا پی کر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میں ایسا شخص ہوں کہ میں آج کونین پیا ہوں، لوگ کہیں گے احمق پہلے اپنی عقل کا علاج کر تو ناز کس پر کرتا ہے، دوا کی تو تجھ ہی کو نفع ہوگا، احسان کس پر جتلاتا ہے، اسی طرح اگر آپ روزہ رہے، نماز پڑھے، دل بیمار تھا تو اس کا علاج کئے، اس سے دوسروں کو کیا فائدہ۔

خیر یہ تو واضح بات ہے مگر نیکیوں کے متعلق ایک بہت چھپی ہوئی غلطی کو عرض کرتا ہوں ذرا غور سے سنئے:۔

آپ اپنے کو ایسا برا سمجھتے ہونگے کہ جو کچھ نیکی کرتے ہیں اس کو نیکی ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، اور کیا روزہ وغیرہ۔ اسکو تواضع سمجھتے ہیں، یہ آپ کا خیال ہوگا یہ تو اچھا ہے، پھر برا کیا ہے سنئے:۔

دوستو! یہاں گنگا جمنا مل کر چلتے ہیں، طاعت، معصیت ساتھ ساتھ ہیں، سوچ سمجھ کر قدم رکھئے۔ ہیں تواضع پر ایک حکایت یاد آئی:۔

حکایت ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ریل میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں چند نو تعلیم یافتہ حضرات بھی آئے اور بہت دیر تک کچھ ملکی گفتگو کرتے رہے، اتنے میں ایک غیر مسلم بھی وہاں آگیا وہ کوئی عہدہ دار معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان آپس میں شعر پڑھ رہے تھے، اس بے چارہ غیر مسلم کی شامت آئی۔ اس نے کہا یہ شعر ذرا پھر تو پڑھیے۔ ان لوگوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، شائد آج کل کی تہذیب شائد یہی ہے ایک نے کہا کیوں صاحب آپ شاعر ہیں، اس نے کہا نہیں، دوسرے نے کہا اعادہ شعر کرانا سخن فہمی پر موقوف ہے اور سخن فہمی سخن گوئی پر اس لئے آپ ضرور شاعر ہیں، تیسرے نے کہا کہ یہ

تو صرف آپ کی تواضع ہے، چوتھے نے کہا کہ ان کا تخلص مسکین ہے یہ شعر آپ ہی کا معلوم ہوتا ہے ؎

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است ✤ چوں بار ہمی برد عزیز است

ترجمہ: مسکین کا گدھا بد تمیز ہے، چونکہ وہ بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے پسندیدہ ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کھانا نکالا اور غیر مسلم سے کہا کہ آئیے جناب آپ بھی کچھ گوہ، مُوت کھائیے دوسرے نے کہا ہائیں! کھانے کی بے ادبی کرتے ہو، اس نے جواب دیا بے ادبی نہیں تواضع ہے، اپنے کھانے کو کھانا کہنا تکبر ہے، میں تو تواضع سے گوہ، مُوت کہہ رہا ہوں۔

جیسے ان لوگوں کی تواضع تھی لوگ اسی طرح کی تواضع کرتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، کیا روزہ وغیرہ سنیئے اخلاق حسنہ جو ہیں وہ وسط (درمیانی چال) ہیں ادھر تکبر ہے ادھر تواضع میں بڑھ گئے تو کفران نعمت ہے، ناشکری ہے۔

یہ شیطان کا ہتکنڈہ ہے اس طرح نیکیوں کا اثر دل سے دور کرتے کرتے نیکیاں چھڑاتا ہے۔

حکایت ایک شخص ذکر بہت کیا کرتا تھا ایک روز شیطان نے اسکو بہکایا، تو اتنے دنوں سے اللہ اللہ کرتا ہے، اس سے کیا نفع ہے، اس نے اس روز سے ذکر چھوڑ دیا، اس کے خواب میں اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج تونے ہمارا ذکر کیوں نہ کیا انھوں نے کہا حضرت اتنے دنوں سے ذکر کرتا ہوں اُدھر سے نہ پیام ہے نہ جواب ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ✤ ویں نیاز و سوز و درد تو پیک ماست

ترجمہ: تونے جب اللہ کہا تو اس کا جواب یہ ہے، یہی تیری عاجزی، تیرا اللہ کے عشق میں جلنا یہ ہمارا جواب ہے

تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہمارا جواب ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر تمہارے پاس آکر اگر کوئی تمہاری مدح کرنے لگے اور تمہارا نام لینے لگے تو اگر تم اس سے راضی ہونگے تو اسکو منع نہ کروگے اور دوسرے وقت بھی اسکو اپنے پاس آنے کی دعوت دوگے اگر ناراض ہونگے تو فوراً نوکر کو کہو گے کہ اسکو نکال دو، اسی طرح سمجھئے کہ خدا کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیق حق اور بغیر رضامندی نہیں۔ پس تم کو جو توفیق بار بار حاضری کی اور نام لینے کی دیتے ہیں، یہ دلیل ہے اسکی کہ تم مقبول ہو، اور تمہارا عمل مقبول ہے، اگر مردود ہوتے تو ہرگز دوبارہ توفیق حاضری کی نہ ہوتی، جس کو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں، بغیر ان کی عنایت کے کچھ نہیں ہوتا دوبارہ جو نام لیتے ہو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلا لیا ہوا نام مقبول ہے، برابر کام کئے جاؤ، اپنی دھن میں

لگے رہو۔ تو نماز، روزہ میں دو حیثیتیں ہیں: (۱) ایک ہمارا عمل ہے اس لحاظ سے تو کوئی شئے نہیں ہے (۲) دوسرے یعنی جس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے توفیق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے بڑی بھاری نعمت ہے اور قابل شکر ہے، اس لئے کوئی پوچھے کہ کیا روزہ رہے تھے تو یہ مت کہو کہ اجی میرا کیا روزہ بلکہ یوں کہو کہ میں کیا چیز ہوں بلکہ اللہ تعالٰی نے توفیق دی اس کا شکر ہے، اس میں عجب بھی نہیں ہے اور خدا کی نعمت کا شکر بھی ادا ہوگا۔

توفیق کا بیان صاحبو! اب توفیق کے بارے میں سنو، ارشاد باری ہو رہا ہے:-
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (پ۸۔ رکوع ۲۔ سورۂ انعام)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا تو اسکو دس حصے (ملیں گے)۔

مسلمانو! اگر تم نے ایک نیکی کی تو کیا ہوا، تم وہ ایک نیکی کرنے کے پہلے میں تمہارے ساتھ دس نیکیاں کر چکا ہوں، جب کہیں تم کو ایک نیکی کرنے کا موقع ملا ورنہ تم سے وہ ایک نیکی بھی نہیں ہو سکتی تھی، ہر نیکی کو ایسا ہی سمجھو، مثال کے طور پر عرض ہے کہ روزہ دارو! رمضان میں تم نے روزہ رکھا، تم سے ایک نیکی ہوئی مگر تمہارے لئے دس نیکیاں پہلے ہی طے ہو چکی ہیں، جس کی وجہ سے تم رمضان میں روزہ رکھ سکے سنو! عدم[۱] سے میں نے تم کو وجود میں لایا، ورنہ عدم میں تم کیسے روزہ رکھتے، پھر تم کو باقی رکھا اگر ساتھ والوں کی طرح مر جاتے تو پھر کیسے روزہ رکھتے اور مردوں کی طرح روزوں کے لئے ترستے مگر روزہ نہ رکھ سکتے تھے تو ہمارا ایک[۱] احسان یہ ہوا۔ دوسرا[۲] احسان یہ ہوا کہ اگر تم کو موجود تو کرتے مگر گدھا، بیل وغیرہ بناتے تو بتلاؤ کیسے روزہ رکھتے، یہ ہمارا دوسرا احسان ہے کہ ہم نے تم کو انسان بنایا جس کی وجہ سے تم روزہ رکھ سکے۔ تیسرا[۳] احسان یہ ہوا کہ ہم تمہاری پرورش اور نگرانی اس طرح کئے کہ تمہارے قوی روزہ رکھنے کے قابل رہے۔ اگر[۴] بالکل ناتواں بنا دیتے تو پھر تم کیسے روزہ رکھتے۔ پانچواں[۵] احسان یہ ہوا کہ دن کو نورانی رزق اور رات کو جسمانی رزق پہنچاتے رہے، ورنہ روزہ رکھنا تم کو بہت مشکل ہوتا۔ یہ سب کچھ ہوتا مگر تم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ بارہ مہینوں میں رمضان خیر و برکات کا مہینہ ہے اس میں اس طرح روزہ رہنا چاہیے، پھر اس سے یہ یہ درجہ ملنے والے ہیں۔ یہ ہمارا چھٹا[۶] احسان یہ ہے کہ ہم نے تمہارے واسطے اپنے پیغمبر بھیجے، کتابیں اتاریں، جس سے تم کو سب کچھ معلوم ہوگیا، ورنہ تم کیا کرتے پیغمبر بھی آتے اور کتاب بھی آتی مگر بات گول مول رہ جاتی تو تم کیا کرتے یہ ہمارا ساتواں[۷] احسان ہے کہ تمہارے لئے

ہر چیز کو صاف صاف بیان کیا کہ افطار کرو، سحر کھاؤ، اس کے اوقات مقرر کیے وغیرہ سب کچھ ہوتا مگر تمہارے اور بھائیوں کی طرح توفیق نہ ہوتی تو تم بھی منہ میں سگریٹ لیے رمضان کی بے حرمتی کرتے پھرتے یہ ہمارا آٹھواں احسان ہے کہ ہم نے تم کو روزہ رکھنے کی توفیق دی، روزہ رکھ کر تمہاری نیت دکھادے، ریا وغیرہ کی ہوتی یا اور کوئی گناہ کرتے جس سے روزہ تمہارا ناقص ہوتا یہ میرا نواں احسان ہے تمہاری نیت میں اخلاص دیا، تمہارے روزہ کو گناہوں سے بچایا کہ خود بخود خیال آتا تھا کہ روزہ ہے کیا گناہ کریں۔

سب ہوکر تم ہمارے قابل کیا روزہ رکھتے۔ سچ ہے جب توفیق ہوتی ہے تو عجب کام بنتے ہیں۔

حکایت حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت ہے، ایک قلعہ کے فتح کے لیے فوجیں گئی ہوئی ہیں، اس فوج کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں وہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی تھی، جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو ایک روز اس شہزادی نے لشکر اسلام کی طرف دیکھا تو اس میں اسکی نظر ایک عرب نوجوان پر پڑی جو خوبصورت اور بہادر تھا اور داد شجاعت دے رہا تھا، اس شہزادی نے آہیں بھرنا شروع کیا، سہیلیوں نے پوچھا کہ یہ آہیں بھرنے کا کیا موقع ہے، شہزادی نے کہا یہ قلعہ اسی نوجوان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔ سہیلیوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ شہزادی نے کہا کہ عنقریب تم کو بھی معلوم ہو جائیگا

شہزادی نے کسی قاصد کو اس جوان کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ کچھ ایسا کرو کہ میں تمہاری ہو جاؤں اور تم میرے، اس نوجوان نے کہا کہ ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے مگر اس کی ایک شرط ہے کہ باہر کا قلعہ میرے حوالہ کردو، اور اندر کا قلعہ اللہ کے حوالہ، پھر شہزادی نے کہلا بھیجا کہ باہر کے قلعہ کا مفہوم تو سمجھ میں آیا، اندر کے قلعہ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، تو اس نوجوان نے کہا کہ اندر کا قلعہ دل ہے اسکو اللہ کے لئے کھول دو، تاکہ خدا کے توحید کی فوج اس میں آجائے، جیسے اس قلعہ میں ہماری فوج داخل ہوگی اس نے حکم دیا کہ قلعہ کھول دو، تب مسلمانوں کی فوج اس میں آگئی، جب وہ نوجوان سامنے آیا تو کہا کہ اس قلعہ کو میں نے تمہارے لئے کھول دیا۔ اس جوان نے تب اسلام پیش کیا تو کہا کہ میں اپنے قوم کی شہزادی ہوں، شاہانہ ہمت رکھتی ہوں، تمہاری فوج میں جو سب سے بڑا ہو اسکے پاس لے چلو، اسکے ہاتھ پر مسلمان ہونگی اور دریافت کیا کہ وہ کون ہیں، نوجوان نے کہا کہ ہمارے

سالار امیر المومنین کے فرزند عبداللہ ہیں، وہاں جاکر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے کہ میں اسکے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ عبداللہ رضؓ کہے میرے والد امیر المومنین عمرؓ ہیں، اس نے کہا کہ وہیں لے چلو، بے حساب مال و دولت لی ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئی، یہاں بھی اس نے ویسا ہی دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے آپ فرمائے ہاں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ آپ کی قبر شریف ہے، روضہ مبارک کے پاس آکر ادب سے بیٹھ گئی اور پڑھی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میں تاریکی سے نور میں آئی ہوں، مجھے ڈر ہے یا رسول اللہ کہ کہیں ایمان کے بعد گناہ نہ کر بیٹھوں، جس نے آپ کو رسول بناکر بھیجا، یا رسول اللہ! اس کا صدقہ، گناہ صادر ہونے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر سر رکھ کر روتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی، تھوڑی دیر نہیں گذری کہ اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔
حضرت عمرؓ اس حُسنِ خاتمہ پر روئے ہیں، سب صحابہ مل کر دفن کر دیئے۔ یہ ہے توفیق۔

حکایت یرموک میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتظارِ خبر میں روزانہ بستی کے باہر جاکر کھڑے رہتے۔ ایک دفعہ ایک اونٹنی سوار سے جنگل میں ملاقات ہوئی، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا یرموک سے، آپ جنگ کا حال اس سے پوچھنے لگے، اس نے آپ کو نہ پہچانا اس لئے کہ یہاں نہ تاج خلافت ہے نہ اور کوئی نشانی اس لئے وہ التفات نہ کیا، وہ اونٹنی دوڑاتا چلا جارہا تھا اور حضرت عمرؓ اونٹنی کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے، جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا امیر المومنین کہنا شروع کیا، تب اس نے آپ کو پہچانا اور معذرت کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں نے جو قدم اٹھائے ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو ہر کام اللہ کے لئے کرتے تھے۔

یہ ہمارا دسواں احسان ہے کہ ہم تمہارے ٹوٹے پھوٹے روزہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔ غرض اس طرح کے ہمارے دس احسان تم پر ہوئے ہیں تب کہیں تم ایک حَسَنَة (نیکی) کئے ہو، اس لئے تم کو بھی چاہیئے کہ تمہارا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر کام ہماری مرضی کے موافق ہوا کرے، ہمارے ہی خیال سے ہوا کرے اسی کا نام نیکی ہے۔

یہ بھی ہمارا ایک احسان ہے کہ برائی میں ایک کا ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، ویسے بہت سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کا بدلہ دیا جاتا ہے وہ بھی ان ہی گناہوں کا کہ جنکو خود تم نے کیا ہے کسی دوسرے کا بوجھ تم پر نہیں لادا جائے گا اور نہ تمہارا بوجھ دوسروں پر "وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ" (پ۸۔رکوع۲۔سورہ انعام)

ترجمہ: اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگا

حکایت حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت ہی کیا تھی کہ جس کی لالچ ہوتی، اگر آج ایسی سلطنت دی جائے تو لوگ انکار کر دیں۔

دوپہر کا وقت ہے گرمی بے حد ہو رہی ہے اُس وقت حضرت عمرؓ چلے جا رہے ہیں، حضرت عثمانؓ نے پوچھا امیر المومنین کہاں جا رہے ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بیت المال کا ایک اونٹ غائب ہو گیا ہے، اسکی تلاش کے لئے جا رہا ہوں، حضرت عثمانؓ فرمائے اس گرمی میں کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو، اگر کسی کو حکم دوگے تو وہ تلاش کرلے گا۔ آپ فرمائے قیامت کی گرمی اس سے زیادہ شدت کی ہے ممکن ہے یہاں کوئی میرا بوجھ اٹھا کر اونٹ ڈھونڈھ لائے گا لیکن کل قیامت میں میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ"

مسلمانو! ایک سہولت خاص تمہارے لئے یہ رکھی گئی ہے کہ جیسے مکتب میں چھوٹے بچے سے خطا ہو تو انتظار کرتے ہیں، بڑے بچے سے خطا ہو تو بڑے بچے کو سزا دیتے ہیں تاکہ چھوٹے بچے کو اس سے غیرت آئے اور عبرت ہو۔ ایسا ہی "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ" (پ۸۔رکوع۲۔سورہ انعام)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا۔

اے امت محمدی تم کو اور امم کے بعد پیدا کیا تاکہ تم کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے "وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ" (پ۸۔رکوع۲۔سورہ انعام)

ترجمہ: اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ (ظاہراً) تم کو آزماوے۔

دیکھیں تم ان سے عبرت لیتے ہو یا نہیں، اس لئے مسلمانو! غور کرو، کہاں ہیں وہ زبردست قومیں، کہاں ہیں وہ بادشاہان ذی اقتدار، جب انھوں نے خدا کا خلاف کیا تو انکو سخت سزا دی گئی، ان سے عبرت لو۔ عبرت کے لئے یہ کیا کچھ کم ہے کہ دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ سوار ہوتے اور اترتے ہیں

اور ہروقت گھنٹی بج رہی ہے کہ چلو، بیدار رہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔

صاحبو! آپ غور کیجئے کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر واذان کیوں نہیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز کی اذان وتکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دیدی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اذان وتکبیر ہوچکی ہے صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو، اور موت کو مت بھولو۔ "ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۞ (پ۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)

ترجمہ: پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو بتلادیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تم سب کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، وہاں ایک بازار لگے گا۔ اقسام اقسام کی عمدہ چیزیں سجائی جائیں گی مگر تمہارا جیب خالی رہوگا۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی، وہاں ایک خاص سکہ کی ضرورت ہے اگر وہ تمہارے پاس نہ ہوگا تو تم مفلس ہوں گے دنیا کا افلاس اس کے مقابل کچھ نہیں، یہاں کا افلاس ایک دن میں ختم ہوجائے گا لیکن وہاں کے افلاس کا خاتمہ نہیں۔ سنو صاحبو! وہ سکہ نیک عمل ہے جتنا ہوسکے جمع کرلو ورنہ پچھتاؤگے۔

حکایت ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک محراب نمودار ہوئی، اس محراب میں سے حسین عورتیں نکلیں اور ایک بدصورت عورت بھی، میں نے دریافت کیا کہ تم کن کے لئے ہو اور یہ کس کے لیے۔ عورتوں نے کہا ہم سب آپ ہی کے لیے ہیں، خوبصورت عورتیں تمہاری وہ راتیں ہیں جو خدا کی عبادت میں گذریں اور یہ کالی عورت وہ رات ہے جو غفلت میں کٹی، اگر تم اس رات مرتے تو تم کو اس سیاہ عورت سے سابقہ پڑتا۔

حکایت حضرت قطب الدین محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چکور کا جوڑا تھا اس کی مادہ کی آنکھ میں موتیا اتر آیا، اندھی ہوگئی۔ ایک دن میں نے چاہا کہ اللہ کے واسطے انکو چھوڑدوں، اس لئے پنجرہ کا دروازہ کھول دیا لیکن مادہ نہ اڑ سکی، تب نر جاکر ایک نیلی لکڑی جو دو تین برابر تھی چونچ میں لے آیا اور میرے سامنے اس لکڑی کو مادہ کی آنکھ میں پھیرا جس سے وہ نیلے قطرے نکلے اور آنکھ اچھی ہوگئی۔ اسکے بعد دونوں اڑکر چلے گئے۔ نر اس لکڑی کو میری طرف پھینکتا گیا۔ میں نے اس خیال سے کہ دیکھوں خدا نے اس لکڑی میں کیا تاثیر رکھی ہے

اپنے عمامہ میں رکھ لی، اسکے بعد کسی ضرورت سے میں باہر نکلا تو سامنے سے ایک جنازہ آرہا تھا اور جنازہ کے سامنے دو آدمی کشتی کررہے تھے، ان میں سے ایک نہایت خوبصورت چاند سا چہرہ والا تھا اور نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا نہایت بدشکل، سیاہ رنگ کا تھا خوبصورت آدمی ہروقت بدصورت آدمی کو پچھاڑ دیتا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جنازہ کے آگے یہ کیا تماشہ ہورہا ہے، لوگوں نے کہا کہ مولانا ہم کو نہیں معلوم کیوں کہ ہم کو کچھ نظر نہیں آرہا ہے میں نے خیال کیا کہ یہ اس لکڑی کا اثر ہے، حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے میں ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ قبرستان پہونچ گیا، وہاں قبر تیار تھی، مردے کو قبر میں اتارے تو وہ خوبصورت آدمی بھی اس میت کے ساتھ قبر میں اتر گیا اور مردہ سے ایسا لپٹ گیا جیسے ماں بچہ کو لپٹا لیتی ہے، دفن کے بعد فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ واپس ہوئے تو بدشکل آدمی ہمارے آگے آگے چل رہا تھا میں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مولانا آپ کیوں دریافت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ ہمارا کام ہی تحقیق کرنا ہے، تب اس نے جواب دیا کہ میں مردہ کا اعمال بد ہوں، اور وہ شخص جو مردہ کے ساتھ لیٹ گیا وہ اس کے اعمال نیک ہیں، اب وہ مردہ کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، اس شخص کی نیکیاں غالب تھیں اس لئے میری کچھ نہ چلی، اگر برائیاں غالب ہوتیں تو میں قبر میں اسکے ساتھ رہتا اور ہمیشہ تکلیف دیتا رہتا۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کا عمل اس کے ساتھ قبر میں دفن میں ہوجاتا ہے "اِنْ کَانَ عَمَلُہٗ صَالِحًا اٰنَسَ صَاحِبَہٗ وَ بَشَّرَہٗ ۰ وَ وَسَّعَ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ وَ نَوَّرَہٗ وَحَمَاہُ مِنَ الشَّدَائِدِ وَالْاَھْوَالِ وَالْعَذَابِ ۰ اِنْ کَانَ عَمَلُہٗ سَیِّئًا فَزَّعَ صَاحِبَہٗ وَرَوَّعَہٗ وَ اَظْلَمَ قَبْرَہٗ وَضَیَّقَہٗ وَعَذَّبَہٗ وَخَلّٰی بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الشَّدَائِدِ ۰"

ترجمہ: اگر مردہ کے اعمال نیک ہوں تو وہ نیک اعمال اسکے عمل کرنے والے کو انسیت پہنچاتے ہیں اور اسکو خوشخبری پہنچاتے ہیں، اور سختیوں سے آفتوں سے اور عذاب سے بچاتے ہیں، اور اگر اسکے اعمال برے ہوتے ہیں اور اس اعمال والے کی رسوائی ہوتی ہے اور اسکی قبر میں اندھیرا ہوجاتا ہے اور اسکی قبر میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور اسکو اس کی سختیوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے

حکایت حضرت امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمن میں ایک مُردہ کو دفن کئے جب لوگ واپس ہوئے تو قبر میں کسی کو زور سے پٹکنے کی آواز آئی، اسکے بعد قبر سے ایک کالا کتا نکلا، ان بزرگ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں مُردہ کا برا عمل ہوں، تب آپ نے دریافت کیا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی؟ اس نے جواب دیا کہ یہ مُردہ قرآن بہت پڑھتا تھا۔ اس لئے قرآن نے آکر مجھ کو پٹک کر باہر نکال دیا۔

غرض جس کا عمل صالح غالب ہو تو عمل بد کو نکال دیتا ہے، اگر بُرا عمل غالب ہوتا ہے تو "اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" (پ۸۔ رکوع ۲۔ سورہ انعام)

ترجمہ: بالیقین آپکا رب جلد سزا دینے والا ہے، اور وہ بالیقین بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی مہربانی والا ہے۔

غم و شادمانی نماند و لیک ⁂ جزائے عمل ماند و نام نیک

ترجمہ: نہ خوشی رہتی ہے نہ غمی رہتی ہے لیکن اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ اور نیک نامی باقی رہتی ہے۔

اس لئے سمجھدار وہی ہے جو جلد عمل نیک جمع کرے اور غافل وقت کھو کر پچھتاتا ہے۔

نیکیاں کرنے اور گناہ چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں عبادت اور تقویٰ اختیار کرنے میں جو لطف آیا ہے اسکو شوال میں یاد کیا جائے، اسی طرح گناہ چھوڑنے کے لطف کو یاد کرکے اور ہمت کرکے اسی لطف کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

صاحبو! آپ رمضان میں اس لئے تقویٰ اختیار کئے تھے کہ روزے چند دن رہنا ہے سال بھر نہیں ہے، اسی طرح گیارہ مہینوں میں ایک دم بار مت ڈالو بلکہ نفس سے کہو کہ ہر مہینہ میں ایک ہفتہ تقویٰ اختیار کر۔ چند ماہ کے بعد ایک ایک دن بڑھاؤ۔ اس طرح ایک ایکدن بڑھتے بڑھتے ایک دن وہ آئے گا کہ آپ متقی کامل ہو جائیں گے۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ کی تفصیل صاحبو! اب للصّائم فرحتان کی تفصیل سنیئے:۔ اعمال کے دو گھن ہیں، ایک ریا، دوسرے حقوق العباد۔

صاحبو! ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ۝ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ ۝ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ ۝" (پ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ عبس)

ترجمہ: اس روز آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی اس دن کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)

اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، ماں باپ سے، بیوی سے، اولاد سے، وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ "یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ" (پ ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ معارج)

ترجمہ: (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کریگا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹے۔ وہ دن ایسا دن ہوگا کہ جس میں انسان آرزو کرے گا کہ اپنی بیوی، اپنی اولاد، اپنے بھائی اپنا خاندان اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ دے کر خود کو بچالے "کَلَّا" مگر کسی تدبیر سے چھوٹ نہ سکے گا۔

"یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ" (پ ۳۔ رکوع ۲۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: اس دن نہ تو خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الٰہی) کوئی سفارش ہوگی۔ وہ دن نہ سفارش کام آئے گی نہ دوستی۔ اس دن کی گھبراہٹ کا اس سے اندازہ کیجئے کہ:۔

"تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ" (پ ۱۷۔ رکوع ۱۔ سورہ حج)

ترجمہ: (اس روز) تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پلانے والے بچہ کو بھول جائیں گی، اور ہر حاملہ عورت کا مارے ہیبت کے حمل ساقط ہو جائے گا، مارے ہیبت کے ایسا معلوم ہوگا کہ نشہ میں ہے حالانکہ نشہ میں نہیں ہے۔ خدا کے عذاب سے ہوش اڑے رہیں گے۔

یہ وہ دن ہے کہ جس کا نام "یَوْمُ الْفَصْلِ" (پ ۲۳۔ رکوع ۲۔ سورہ صٰفّٰت)

ترجمہ: (ہاں) یہ فیصلہ کا دن ہے، احکم الحاکمین کے فیصلہ کا دن ہے۔

اس دن کو "یَوْمٍ عَظِیْمٍ" (پ ۱۹۔ رکوع ۷۔ سورہ شعراء) ترجمہ: بڑا سخت دن۔

"یَوْمٌ عَسِیْرٌ" (پ ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ مدثر) ترجمہ: مشکل دن۔

"یَوْمًا ثَقِیْلًا" (پ ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ دہر) ترجمہ: بھاری دن کہتے ہیں۔

اس دن ایسا ہوگا "یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورۂ التطفیف)

ترجمہ: جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر شخص عمر بھر کا حساب دینے کے لئے پیش ہوگا، وہ بھی سرسری طور پر نہیں بلکہ "یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدَاهُ" (پ۳۰۔ رکوع ۲۔ سورہ نبا)

ترجمہ: ایسا دن جس میں ہر شخص ان اعمال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا۔

جو جو کئے ہیں سب سامنے ہوں گے "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ" (پ۳۰۔ رکوع ا۔ سورہ الزلزال) ترجمہ: جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اسکو دیکھ لے گا

ذرا ذرا سی بھلائی اور ذرا ذرا سی برائی سب سامنے ہوگی، نہ وہاں کوئی وکیل ہے نہ مختار، نہ کوئی سفارش کرنے والا، نہ کسی کو کسی سے الفت و پیار، باپ بیٹے پر دعویدار، بیٹا باپ پر حاکم، اور خدائے تعالےٰ عادل و قہار، اللہ اللہ "یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا" (پ۳۰۔ رکوع ا سورہ الانفطار) ترجمہ: جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا۔

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا "وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ" (پ۳۰۔ رکوع۔ سورہ الانفطار) ترجمہ: اور تمام حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

اس دن خدا ہی کا حکم رہے گا۔

صاحبو! ایسے کٹھن دن کے واسطے ہم کیا سامان تیار کر رہے ہیں، کیا دن رات میں دو چار منٹ بھی ہم کو اس دن کی کچھ فکر ہوتی ہے، مسلمان کے لئے اس دن پر ایمان لانا ضروری ہے پھر ہم ایسے غافل کیوں ہیں، کیا کوئی تدبیر اس دن کے نجات کی کر چکے ہیں، دنیا جو ہر وقت معرض زوال میں ہے اسکی فکر میں تو رات دن پریشان ہیں، نعمتِ آخرت جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے، جہاں ہم کو ہمیشہ رہنا ہے اس سے ایسے غافل ہیں گویا آخرت خواب و خیال ہے۔

حکایت ایک بزرگ نے کسی دنیادار سے جو مال و جاہ کی ہوس میں بے قرار تھا پوچھا کہ بھائی دنیا کے حاصل کرنے میں تمہاری کوشش کس درجہ کی ہے، دنیادار نے کہا حضرت کیا کہوں بے حد کوشش کرتا ہوں، رات دن ہمارا کام ہی یہ ہے، صبح کو بستر سے اٹھتے ہی پہلے اس کی فکر ہوتی ہے، رات کو سونے کے وقت بھی دو ایک گھنٹہ تک اسی سوچ میں نیند نہیں آتی۔ غرض اس فکر کے سوا دوسرا خیال ہی نہیں آتا۔ ان بزرگ نے فرمایا اچھا میاں یہ بتلاؤ کہ اتنی کوشش کے باوجود تم کو دنیا کے مقصدوں میں کامیابی کتنی ہوتی ہے یعنی تمہاری خواہشات کتنے پورے

پورے ہوتے ہیں، کہا حضرت جتنے خواہشات ہیں ان کا دسواں حصہ بھی اتفاق سے حاصل ہوتا ہے اور عرض کیا حضرت کچھ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دلی مقاصد کو پورا کرے، ان بزرگ نے فرمایا، بابا دنیا ایک مردار، آنے جانے والی چیز ہے وہ تو باوجود اتنی کوشش کے تم کو ہاتھ نہیں آتی تو آخرت جو بے بہا نعمت ہے، ہائے اسکے لئے بھی کچھ فکر ہے، کیا وہ بے کوشش کے حاصل ہوجائیگی یہ کیا خیال ہے ؎

چوں شود حاصل تیرا چیزے ازاں ٭ من نگویم خود بگو اے نکتہ داں

ترجمہ: اے عقلمند میں نہیں کہتا ہوں تو خود کہہ کہ اس آخرت سے تھوڑی سی چیز بھی تجھکو کیسے حاصل ہوگی

صاحبو! کم از کم اب بھی ہم کو ہوش سنبھالنا چاہئے۔ غرض صاحبو! ایسے مصیبت کے دن اہل حق گھیریں گے، کوئی کہے گا یہ مجھ کو مارا تھا، کوئی کہے گا مجھ سے خدمت لے کر مزدوری نہیں دیا تھا، کوئی کہے گا ناحق میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا مجھے گالی دیا تھا، کوئی کہے گا میری غیبت کیا تھا۔ غرض سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے، بندہ گھبرا کر خدا کی طرف سر اٹھائے گا شائد خدا ان جھگڑوں سے چھڑا دے، ادھر سے ارشاد ہوگا۔ "اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ط لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط" (پ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ المؤمن) ترجمہ: آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا۔

یہ ظلم کی جگہ نہیں جو کئے ہیں اس کا بدلہ ملنا ضرور ہے، ہائے رے اس وقت کی مایوسی، بندہ ہکا بکا ہو کر چوطرف دیکھے گا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے دریافت فرمائے کہ تم مفلس کس کو کہتے ہو صحابہ عرض کئے کہ مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر حاضر ہوگا، دعوے شروع ہونگے تو نیک اعمال دعویداروں کو دئیے جائیں گے جب نیکیوں سے خالی ہاتھ ہو جائے گا۔ آہ! آہ! ابھی اور حقوق العباد باقی ہونگے تو لوگوں کے گناہ اس پر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

صاحبو! خدا کے لئے بندوں کے حقوق سے بچو کہ یہ حقوق العباد تمہارے نیک اعمال کے گھن ہیں، جب سب نیک اعمال ختم ہو جائیں گے، ابھی دعوی باقی ہونگے تب مدعی کہیں گے،

اس کے پاس روزے ہیں وہ ہمارے حقوق میں دلائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:۔

"اَلصَّوْمُ لِیْ" ترجمہ:۔

روزہ تو میرا ہے یہ تم کو نہیں دیا جائے گا۔ مدعی کہیں گے تب تو ہمارے گناہ اس پر ڈال دو حکم ہوگا ڈال دو حقوق کے بدلے روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو وہ گناہ ان پر ہونگے اور وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

اس کے برخلاف روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو مدعیوں سے تو گناہ نکل جائیں گے، مگر روزہ داروں پر نہیں گریں گے۔ کیوں کہ "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ" وارد ہے یعنی روزہ ڈھال ہے جو اوروں کے گناہ آنے سے روکے گا۔ روزہ دارو! روزہ کے طفیل میں روزہ بھی بچے گا، اوروں کے گناہ بھی نہیں پڑیں گے، مگر تمہاری اور نیکیاں چلی جائیں گی۔ اس لیے حقوق العباد سے بچتے رہو۔

صاحبو! روزہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو اس قدر تعریف فرما رہے ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھے، اس سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں، نفس امّارہ نے اس کو اپنا غلام بنا لیا ہے، ذرا بھی اس کو اپنے مالک کا خیال نہیں ہے، تُف ہے ایسی زندگی پر کہ گائے، بیل اور دیگر جانوروں کی طرح سوائے پیٹ پالنے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا ایسا شخص آخرت کے سواء دنیا میں بھی ذلیل و خوار رہتا ہے۔

صاحبو! سنو، روزہ دار جس وقت افطار کرتے ہیں خصوصاً اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

حدیث روزہ دار کے لئے دو فرحت یعنی خوشیاں ہیں (۱) افطار کے وقت (۲) خدا کے دیدار کے وقت۔

افطار کے وقت روزہ دار کی خوشی کو بھی دیکھو، اور بے روزہ داروں کے دل سے پوچھو، کس قدر پشیمانی اور ندامت ہوتی ہے۔ منہ پر خدا کی پھٹکار برستی ہے، قیامت کے دن سب خوشیوں سے بڑھ کر خوشی دیدار الٰہی کی ہوگی، دیدار کی نعمت جس کو ملے گی اسکے مقابلہ میں جانِ جہاں بلکہ سب کون و مکان ہیچ ہوں گے ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ ؛ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اسکی قیمت دونوں عالم ہیں، یہ قیمت بہت کم ہے قیمت بڑھاؤ اور زیادتی کی جائے۔
روزہ دار دیدار کا یہ لطف لے رہے ہوں گے اور بے روزہ دار محروم ہوں گے، ہائے اسوقت جو انکے دل پر خجالت و شرمندگی ہوگی کوئی زبان اسکو بیان نہیں کر سکتی " وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ (پ ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ قیمٰۃ) ترجمہ: بہت سے چہرے اس روز بارونق ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ کوئی دم میں کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی حسین مقبول صورتیں ہائے کس طرح بے چین کر دیتی ہیں، پھر یہ حسن کی بہار چار دن کی چاندنی، بڑھاپے سے بدشکل ہو گئے یا موت آگئی، وہ آب و تاب دلفریبی چلا گئی کوئی کیسا ہی حسین ہو، رشک یوسف ہو، مرنے کے بعد کوئی اسکے پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہیں ہوتا، جھٹ پٹ اسے خاک میں چھپا دیتا ہے جب دنیا کے حسینوں کا دو روزہ حسن ہمارے دلوں کو ایسا لوٹ پوٹ اور بے چین کر دیتا ہے، انکی جدائی برداشت نہیں ہوتی تو ہائے محبوب حقیقی اور حسن اصلی کے دیدار سے محرومی، خاصکر جب کہ ہمارے ساتھ والے مزہ لوٹ رہے ہوں اور کوئی بدنصیب اس سے بالکل الگ کھڑا ہو تو اسوقت ایسی حالت کیا کیا غضب ڈھائے گی ؎

نیست صبرت از حسینانِ جہاں ؛ صبر چوں داری ز حسنِ جاوداں

ترجمہ: اس ناپائدار دنیا کے حسینوں سے تجھے صبر نہیں ہوتا ہے پھر وہ ہمیشہ رہنے والے حسن سے کس طرح صبر کرے گا تو۔

جرعۂ خاک آلود چوں مجنوں کند ؛ صاف گر باشد ندانم چوں کند

ترجمہ: مٹی ملے ہوئے گھونٹ سے تو دیوانہ بن گیا ہے، اگر صاف و شفاف گھونٹ تجھکو مل جائے تو تو کیا کریگا

حدیث	ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے الٰہی! تو نے مجھے یہ عزت بخشی کہ مجھ سے باتیں کرتا

ہے کیا ایسی عزت تو نے کسی اور بندہ کو بھی عطا فرمائی ہے۔ حکم ہوا میرے بہت سے ایسے بندے

ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا اور رمضان کا مہینہ دیکر تم سے زیادہ ان کو عزت دونگا کیونکہ
تم سے جو باتیں کرتا ہوں تو موسیٰ تمہارے اور میرے درمیان ستر ہزار پردے پڑے ہوتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا اور روزہ کی وجہ سے ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے افطا
کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پردے ہیں سب اٹھا دونگا
اگر ان کا کثیف جسم حائل نہ ہوتا تو افطار کے وقت میں دیدار دکھا دیتا، آخرت میں دیدار کا لطف دکھا دونگا
اس وقت روزہ کی قدر ہوگی۔

صاحبو! افطار کے وقت اس لئے خوشی ہوگی کہ جن چیزوں سے روکا گیا تھا وہ اب کھلا رہا ہے
قیامت میں دیدار کی اس لئے فرحت ہوگی کہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی پر غصہ میں ہو، اگر ایسے وقت کوئی
ایسا شخص آجائے جس سے محبت ہے تو یہ غصہ بھرا ہوا شخص لوگوں پر غصہ میں ہوگا مگر اپنے دوست سے
ہنستے ہوئے بات کرے گا، ایسا ہی خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اوروں پر غصہ بھرا ہوا ہوگا، اسدن
اللہ تعالیٰ ایسا غصہ میں رہے گا کہ کبھی ایسا غصہ میں نہ آیا مگر روزہ داروں کو ہنستے ہوئے دیکھے گا۔
اس سے روزہ دار کو فرحت ہوگی وہ اسی کا دل جانے گا اس لئے فرمایا "فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ
رَبِّهٖ" ترجمہ: اللہ کے دیدار کے وقت عجیب فرحت ہوگی۔

امر معروف و نہی عن المنکر

صاحبو! ہر ایک کو امر معروف کیا جاتا ہے، اسکے متعلق اور بالخصوص
بے روزہ داروں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دلانے کے طریقے سے متعلق
مضمون ذیل میں تفصیلی طریقہ پر بتلایا گیا ہے کہ امر معروف کس طرح کرنا چاہیئے سنئے:۔

حضرات! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کو بھیجنے کا منشاء کیا ہے سنیئے۔ انسان ایک عالم صغیر ہے
اس میں بہائم (جانور) کی صفت بھی ہے اور درندہ پن بھی، شیطانیت بھی ہے اور فرشتہ پن بھی۔
پیغمبر اس لئے آئے ہیں کہ فرشتہ پن کو دوسری تین صفتوں پر غالب کرنے کی تدبیریں بتلائیں، اس لئے حکم دیا
جاتا ہے کہ اے انسان! تو ہماری اس نعمت کی قدر کر، پیغمبروں کی تابعداری کرکے تو خود کو بھی درست
کر اور اگر کسی انسان کو دیکھے کہ وہ فرشتہ پن چھوڑ کر بہائم، درندہ اور شیطان کے اوصاف پیدا کر رہا
ہے تو تو اسکو بھی روک، اس لئے فرمایا "وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (پ ۲۱
رکوع ۲۔ سورہ لقمان) ترجمہ: اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر۔

تاکہ انسان، انسانیت سے نکل کر بندر، سور شیطان وغیرہ کی مانند نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا نہ کروگے تو تم پر عذاب آجائے گا۔

حکایت ایک دفعہ ایک ایسی بستی پر عذاب آیا کہ جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کرنے والے نبیوں کے جیسے عمل کرنے والے رہتے تھے، فرشتوں نے عرض کیا الٰہی! نبیوں کے جیسے عمل کرنے والے لوگ اس گاؤں میں ہیں، حکم ہوا کچھ پرواہ نہیں الٹ دو، عرض کئے آخر اس کی وجہ کیا ہے، حکم ہوا انھوں نے لوگوں کو خدا کا خلاف کرتے ہوئے دیکھا مگر کبھی ان کو ناگوار نہیں ہوا کبھی چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، نیک بات بتلانے اور برے کاموں سے روکنے سے ان کو کبھی سروکار نہیں تھا، اس لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا " وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ عصر) ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور (ایک دوسرے کو اعتقاد حق (پر قائم رہنے کی) فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک تم دین کو کامل نہ کروگے خسارہ و نقصان میں رہوگے، دین کامل دو باتوں سے ہوتا ہے۔ ایک اپنی تکمیل سے ۔ پھر دوسروں کی تکمیل سے۔

اب اپنی غفلت کی حالت دیکھئے کہ ہم لوگ اس سے کس قدر غافل ہیں، چوبیس گھنٹوں میں کتنی دیر ہم اس کام کو کرتے ہیں اور کتنا وقت اس فرض کی ادائی میں صرف کرتے ہیں۔ سنو صاحبو! لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں:۔ (۱) ایک وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت نہیں، یہ لوگ ہیں دوست احباب، بھائی، برادری کے لوگ، عزیز و اقارب اور اجنبی لوگ۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت ہے اور یہ لوگ ہیں، بیوی، بچے، نوکر، شاگرد اور مرید۔

دوستو! جن پر ہمارا زور نہیں ہے انکو تو چھوڑ دیجئے لیکن جن پر ہمارا زور ہے کیا ان کو ہم کبھی نیک کام بتلاتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خود اپنی اصلاح

کر لینا چاہیئے، اس طرح ہم خود جنت میں جائیں گے، حالانکہ یہ غلط ہے، آپ سے اس امر کا بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو دین کے راستہ پر کیوں نہیں چلایا۔ صاف اور واضح ارشاد ہے:۔
" یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا " پ۲۸۔ رکوع۱۔ سورہ تحریم)
ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

مسلمانو! تم خود کو اور اپنے متعلقین کو نار جہنم سے بچاؤ۔ یہ گھر والے تمہارا پیچھا کب چھوڑنے والے ہیں اگر یہ جہنم میں جائیں تو تم بھی انکے ساتھ وہیں رہوگے، سنو صاحبو! یہ عقل میں آنے کی بھی بات ہے کہ اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اسکو نہیں روکیں گے، یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیکر زہر کو اسکے ہاتھ سے لے لیں گے، اگر تنہا قادر نہ ہونگے تو دوسروں کو امداد کے واسطے بلائیں گے، پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال مضر ہیں، ان سے روکنے کے لئے اس اہتمام سے کام نہیں لیا جاتا، معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے، مگر افسوس اس قدر غفلت ہے کہ خدا کی پناہ! کسی کو بھی اس بیماری کے علاج کی طرف توجہ نہیں ہے۔

صاحبو! جن پر نماز فرض ہے انکو نماز کی ترغیب دلائے، جن کے پاس بقدر نصاب مال ہے انکو زکوٰۃ کی ترغیب دلائے اور جن پر حج فرض ہے تو انھیں حج کی ترغیب دی جائے یا کسی کے اخلاق باطنی خراب ہوں، اچھے نہ ہوں تو انکو تہذیب اخلاق کے طریقے بتلائیے، کتنے لوگ ہیں جو اس طرح نصیحت کرتے ہیں یا کسی کو مبتلائے معصیت دیکھیں تو اسکو معصیت سے روکیں، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہوں یا کبیرہ افسوس، روکتے تو کیا اگر کسی کو ان سے طمع یا خوف ہو تو اسکو اچھا ثابت کرنے کے لئے تقریریں کریں گے ہمارے بزرگ تو وہ تھے کہ جہاں قدرت وزور نہ ہو، وہاں بھی امر معروف سے باز نہیں آتے تھے اور ہم ہیں کہ قدرت کے مواقع پر بھی کچھ نہیں کرتے، بیوی بچوں کو باوجود قدرت کے امر معروف نہیں کرتے مگر یہ برتاؤ صرف خدا کے معاملات میں ہے، خود کے معاملات میں ہرگز نہیں، گھر میں آتے ہی پوچھیں گے کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں، مگر یہ کبھی نہیں پوچھیں گے کہ بیوی تم نماز بھی پڑھے یا نہیں۔ گھر میں آئے تو صرف کھانے پینے کے لئے بیوی پر غصہ ہوگا لیکن دین کی ایک بات بھی بیوی سے نہ کہی جائے گی۔

صاحبو! اور سنیئے کہ بیوی، بچے گو شرعاً ان پر ہماری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ تم ہم کو امر معروف کرو، ہم اس پر عمل کرینگے، اس کے علاوہ ایک تعلق ایسا ہے کہ

دوسرا ہماری اطاعت کا صاف معاہدہ کیا ہے وہاں بھی ہم امر معروف نہیں کرتے، وہ تعلق پیری مُریدی کا ہے، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر مرید کی طرف سے اطاعت کا معاہدہ ہے اور مرشد کی طرف سے تعلیم اور اصلاح کا، یہی بیعت کی حقیقت ہے مگر اب ہاتھ میں ہاتھ لے کر سبق کی طرح پڑھا دینے کا نام پیری مُریدی ہے

سنو صاحبو! پیری مُریدی صاف طور پر اطاعت کا معاہدہ ہے، اسی واسطے اگر مرید خدمت سے انکار کرے یا کسی دنیوی کام میں شیخ کی مخالفت کرے تو فوراً اس پر عتاب ہو جاتا ہے مگر دین کے معاملہ میں نہ مرشد اسکو کچھ کہتے ہیں اور نہ مرید مرشد کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے، بے چارہ مرشد پر دو گناہ ہیں

(۱) امر معروف نہ کرنے کا۔

(۲) وعدہ خلافی کا کہ مرشد نے وعدہ کیا تھا۔

اصلاح کا مگر اب خاموش ہے کچھ روک ٹوک نہیں، اگر کوئی مرشد کچھ کہیں تو مرید کے چہرہ سے ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) آج کل تو پیری مریدی کی حقیقت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ پیر قیامت میں بخشوائیں گے گو مرید کتنے ہی گناہ کرے۔

(۲) بعضے تو اس سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مرید اس واسطے ہوتے ہیں کہ مرید ہونے سے ہمارے سر پر ایک بزرگ کا سایہ ہو جائے گا۔ دنیا کے مقصدوں میں ہم کو آسانی ہوگی، مقدمات میں دُعا کرائیں گے، تعویذ اور گنڈے کرائیں گے، مُرید ہونے سے ہماری تنخواہ میں ترقی ہوگی۔

ہائے افسوس! اس قسم کی مُریدی سے فقط دنیا مقصود ہے، دین سے کچھ تعلق نہیں، یہ تو مُریدوں کے خیالات تھے۔

اب پیرو مرشد کے خیالات سنیئے: مرشدوں کے نزدیک مُرید کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مُریدوں کے ذمہ ششماہی یا سالانہ مقرر ہو جائے گا۔ پیری کی تنخواہ بندی ہوئی نہیں ہوتی، خواہ پیر صاحب کچھ ہی کر لیں ان کی پیری منسوخ نہیں ہوتی، چاہے شراب پی لیں، یا بدمعاشی کر لیں، کیوں کہ مشہور یہ ہے کہ پیری کی پیری سے کام، ان کے فعلوں سے کیا کام۔

(۳) اور بعض ایسے تو نہیں ہیں مگر مرشد کے بتلائے ہوئے وظیفے تو ضروری، خواہ خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام پر عمل ہو یا نہ ہو، مرشد کا بتلایا ہوا وظیفہ کبھی ناغہ نہ ہوگا۔

نوافل ناغہ ہو جائیں تو پرواہ نہیں نماز کی پرواہ نہیں، معاملات سر سے پیر تک گندے، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، اسکے ساتھ تہجد کے پابند، اشراق کے پابند، تسبیح بہت لانبی جو ہر وقت چلتی رہتی ہے، پیر صاحب بھی ان مریدوں کے سود کی آمدنی سے نذرانہ لیتے ہیں، کبھی امر بالمعروف نہیں کرتے۔ دوسرے جو لوگ مولوی ہیں ان پر بھی طمع سوار ہے۔

حکایت ایک مولوی صاحب نے ساس کو حلال کر دیا۔ افسوس! اب بتلائیے امت کی حالت نہ بگڑے تو کیا ہو۔

صاحبو! آج کل مرید ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ چیزیں ہیں: کبر، عجب، اضاعت حقوق العباد (بندوں کے حقوق میں کم و زیادتی کرنا) حسد، بغض، فسادات ذات البین (آپس میں جھگڑا و فساد کرنا)۔

حکایت حضرت نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے پاس دو شخص مرید ہونے کے لئے آئے، آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے یہ گفتگو سن لی۔ آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت پیمائش تو معلوم نہیں، آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اس حوض کی پیمائش کر کے جاؤ۔ اور اس حوض کی پیمائش کر کے آؤ۔ وہ گئے اور پیمائش کر کے واپس ہوئے اور عرض کئے حضرت ہمارا حوض ایک بالشت بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت زائد کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے۔ جاؤ ہم تم کو مرید نہیں کریں گے۔ اس نقل سے یہ مت سمجھنا کہ ان کو محروم واپس کئے بلکہ اتنی بڑی دولت ان کو دیکر واپس کئے وہ تمام عمر انکے کام آئے گی۔ وہ کیا ہے وہ احتیاط فی الکلام کا سبق ہے اس کو اس طرح پڑھایا کہ یہ اب عمر بھر نہ بھولیں گے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کا فلاں مرید شراب پی کر فلاں جگہ مست پڑا ہے، آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اس کو حقیر اور خود کو افضل سمجھتا ہے، آپ نے اس کا یہ علاج کیا کہ اس سے فرمایا کہ جاؤ اسکو اٹھا لاؤ۔ کیونکہ وہ جب تک وہاں رہے گا سلسلہ کی بدنامی ہے، اس میں اسکے تکبر کا بھی علاج تھا کہ جسکو اس نے حقیر سمجھا تھا اسی کی خدمت اس کے سپرد کر دی، جب وہ اسکو لے کر چلا تو راستہ میں جو ملتا یہ کہتا کہ یہ صوفیوں کا حال ہے

دونوں نے شراب پی ہے، دوسرا ابھی ہوش میں ہے اپنی حالت چھپانے گے واسطے اسکو لے چلا ہے یہ طریقہ تھا پہلے کے بزرگوں کا وہ اس طرح مریدوں کی اصلاح کرتے تھے۔ ہائے ہم اس کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یا طمع ہے یا مخلوق کی ہیبت دل میں بھری ہوئی ہے اس لئے ہم کو امر معروف کی ہمت نہیں ہوتی، گو ان پر ہم کو قدرت ہو۔

سنو صاحبو! امر معروف میں خلوص اور ہمت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت ایک بزرگ تھے جو طویل سفر میں نماز وجماعت کے خیال سے ایک دو آدمی ساتھ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر میں اس انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہونچ جائیں۔ اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ حرج ہوگیا اور ظہر کا وقت آگیا اور گاڑی بان ہندو تھا انھوں نے وضو کیا اور سنتیں پڑھیں لیکن کوئی نمازی دکھائی نہ دیا۔ تب انھوں نے دعاء مانگی کہ اے اللہ میں ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا ہوں، اور اس وقت مجبور ہوں اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے نماز پڑھا سکتے ہیں، جا نماز بچھا کر یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا اور کہا کہ میاں مجھ کو آپ مسلمان کرلو، بڑی مسرت ہوئی سمجھ گئے کہ دعا قبول ہوگئی کیا پوچھنا اس مسرت کا، وجد آرہا ہوگا۔ غرض اسکو اسی وقت مسلمان کیے اور اسکو وضو کرانے کے بعد فرمائے کہ جو عمل میں کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو، اور نماز کے سب ارکان میں سُبحَانَ اللہ، سُبحَانَ اللہ کہتا رہ۔ دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی۔ یہ مسئلہ یاد رکھئے کہ جن کو نماز نہیں آتی وہ سیکھنے کی کوشش کریں اور یاد ہونے تک سُبحَانَ اللہ، سُبحَانَ اللہ کہتے جائیں اور رکوع، سجدہ کرتے جائیں، پھر جتنا یاد ہوتا جائے اتنا پڑھے، باقی ارکان میں سُبحَانَ اللہ کہا کرے، دیکھئے دین کس قدر آسان ہے۔ ایک اور مسئلہ یاد آیا سنئے۔ بعض دیہات میں کوئی جنازہ کی نماز تک نہیں جانتا اور جنازہ کو بغیر نماز پڑھے دفن کردیتے ہیں جب تک جنازہ کی نماز یاد نہ ہو، ایسا کیا کرو۔ نماز جنازہ کے شرائط یہ ہیں:

(۱) وضوء

(۲) استقبال قبلہ (یعنی نمازی کا قبلہ کی طرف منھ کرنا)

(۳) حضوری میّت (یعنی نمازی کے سامنے جنازہ ہو)

اور جنازہ کی نماز کے ارکان ہیں (۱) کھڑا ہونا (۲) تکبیرات اربعہ (چار تکبیرات) کہنا شرط

کے بعد ارکان ادا ہونے سے عبادت ادا ہو جاتی ہے۔ پس وضوء کر کے میت کو سامنے رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے رہو، اور چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، کہہ کر سلام پھیر لیا کرو، بس نماز جنازہ ہو گئی۔

صاحبو! میں عرض کر رہا تھا کہ امر معروف میں خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو امر معروف کیا جا رہا ہے وہ خفا ہو جائے، اس لئے آپ اپنی طرف سے امر معروف و نہی عن المنکر کا ایسا طریقہ نہ نکالو کہ جس سے کوئی خفا ہو جائے، اگر تمہارے اچھے طریقہ پر بھی کوئی خفا ہو جائے تو ہونے دو، پرواہ مت کرو۔ تمہارا مذاق یہ ہونا چاہیئے کہ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ؛ فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

ترجمہ: ہزار اپنے لوگ جو خدا سے بیگانہ و اجنبی ہیں، کس کام کے، ایک اجنبی جو خدائے تعالیٰ کو جاننے والا ہے، دل چاہتا ہے کہ اس پر فدا ہو جائیں۔

جو شخص خدا سے بیگانہ ہے وہ ہمارے امر معروف سے ناراض ہو جاتا ہے، اس لئے ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیئے اور صرف خدا کی رضا کا طالب ہونا چاہیئے، خواہ تمام عالم ناراض ہو جائے ؎

دلا رائے کہ داری دل در و بند ؛ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ: اے دل جو اللہ کا مطیع ہے اس سے اپنا دل لگا۔ اور تمام عالم سے روگردانی کر لے۔

وہ اچھا طریقہ کونسا ہے اسکو خدائے تعالیٰ خود سکھاتا ہے "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ (اے پیغمبر) آپ لوگوں کو دانش و علم کی باتوں اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ۔

دیکھو نصیحت کرنا تو لٹھ سا نہ مار دینا بلکہ اپنے رب کے راستہ کی طرف، لوگوں کو علم کی باتوں کی اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ جن سے رغبت اور شوق ہو، دل نرم ہو، بلائے، یعنی عنوان اچھا ہونا چاہیئے دل آزاری نہ ہو۔ طعن و تحقیر نہ ہو، نصیحت کا طریقہ بھی بتلا دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے اور نافرمانوں کیلئے بھی کس قدر رعایت ہے کہ انکو متوحش نہ کیا جائے جیسے طبیب بخار میں کونین دیتے ہیں مگر ہر شخص کے لئے طریقہ جدا ہے ایک تو اجنبی مریض ہے اسکو جب کونین دیتے ہیں تو کچھ اہتمام نہیں کرتے بلکہ صرف پانی میں گھول کر اسکے سامنے رکھ دیتے ہیں اگر وہ تلخی کی وجہ سے نہ پی سکے تو کچھ

پرواہ نہیں ہوتی، اسکے برخلاف اپنے بچے کو دیتے ہیں تو شکر میں لپیٹ کر دیتے ہیں کہ دوا پیتے وقت اس کو تلخی معلوم نہ ہو۔ امر معروف کرتے وقت ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

امر معروف، اور نہی عن المنکر کا خلاصہ یہ ہے اور اسکی نصیحت کرنے میں رعایت رکھنا ضروری ہے کہ مخاطب کو نصیحت سے وحشت نہ ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)۔

نصیحت کرنے میں دفعتہً لٹھ سا نہ مار دو، بلکہ خدا کے راستہ کی طرف حکمت یعنی علم کی باتوں سے جس سے خدا کا ڈر اور اس سے امید پیدا ہو، بلائے "وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ"

اور نرم نصیحت کے ساتھ بلائے، جس میں دل آزاری نہ ہو، طعن و تحقیر نہ ہو۔ دوسرے لوگوں کے ضمن میں نصیحت کرے۔ خود اسی کو صراحت سے نہ کہے، تنہائی میں کہے، لوگوں میں نہ کہے ؎

گر نصیحت کنی، بخلوت کن ❊ کہ جز این شیوہ نصیحت نیست

ترجمہ: نصیحت تنہائی میں کرو، نصیحت کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے ؎

ہر نصیحت کہ برملا باشد ❊ آں نصیحت بجز فضیحت نیست (ترجمہ: جو نصیحت علانیہ کروگے نتیجۃً فضیحت ورسوائی ہوگی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے کہ نافرمانوں کو بھی اسقدر رعایت دے رہا ہے کہ انکو متوحش نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت کا ظہور، اہل اللہ میں بھی ہے، اہل اللہ کو بھی مخلوق کے ساتھ بہت شفقت ہوتی ہے وہ اس طرح سے نصیحت کرتے ہیں کہ جس سے مخاطب کو نفع ہی ہوتا ہے بشرطیکہ اس شخص میں کچھ بھی ارادہ اور طلب ہے ورنہ اگر وہ خود نہ چاہے تو ایسے شخص کا علاج تو انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں ایک بزرگ تھے ان میں خاص بات یہ تھی کہ ہر مجلس وعظ سے لوگ توبہ کرکے اٹھتے تھے نہ معلوم کیا بات تھی

صاحبو! بات بس اتنی تھی۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد۔ ترجمہ: جو چیز دل سے نکلتی ہے دل میں گرتی ہے۔

انکو امت کے ساتھ شفقت بے حد تھی وہ دل سے چاہتے تھے کہ مخلوق کی اصلاح ہو جائے اسی کا یہ اثر تھا کہ ان کے ہر وعظ میں لوگ تائب ہو کر اٹھتے تھے۔

حکایت ایک مرتبہ آپ نے وعظ فرمایا تو ایک ہجڑا بھی اس میں موجود تھا جس کے ہاتھ مہندی

سے رنگے ہوئے تھے اور کنگن، چوڑیاں، چھلے پہنے ہوئے تھا۔ اس پر وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب چوڑیاں کنگن ہاتھ سے نکال پھینکا اور مہندی کا رنگ دور کرنے کے لئے پتھر پر ہاتھوں کو رگڑنے لگا اور اسقدر رگڑا کہ خون نکلنے لگا۔ مولانا نے فرمایا جس قدر اثر زائل نہ ہوسکے معاف ہے بس اب زیادہ نہ رگڑو، اس نے کہا کہ مولانا بس اب آپ خاموش رہئے۔ یہ ہاتھ اسی قابل ہیں کہ لہولہان ہو کر کٹ جائیں اور اس قدر رویا کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔

حکایت اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے گو اسوقت شاہ دہلی کی حکومت دہلی سے باہر بہت کم تھی، اس دور میں ایک بزرگ رہتے تھے، آپ ایک دفعہ بہت رات گئے تنہا نکلے، جو لوگ بیدار تھے انکو فکر ہوئی کہ اسوقت مولانا کہاں چلے، پھر حضرت کی حفاظت کے خیال سے آپ کے پیچھے اس طرح ساتھ ہوئے کہ مولانا کو اسکی خبر نہ ہو، اب کیا دیکھا کہ مولانا نے طوائفوں کے محلہ کی طرف رخ کیا انکو حیرت ہوئی کہ آپ کا یہاں کیا کام ہے، پھر دیکھا کہ دہلی کی ایک مشہور طوائف کے مکان پر ٹھیر کر مولانا نے فقیروں کی طرح ایک صدا لگائی۔ اس رات اس طوائف کے یہاں کچھ تقریب تھی شہر کی سب طوائفیں وہاں جمع تھیں اور باہر کی طوائفیں بھی آئی ہوئی تھیں، مولانا کی آواز سن کر گھر والے سمجھے کہ کوئی فقیر ہے، طوائف نے اپنی خادمہ سے کہا کہ اسکو کچھ پیسے دیدو۔ وہ پیسے لے کر باہر آئی اور مولانا کو دینے لگی، مولانا نے فرمایا اپنی بی بی سے جاکر کہو کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں بغیر صدا سنائے کچھ نہیں لیا کرتا۔ اس نے جاکر پیام پہنچایا، چونکہ تقریب کا موقع تھا۔ اس نے کہا اچھا فقیر سے کہدو کہ اندر آکر صدا سنائے، کچھ دیر اس کا لطف رہے گا۔ مولانا اندر تشریف لے گئے اور وعظ شروع کیا، زنا کی مذمت اور زناکاروں کو جو عذاب دیا جانے والا ہے اس کو بیان کیا اس کا ایسا اثر ہوا کہ تمام طوائفیں روتے روتے بیتاب ہوگئیں، جب وعظ ختم ہوا تو سب طوائفیں قدموں پر گر پڑیں کہ ہم کو توبہ کرادیجئے اور ہمارا نکاح کرادیجئے۔ آپ نے ان کا نکاح کرا دیا اور لوٹ کر گھر آئے۔

یہ ہے طریقہ امر معروف اور نہی عن المنکر کا۔ اس لئے نصیحت کرنا ہو تو اس طرح کریں اور اگر بحث کا موقع آن پڑے تو "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" ۱۴ پ ۔ رکوع ۱۶ ۔ سورۂ نحل)

ترجمہ: اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے، اچھے طریقے سے کہ جس میں سختی نہ ہو غصہ نہ ہو، بہت نرمی سے بحث کرو۔ مناظرہ تو بڑی چیز ہے، اگر کسی جاہل سے بھی سابقہ پڑ جائے تو

اسکے جواب میں بھی جہالت کی ممانعت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے" وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝" (پ ۱۹ - رکوع ۶ - سورہ الفرقان) ترجمہ: اور جب جہلاء ان سے (جہالت کی بات کرتے ہیں) تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

جہالت کی بات کا جواب بھی جہالت سے نہیں دیتے۔ کفار یہ کیا کرتے تھے کہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی بیویوں کا نام لے لیکر اظہار عشق کرتے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور غصہ کی بات ہوگی، اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گستاخی کرتے تھے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو بجائے مُحَمَّد کے مُذَمَّم (نعوذ باللہ) کہتے تھے خیال تو کیجئے کہ مسلمانوں کو کتنا ناگوار ہوتا ہوگا کہ جان لینے اور جان دینے کو تیار ہو جاتے ہوں گے، اتنی بڑی گستاخی اور ایسے سخت غصہ کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعلیم سنیئے، فرماتے ہیں" لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (پ ۴ - رکوع ۱۹ - سورہ آل عمران) ترجمہ: البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنے جانوں میں۔ جان اور مال میں تمہاری آزمائشیں ہوں گی" وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط (پ ۴ - رکوع ۱۹ - سورہ آل عمران) ترجمہ: اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے مشرکین اور کفار سے بہت اذیت کی باتیں سنو گے" وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (پ ۴ - رکوع ۱۹ - سورہ آل عمران) ترجمہ: اور اگر صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو یہ بڑے ہمت کے کام ہیں اور تاکیدی احکام میں سے ہیں تم کو صبر کرنا چاہیئے یہ بڑی عالی ہمتی کا کام ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح ادب بتلایا گیا ہے اب حدیث سنیئے:

نام مبارک مُحَمَّد کو بدل مُذَمَّم کہہ کر گالیاں دیتے تھے، آپ اندازہ کیجئے کہ ایسے سخت الفاظ سن کر مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، پھر مسلمان بھی ہمارے اور آپکے جیسے مسلمان نہیں۔ اس وقت کے مسلمان کہ قربان جائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے ایسی سخت بات کو مسلمانوں کے دل سے کس طرح ہلکا کیا ہے دیکھو شتم قریش کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کس طرح ہٹا لیا کیونکہ

وہ شتم ولعنت کرتے ہیں مُذَمَّم پر اور میں تو محمّد ہوں، جو مذمم ہوگا وہ گالیاں اس پر ہونگی اور وہ برا مانے گا ہم کیوں برا مانیں، یوں دل کو سمجھالیا کرو کہ ہمارے حضور کا یہ نام مبارک ہے ہی نہیں۔ جب جہالت کے مقابلہ میں خدا اور رسول کو سختی پسند نہیں تو مناظرہ و بحث کب پسند ہوگا۔ اس لئے فرمایا "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (آیۃ۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے۔ مثلاً نماز، روزہ کے لئے سختی کرنے میں وہ اثر نہیں ہوتا جو نرمی سے ہوتا ہے کیونکہ نرمی سے بات آسانی سے دلنشین ہوتی ہے اس لئے نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا ضروری ہے اور اس میں استقلال و پختگی پیدا کرنا ضروری ہے ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہوگا۔ مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو، نفس کا تابع نہ ہو، نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے۔ انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہیئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اسکے پیش نظر ہے۔ اسلام نے اس کے لئے (۵) وقت کی نماز مقرر کی ہے جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے کیونکہ نماز میں ایسے ارکان ہیں جن سے انسان کی غایت درجہ ذلت ظاہر ہوتی ہے اور نفس پامال ہوجاتا ہے۔

دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے، مثلاً کھانے، پینے اور عورتوں سے مخالطت کرنے کی حرص، اس کو بھی دبانا اور معتدل رکھنا چاہیئے، ورنہ آدمی انسانیت سے باہر ہوجاتا ہے اور جرائم پر اقدام کرنے لگتا ہے، اسلام نے اس کا علاج روزہ فرض کیا ہے جو سال میں ایک ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

تیسری مہلک شے حبِّ مال ہے جس شخص کے دل میں حبِّ مال کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہر طرح اپنا ہی بھلا چاہتا ہے گو دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو چنانچہ بہت سے لوگ غریبوں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے مال وجائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں، اس کا ظلم و قبیح ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے اس لئے حبِّ مال کا علاج لازم ہے، اسلام نے اس کے لئے زکوٰۃ فرض کیا ہے کہ جس سے مال کی حرص گھٹ جاتی اور دنیا کی محبت سے دل پاک ہوجاتا ہے۔

اور تمام اعمال کا حاصل یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو

ناگوار امور کا پابند کیا جائے۔ غرض اس طرح نصیحت یا بحث کی جائے تو ناگواری نہیں ہوتی پس اتنا کام نصیحت کرنے والے کا ہے، پھر آگے اس تحقیق میں نہ پڑے کہ کس نے مانا اور کس نے نہیں، کیونکہ یہ کام خدا کا ہے" اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ" پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آپ کے راستہ سے بھٹک گیا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا، اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے، اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ غرض اگر کفار علمی بحث سے گذر کر عملی جھگڑے پر اترائیں، آپ اور آپ کے تابعین کو بدلہ لینا بھی جائز ہے۔" وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے، اس سے زیادتی مت کرنا" وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۱۴ رکوع ۱۶۔ سورۂ نحل) ترجمہ۔ اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔

لیکن اگر ان کے ایذاؤں پر صبر کرو تو وہ صبر کرنا صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے، مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے، اور دیکھنے والوں پر بھی خاص کر آپ کو حکم ہے" وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے۔

اس لئے آپ کو دشوار نہ ہوگا۔" وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ جو کچھ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیئے۔

آپ نصیحت نہ ماننے والوں کا غم نہ کیجئے اور جو مخالفت میں تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں۔ ماشاء اللہ، ابتداً شفقت کا اور نرمی کا حکم دیا تاکہ تبلیغ کا کام نہ رکے۔ ناامیدی کے بعد غم کرنے سے تبلیغ رکتی ہے، کیوں کہ حزن سے مبلغ کی ہمت پست ہوتی ہے۔ غرض ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے تم کو اپنا کام کرنا چاہئیے۔ تمہارا ثواب ضائع نہ ہوگا جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کرو ؎

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن ترجمہ: اپنا کام کرو، دوسروں کا کام مت کرو۔
اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ متصف رہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ع (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ:- اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ (ہوتا) ہے جو پرہیزگار (ہوتے) ہیں اور نیک کردار (ہوتے) ہیں۔
اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی انکی مدد کرتا ہے جو پرہیزگار اور نیک ہوتے ہیں۔ اس سے ہمت بڑھاتا ہے جیسے کسی عاشق کو اس کا محبوب جو کہ مدتوں کے بعد ترس ترس کر ملا ہے پیچھے سے آکر اس طور سے کہ اسکو خبر بھی نہیں اسکو بغل میں دبائے اور اتنا زور سے دبائے کہ اسکو طبعاً ناگواری بھی ہو مگر پیچھے مڑکر دیکھا تو محبوب کے چہرہ پر نظر پڑی گو اس میں مشقت اور اذیت ہے کیونکہ معشوق تو موٹا تازہ تھا اسکو کوئی فکر وغم تھوڑا ہی تھا جو دبلا ہوتا اور عاشق اکثر غم عشق کی وجہ سے لاغر و نحیف ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشقِ معشوقاں نہانست و ستیر ؂ عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

ترجمہ: معشوقوں کا عشق پوشیدہ رہتا ہے۔ عاشقوں کا عشق علی الاعلان ہوتا ہے۔

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند ؂ عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ: عاشقوں کا عشق تن کو گھلاتا ہے۔ اور معشوقوں کا عشق انکو فرحت دیتا اور موٹا کرتا ہے۔
تو یہ مشقت اور اذیت معشوق کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے لذیذ و مزیدار معلوم ہوتی ہے اسی طرح امر معروف و نہی عن المنکر میں گو اذیت و مشقت ہے مگر یہ شکر کہ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ع" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)
خدائے تعالےٰ کی معیت کی وجہ سے وہ مشقت و اذیت لذیذ مزیدار ہو جاتی ہے اس سے نصیحت کرنے والے کی ہمت بڑھتی ہے۔

خدا اور رسول کی اطاعت کے فضائل

صاحبو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے سبب امر معروف و نہی عن المنکر میں آسانی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت کرنے والا شرعی حدود میں رہ کر امر معروف و نہی عن المنکر کرے گا اس لئے اب اطاعت

رسول کی اہمیت کو نئے انداز سے سنئے:۔

سنو صاحبو! بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی جیسے زکوٰۃ کہ جس کے پاس مال ہے اسی کو زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا ہے اور جس کے پاس مال نہیں ہے اس کو کچھ حکم نہیں ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ ہر شخص کو ان کی ضرورت ہے لیکن ہر وقت نہیں یعنی کسی وقت ضرورت ہے اور کسی وقت نہیں جیسے روزہ کہ گیارہ مہینہ اس کی ضرورت نہیں، رمضان ہی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض احکام وہ ہیں کہ جن کی ضرورت ہر مسلمان کو ہر وقت پڑتی ہے ہر وقت کام پڑنے والے احکام میں سے ایک حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ج" پ۹۔ رکوع۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے (خاص) غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔

مسلمانو! کیا صحابہؓ انسان نہیں تھے، بے شک انسان تھے ان کو بھی ویسے ہی مواقع پیش آتے تھے جیسے ہم کو، ہائے پھر صحابہ میں کیا بات تھی کہ جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا ایک (سیاہ وزن) تمہارے پہاڑ سے (خیرات میں) افضل ہے، سنو صاحبو! ان کا قوتِ ایمان، ان کا خلوص، ان کی خدا اور رسول کی تابعداری کی وجہ سے ان کا مُد ہمارے پہاڑ سے افضل تھا۔ خدا اور رسول کے حکم کے سامنے وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہماری طرح ان سے بھی کوئی بات ہو جاتی تھی مگر ہم اڑ جاتے ہیں اور خدا اور رسول کا حکم بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، وہ فوراً چونک جاتے تھے اور خدا اور رسول کے حکم پر سر جھکا دیتے تھے، بس یہی انکی ادا خدا کو پیاری معلوم ہوتی تھی، آج بھی کوئی یہی ادا اختیار کرے تو ان صحابہ کے صدقہ میں خدا کا پیارا ہو جاتا ہے۔

سنو صاحبو! جنگ بدر کا واقعہ ہے اس حملہ میں لشکر اسلام کے تین حصے ہو گئے تھے ایک[1] کفار کو بھگاتا تھا۔ دوسرا[2] اپنے متفرق بہادروں کو جمع کرتا تھا اور تیسرا[3] حضور اقدسؐ کے گرد مثل پروانہ کے جان نثار تھا۔ جب جنگ ختم ہو گئی غنیمت کا مال جمع ہوا۔ مال کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے استحقاق کے لحاظ سے صحابہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ہر ایک اپنے اپنے استحقاق کو بتلانے لگا کسی نے کہا ہم مار چھین کر لے آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا ہم تمہاری پشت پر تھے اور متفرق فوج کو جمع کر کے

تمہاری مدد کر رہے تھے اور تیسرے نے کہا کہ ہم رسول اللہ پر فدا تھے جن کا یہ سب تصدق ہے ان کی حفاظت کر رہے تھے اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچتا تو ہماری ہی پناہ میں آتے، اس پر جھگڑا ہو گیا اس وقت کے مسلمان ایسے نہیں تھے کہ جھگڑا اور بڑھاتے اور ذرا سی بات کو بڑھا کر گھر برباد کرتے اور بات بڑھا کر قانون کا نکتہ نکالتے اور وکیلوں کا بھلا کر کے اپنی جائدادیں برباد کرتے، ان کو تو ہی ایک در، سب کے سب درِ رسول پر آئے اور اپنا اپنا استحقاق بتلائے غنیمت کے متعلق حکم دریافت کئے کہ وحی آئی "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ" پیارے رسول آپ سے غنیمت کے مال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کیا پیارا فیصلہ ہو کر عرش سے آتا ہے" قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" پیارے نبی آپ اپنے خادموں سے کہو کہ تم نے جو جو خدمتیں کی ہیں، وہ خدا اور رسول کے لئے کی ہیں یا مالِ غنیمت کے لئے اگر خدا اور رسول کے لئے کی ہیں تو اس کے صلہ میں خدا اور رسول تم سے خوش، جنّتِ فردوس تمہارا، دنیا اور دنیا کی چیزوں سے تم کو کیا کام جو مالِ غنیمت جمع ہوا ہے وہ خدا و رسول کا ہے تمہارا کچھ استحقاق نہیں۔ ان کا اختیار ہے جسکو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں، جو چاہے کریں "فَاتَّقُوا اللّٰهَ" (پ ۹۔ رکوع ۱ سورہ انفال) ترجمہ (سو تم اللہ سے ڈرو) خدا سے ڈرو، دنیا کی حرص مت رکھو بلکہ آخرت کے طالب بنے رہو مسلمان کے سامنے ہمیشہ آخرت رہنا چاہیئے "وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ" اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کیا کرو، یہ جھگڑے کیسے آپسی تعلقات درست کرو، مسلمان کے دل میں بھی کہیں کدورت رہتی ہے "وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝" اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

اگر مسلمان ہو تو خدا و رسول کی اطاعت کرو، آپس کے جھگڑے چھوڑ دو، اتفاق پیدا کرو۔ صحابہ کے دل تھے، ہمارے جیسے دل نہ تھے، سب کانپ گئے، سارے جھگڑے بھول گئے، خدا اور رسول کے راضی کرنے کی فکر لگ گئی، مال غنیمت سے دست بردار ہو گئے۔ خدا و رسول کے حکم پر راضی ہو گئے حکم آیا پانچواں حصّہ کل مال سے نکال کر چار حصّے میں مقاتل، معین، شریک سب برابر ہیں، سوار کو دو حصّہ اور پیدل کو ایک، تقسیم کیا گیا۔

اللہ اللہ، آپس کے جھگڑے بھی کیا بُری چیز ہیں، اگلی امّت پر مالِ غنیمت حرام تھا۔ آگ آکر جلا دیتی تھی، اور اس امّت پر حلال کیا گیا۔ نا اتفاقی کی وجہ سے پھر چھین لیا گیا، پھر معافی مانگنے سے

پانچواں حصہ کم کرکے دیا گیا۔ صاحبو! ابھی میں نے عرض کیا کہ جس چیز کی مسلمان کو ہر وقت ضرورت ہے وہ خدا و رسول کی اطاعت ہے مسلمان کو ہر لحظہ اور ہر بات میں خدا اور رسول کی اطاعت کی ضرورت ہے اسی واسطے آیت "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" ۱۵ پ ۹ رکوع ۱ سورہ انفال میں بہت زور و تکرار ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے بڑھکر اور کیا ہو کہ مسلمانی اطاعت سے ہے، اطاعت نہ ہو تو مسلمانی نہیں۔ ایک اور مقام پر تو اس سے زیادہ صاف فرمایا ہے کہ "فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ" پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورہ نساء) ترجمہ:۔ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ انکے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اسمیں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں۔

آپ کے رب کی قسم جب تک ہر بات میں آپکے حکم پر نہ چلیں کے مسلمان نہوں گے۔ بے نمازی اور بے روزہ دار ذرا اپنی خبر لیں۔ یہ آیت کیا کہہ رہی ہے صرف حکم پر چلنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا حکم پر چلیں اور اسکے ساتھ دو باتیں ہوں "ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ" پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورہ نساء) ترجمہ: پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں۔

صرف حکم پر چلنا ہوتا تو گلا کرکے ٹال دیتے، ایسا عمل کرنے سے مومن نہیں، اس لئے فرمایا آپکے احکام سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں، کھلے دل سے عمل کریں، کھلے دل سے عمل کرنے کی علامت یہ ہے "وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورہ نساء) ترجمہ: اور پورے طور پر تسلیم کرلیں۔

خود کو پورا پورا نبی کے سپرد کردیں، اگر رات میں جگاتے ہیں تراویح پڑھاتے ہیں تیار، اگر دن کو بھوکے پیاسے رکھتے ہیں تیار، مالداروں سے زکوٰۃ دلاتے ہیں تیار، کام چھڑا کر پانچ وقت مسجد میں نماز کے لئے بلاتے ہیں تیار، جہاں ایسا نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اسوقت احکام کو چھوڑتے نہیں ہیں بلکہ احکام کا مقابلہ کررہے ہیں، احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ روزہ رکھے وہ جسکے گھر میں اناج نہ ہو، یا ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ اس کو علماء کفر کہتے ہیں، اس سے دل میں تنگی اور عدم تسلیم پائی جاتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا و رسول کی دل میں عظمت نہیں ہے اس لئے سینکڑوں حجتیں نکالتا ہے رسیدی ٹکٹ لگاکر ٹپہ خانہ میں ڈالا، خط بیرنگ ہوگیا۔ کارڈ میں پتہ کی جگہ کچھ اور لکھ دیا، خط بیرنگ ہوگیا کیوں صاحب کیا کچھ وزن بڑھ گیا، کیا کبھی سرکاری احکام میں بھی اس طرح کی تنگی آئی ہے، اگر کوئی پوچھے تو کہتا ہے کہ سرکاری حکم ہے، صرف سرکار کی عظمت دل تنگ نہیں ہونے دیتی، اگر خدا اور رسول کی بھی

کچھ عظمت ہوتی، شریعت کے احکام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔
دوسری بات یہ ہے کہ خدا ورسول سے محبت نہیں ہے، محبوبہ کی تمام فرمائشیں کس خوشدلی سے پوری کی جاتی ہیں کسی پر اگر کوئی مر رہا ہو، اور وہ کہے کہ تم کو دو دن بھوکے مرنا پڑے گا تب کہیں ہمارا وصال ہوگا۔ وہ کہے گا کہ پیارے دو دن تو کیا میں چار دن بھوکا رہنے تیار رہوں، کسی طرح تم مل جاؤ۔ خدا ورسول کو بھی ایسی ہی اطاعت مطلوب ہے، اطاع کے معنی رغبت سے کرنا ہے یعنی تابعداری رغبت سے ہو۔
تیسرے خدا ورسول کو محسن نہیں سمجھ رہا ہے ورنہ قاعدہ ہے کہ انسان خود کو محسن کے حوالہ کر دیتا ہے، اگر یہ تین باتیں صرف اعتقاد میں ہوں تو ادنیٰ درجہ ایمان کا ہے، عقلاً تنگی ہو اور عمل کر رہا ہو تو یہ اوسط درجہ ایمان کا ہے طبعی تنگی نہ ہو عمل کر رہا ہے یہ اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے، ادنیٰ درجہ، سکرات کے وقت اڑ جانے کا خوف ہے کیا غضب کی بات ہے کہ اگر مال دنیا قلیل ہو تو ہر وقت اس کے بڑھانے کی فکر رہتی ہے اور ایمان کے بڑھانے فکر نہیں، جو شتر بے مہار کی طرح پھرتے ہیں خدا ورسول کے احکام کی پرواہ نہیں، وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہیں، اگر کچھ ان کی عزت ظاہری طور پر ہو جاتی بھی ہے، اور لوگ ان سے ڈرتے بھی ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے شیر سے ڈرتے ہیں، ابھی اگر شیر آجائے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے پیچھے گالیاں دیتے ہیں، خدا کے فرماں برداروں کی سچی عزت ہوتی ہے دل سے انکی تعظیم ہوتی ہے ان کے پیچھے بھی انکی تعریف ہوتی ہے، خیر یہ تو دنیا کا فائدہ ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ یہ پیغمبروں، صالحین اور شہداء کے ساتھ رہیں گے، خدا ان سے راضی وخوش ہوگا ہائے بیوی بچوں کی ناراضگی پسند نہیں تو خدا کی ناراضی کی کیسی برداشت ہوگی، خدا کو راضی کرنا ہو تو وہ بغیر اطاعت خدا ورسول کے نہیں ہو سکتا۔ پیغمبروں، صالحین، شہداء کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اطاعت کرو۔

حکایت ایک چیونٹی کو شوق ہوا کہ کسی طرح کعبہ پہونچوں، لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کعبہ تو بہت دور ہے۔ بڑی دقتوں سے پہونچنا پڑتا ہے، غریب مشتاق چیونٹی نے جب یہ سنا، اور خود کو دیکھا اور دھوپ، ہوا، پانی، زمین کا فاصلہ وغیرہ پر غور کیا تو مایوس ہو گئی، ایسی حالت میں ایک بار رہبر پر نظر پڑی، اس رہبر نے کہا کہ ٹھہرو، ایک آسان تدبیر بتلاتا ہوں، ہاں سارے نخرے چھوڑنا پڑے گا وہ اس پر راضی ہو گئی، تھوڑی دیر بعد حرم کا کبوتر آیا، رہبر نے اس کو بہچانا

اور چیونٹی سے کہا تو مبارک ہو مقصود ملنے کا وقت آگیا، دیکھو یہ حرم کا کبوتر ہے اسکے پاؤں کو چمٹ جاؤ۔ اسکے ساتھ کعبہ پہونچ جاؤگے، اس نے یہی کیا اور حرم کو پہونچ گئی۔ ع
دست دریائے کبوتر زد وناگاہ رسید ترجمہ، کبوتر کا پاؤں پکڑی اور یکایک (حرم تک) پہونچ گئی۔

مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا اطاعت کر رہے ہیں، غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں، حظِ نفس ہو تو اللہ و رسول کے تابع رہتے ہیں جہاں ذرا سی سختی پڑی تو نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔

حکایت کسی نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا روزہ رکھو گے کہا بھائی ہمت نہیں ہوتی، جب دن ختم ہوا تو کہا کہ افطار کھاؤ گے کہنے لگا کہ افطار بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں

ہر معاملہ میں ہم خدا و رسول کی ایسی ہی اطاعت کر رہے ہیں، اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر کچھ نہ کھاؤ، نہ پیو ورنہ فلاں مرض ہوگا۔ طبیب ایک دن کے لئے کہے تو دو دن بھوکے پیاسے رہو گے، خدا کے قول کی طبیب کے قول کے برابر بھی پرواہ اور وقعت نہیں ہے، اس کے لئے قدرے عادت اور زیادہ ہمت کی ضرورت ہے، کچھ بھی نہ ملے تو اطاعت کرنا چاہیئے تھا۔ یہاں تو اطاعت کے ساتھ یہ فضائل بھی ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

دُعاء الٰہی! ہم تجھ ہی سے مانگتے ہیں، تجھ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں۔ اے اللہ! تو بڑا مہربان ہے، بہت رحمت کرنے والا ہے۔

بے پناہوں کو پناہ دینے والے!

ڈرنے والوں کو امن دینے والے!

او بے سہاروں کے سہارا!

او بے پناہوں کی پناہ!

او ناتوانوں کی پشت و پناہ!

تیرے ہی سے بڑی امید ہے۔

تو ہلاکت سے بچانے والا ہے تو ڈوبتے کو ترانے والا ہے۔

او زبردست قدرت والے! ساری دنیا تیرے سامنے سر جھکاتی ہے، ہم کیا منہ لیکر تیرے

تیرے سامنے آئیں۔ ہمارے درود اور سلام تیرے نبی تک پہنچا، ان کے سہارے کی امید پر تیرے سامنے آتے ہیں، تو ہم کو مت دیکھ، تیرے نبی کو دیکھ، ان ہی کے نام لیوا ہیں، تیرے غلام ہیں مگر بھاگے ہوئے غلام ہیں در بدر بہت مارے مارے پھرے، مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہ تیرے سوا کوئی ایسا نہیں کہ گناہ معاف کر سکے، اِدھر اُدھر پھر کر تیرے در پر آ پڑے ہیں، اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں، بھلے ہیں یا بُرے ہیں جو کچھ ہیں تیرے ہیں، ہمارے جیسے تیرے سینکڑوں غلام ہیں مگر تیرا جیسا ہمارا کوئی مالک نہیں، سراپا گنہگار ہیں، اس شرمندگی سے کہ نیکی ہم سے ہو ہی نہ سکی، سر جھکائے ہوئے ہیں، الٰہی! ہم اپنی عقل پر روتے ہیں وہ عقل ہی کیا کہ جسکو اپنے دوست کی طلب نہ ہو، الٰہی کیا کروں، دشمن نے عمر کی گٹھڑی لوٹ لی، کیا تدبیر کروں، جو تدبیر کرتا ہوں الٹی پڑتی ہے۔ الٰہی! ہم تیرے بہت بُرے بندے ہیں، ہم خود کو تیرا بندہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے تجھ جیسے مالک کے بندہ بھی تجھ جیسے ہونا چاہیئے نہ کہ مجھ سا گنہگار، شرمندہ ہوں۔ پاک خدا کا پاک ہی بندہ ہوتا ہے، کیا تیرا حلم ہے، کیا تیری رحمت کا جوش ہے کہ غفلت تو ہماری ایسی، پھر بھی تو ہم کو یاد کرتا ہے، گناہ ہمارے ایسے پھر بھی تو ہم کو مغفرت کے لئے بلاتا ہے جیسے ماں بچہ کے عیبوں کو چھپاتی ہے ایسا ہی تو ہمارے گناہوں کو چھپاتا جاتا ہے، رسوا نہیں ہونے دیتا قصور پر قصور دیکھتا جاتا ہے پھر برابر رزق پہنچاتا ہے اگر تو ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرتا تب بھی ہم اسی کے قابل تھے مگر الٰہی ہم وہ کام کئے ہیں جو ہمارے لائق ہے تو وہ کام کر جو تیرے لائق ہے، تیرے لائق کام یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نیکی لکھ دے، تیری ایک رحمت دنیا میں ہے اور (۹۹) رحمتیں آخرت میں ہیں، گو ہمارے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں مگر آپکی (۹۹) درجہ والی رحمت کیا کچھ کم ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو مٹا کر اسکی جگہ نیکی لکھ دیجئے۔ الٰہی! ہم سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں پھر کبھی نہیں کریں گے اور توفیق دے کہ پھر کبھی نہ کریں۔ الٰہی! ہم کو تیرا ایسا خوف دے کہ جس کے سبب ہم سے تیرا کوئی گناہ نہ ہو سکے اور ہم سے اس قدر تیری اطاعت کرا کہ جو ہم کو جنت میں پہنچا دے، تیرے قضا و قدر کا اس قدر ہم کو یقین دے کہ دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں۔ الٰہی! ایسی مصیبت مت دے کہ جس سے ہمارا دین بگڑ جائے الٰہی! دنیا کو ہماری نظروں میں ایسا مت بنا کہ ہم سمجھیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہے اور آخرت کی پرواہ ہی نہ کریں۔ الٰہی! تو وہ پاک ذات ہے کہ تجھ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کسی کا خیال تیرے تک نہیں پہنچ سکتا تو جیسا ہے ویسا کوئی وصف بیان نہیں کر سکتا، حوادثات تجھ کو متغیر نہیں کر سکتے، سارے عالم کے

ذرہ ذرہ سے تو واقف ہے، تیرے سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ ہمارا یہ معروضہ ہے کہ ہمارے عمر کا آخری حصّہ ہماری عمر کے پہلے حصہ سے بہتر بنا۔ ہمارا آخری عمل ہمارے پہلے عمل سے بہتر رہے سب دنوں سے بہتر وہ دن بنا کہ جس میں ہم تجھ سے ملیں۔ ہمارے مالک! ہمارا ایک اور معروضہ ہے تو عجیب شان والا ہے، تو نیکیوں کو ظاہر کرتا اور برائیوں کو چھپاتا ہے تو پردہ دری نہیں کرتا تو بہت بڑا معاف کرنے والا ہے، تیری مغفرت بہت وسیع ہے، بچہ کو بلانے کے لئے جیسے کوئی محبت سے ہاتھ پھیلاتا ہے اسی طرح تو رحمت کے لئے ہاتھ پھیلایا ہے۔ او بھیدوں کے جاننے والے! او شکایتوں کے دور کرنے والے! او قصوروں کو درگزر کرنے والے، او ہمارے استحقاق کے بغیر ہم پر احسان کرنے والے! ہمارے مالک! ہمارے مولیٰ! ہمارے مقصود! ہماری ایک بات سن، ہمارے جسم کو دوزخ کی آگ میں مت بھون۔

ماں جیسے سمجھ بچہ کو سنبھالتی ہے وہ آگ دیکھتا ہے نہ سانپ نہ بچھو بس گرا پڑتا ہے مگر ماں ہر مضر چیز سے روکتی ہے، ایسا ہی او لاکھوں ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے! ہم کو ہر اس چیز سے بچاتا رہ کہ جو آخرت میں ضرر دینے والی ہے۔ الٰہی! دنیا داروں کی آنکھیں جیسے دنیا سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ایسا ہی ہماری آنکھیں تیری عبادت سے ٹھنڈی ہوں۔ الٰہی! تیرے دیدار کا شوق دے۔ او بے سہاروں کے سہارے! ہم کو دشمن کے ہاتھ میں مت دے دے کہ نفس و شیطان ہم کو بہکا کر تیرے راستہ سے نہ بھٹکا دیں۔ الٰہی! حلال روزی کھلا ہمیشہ حرام سے بچاتا رہ۔ الٰہی جو بے سمجھ ہیں ان کا کیا ذکر ہے تیرے ان بیدار بندوں کا صدقہ جو ہر حال میں تیرا ذکر کیا کرتے ہیں، کھڑے بیٹھے لیٹے، کوئی آن تیری یاد سے غافل نہیں ہیں۔

اے خدا تیرے برگزیدہ اور مقبول مقربانِ بارگاہ کا صدقہ۔

الٰہی! تیری شانِ لاابالی کا صدقہ۔

الٰہی! تیری شانِ کبریائی کا صدقہ۔

الٰہی! تیری عظمت و بڑائی کا صدقہ۔

الٰہی! تیرے پیارے نبی کے نامِ نامی کا صدقہ۔

اے خدا! تیرے عاشقوں کے عشق و محبت کا صدقہ، تیرے ذاکرین کے ذکر و فکر کا صدقہ ہم بے سمجھوں کو سمجھ دے، غفلت ہٹے، تیرے ذکر و فکر کا چسکا لگ جائے۔

اے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والے، اے بے دردوں کو درد دل دینے والے! ہمیشہ ہم کو تو اپنی نوکری میں رکھ، دنیا میں رہنا، اور پھر دنیا سے باہر ہمارا شیوہ ہو جائے۔

اے عشق و محبت دینے والے خدا، تیری اور تیرے رسول کی محبت ہمارے دلوں میں بس جائے۔

غرض یا الٰہا! ہم آپ کے ہوں اور آپ ہمارے ؎

دل میں مقصود و مدعا نہ رہے ✿ تو رہے اور دوسرا نہ رہے

پہلے آپ کی حالت عرض کرتا ہوں ؎

خدا کے در پہ ہیں بندے خدا کے آئے ہوئے
دعا کے واسطے ہاتھوں کو ہیں اٹھائے ہوئے
دلوں میں جوش تمنا لبوں پہ یا ربی
سروں کو فرط خجالت سے ہیں جھکائے ہوئے

اب میری حالت سنیئے ؎

گنہگار ہوں میں سب سے بڑھ کے قابل رحم
اسی لئے ہیں مجھے پیشوا بنائے ہوئے
کرم اس پہ رحم اگر ہو تو ہو دیں سب مغفور
یہ کہہ رہے ہیں آمین گڑگڑائے ہوئے
الٰہی! ہم ہیں گنہگار اور تو ستار
کرم سے اپنے ہمارے گنہ چھپائے ہوئے
مریں تو خاتمہ یا رب ہمارا ہو بالخیر
جہاں کو چھوڑیں تو ہوں تجھ سے لو لگائے ہوئے
لحد میں جائیں تو ایمان کے شب چراغ کے ساتھ
ہو تیرا دامن عفو و کرم چھپائے ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعظ مُبارک

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

حضرت قبلہؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر آپ نے بھی یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ

(ترجمہ: اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! ہم میں بہت سے لوگ رمضان المبارک کے انتظار میں تھے اور وہ اسی انتظار انتظار میں اپنی قبروں میں جا کر سو گئے۔ آپ اور ہم کس قدر خوش تقدیر ہیں کہ پھر رمضان المبارک سے ملنے کا موقع ملا۔ کیا کہوں رمضان! کیسے رمضان! کیا شان ہے رمضان کی! آپ نے سنا ہوگا اور رمضان کے جو فضائل ہیں وہ آپ ہر جگہ سنتے ہوں گے مگر مثال کے طور پر میں آپ سے ان میں سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سنئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفۂ خاص حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کی امان جبرئیل علیہ السلام سے ہے، جبرئیل علیہ السلام جب تک آسمانوں میں رہیں گے، آسمانوں میں امن رہے گا۔ زمین کا امان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت کی یہاں تشریف آوری کی وجہ سے زمین والے امن میں رہیں گے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا امان رمضان سے ہے۔ جب تک یہ امت رمضان المبارک کی قدر کرتی رہے گی، اس کی تعظیم کرتی رہے گی اور اس پر عمل کرتی رہے گی وہ امن و امان میں رہیں گے، اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میری امت پر عاد و ثمود کی مانند عذاب کرنا منظور ہوتا تو سورہ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" اور رمضان نہ دیتا۔ اللہ نے اس امت کو سورۂ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ"

اور رمضان المبارک جیسا مہینہ عطا کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری امت پر وہ عذاب نازل نہیں فرمائے گا جو عذاب کہ قوم عاد و ثمود پر نازل کیا تھا۔ کیا فضیلت عرض کروں رمضان المبارک کی! رمضان المبارک کی رات میں جو لوگ جاگتے ہیں اور تراویح پڑھتے ہیں ان کو شہید کا ثواب ملتا ہے صاحبو! کیا فضیلت ہے اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی! رات کو جاگنے والوں کو، تراویح پڑھنے والوں کو شہید کا ثواب ملتا ہے، جو لوگ نمازمیں یا صرف تلاوت کرکے قرآن شریف ختم کرتے ہیں ان کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" پڑھنے والوں کو حج مقبول و عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ شان ہے رمضان المبارک کی! اس شان کا رمضان المبارک آپ کے پاس آگیا ہے، کیا خیر و برکات ہیں اس کے، آپ خود محسوس کر رہے ہونگے کہ ہر ایک مسلمان کا دل اولیاء اللہ کے دل کی مانند ہو گیا ہے، ہر ایک مسلمان کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی ہے، ہر ایک میں ایک خاص توجہ ہے اللہ کے ساتھ، آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجدیں کیسی آباد ہیں، کوئی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی توبہ استغفار کر رہا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے رو رہا ہے اور اپنی مغفرت مانگ رہا ہے، یہ سارا انقلاب ایک دم رمضان آتے ہی ہو گیا۔ کیا آپ غور فرمائے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ انقلاب کیوں ہوا؟ شعبان میں ان کے دلوں کی یہ حالت نہ تھی اور نہ شوال میں رہے گی، یہ رمضان آتے ہی اسکے سبب سے ہمارے دلوں کی حالت اس قدر کیوں بدل گئی؟ ایسا کیوں ہوا میرے دوستو! اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اور ہمارا دشمن جو آدم علیہ السلام کا بھی دشمن ہے، قید ہو گیا ہے ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی ابلیس یعنی شیطان جو بہکانے والا ہے قید ہو گیا ہے، اس کے قید ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں کی یہ حالت ہو گئی ہے، اس کے علاوہ ہمارے پہلو میں بھی ایک دشمن ہے یعنے نفس، یہ بھی ایک دشمن ہے جو گناہوں کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے مگر میرے دوستو! رمضان المبارک میں شیطان کے قید ہونے کی وجہ سے یہ اکیلا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے دب جاتا تھا۔ اب رمضان المبارک جارہے ہیں اور شیطان قید سے چھوٹتا ہے، اب اس کے بعد دیکھئے شیطان گھر کے بھیدی سے چوری کراتا ہے، یہ گھر کا بھیدی ہمارا نفس ہے اور عموماً گھر کے بھیدی ہی سے چوری ہوتی ہے۔ غرض نفس شیطان سے مل جاتا ہے، اور یہ دونوں مل کر دیکھئے کیسی تباہی اور کیا کیا ہنگامے مچاتے ہیں۔

شیطان ایسا دشمن ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ آپ کا دشمن ہے پھر بھی کیا آپ کو اس کے دشمن ہونے میں کچھ شک ہے، پھر یہ نافرمانیاں ہونے کے بعد اب کیا شک رہا؟ دشمن بھی کیسا دشمن ہے میاں! یہ ایسا دشمن ہے کہ آخر وقت میں جب سکرات میں ہیں، مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں، اس مصیبت اور تکلیف کے وقت شیطان آکر ایمان چھیننے کی فکر میں رہتا ہے اور زندگی میں بھی مسلسل نافرمانیاں کراتا رہتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے:۔

فرض کرو کہ دو کام ہیں کہ ایک میں ثواب کم ہے اور دوسرے میں ثواب زیادہ ہے تو شیطان آپکو زیادہ ثواب کا کام کبھی نہ کرنے دے گا۔ اگر کرنے بھی دے گا تو وہی کام کرنے دے گا کہ جس میں ثواب کم ہے کچھ بھی ہو دشمن ہے۔ دشمنی نکالنا چاہتا ہے کبھی تو میاں ایسا کرتا ہے اور کبھی ایسے کام آپ سے کرواتا ہے کہ آپ کا خاتمہ خراب ہو جائے۔ میں مثال کے طور پر ایک بدنصیب کا قصہ سناتا ہوں۔

حکایت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کا قصہ بیان فرمایا ہے لیکن اس پر اللہ کا ایسا غضب ہے کہ اس کا نام نہیں لیا اور نہ نام لینا چاہتا ہے، بغیر نام لئے اس کا قصہ بتایا ہے وہ قصہ یہ ہے اور اس کا نام ہے بلعام بن باعور۔ کیا کہوں کیسا شخص کیسا ہو کر مرا۔ کیسے افسوس کی بات ہے، یہ ایسا عابد و زاہد تھا اور اتنی عبادت کیا تھا کہ یہ بلعام صاحبِ کرامات ہو گیا تھا۔ بڑی بڑی کرامتیں اس سے صادر ہو چکی تھیں، آپ اس سے اندازہ لگائیے کہ اسکے تیس مرید تھے جو ہوا پر اڑتے تھے تو مرشد کا کیا حال ہوگا۔ ایسا عابد و زاہد اور ایسا صاحب کرامات کہ جو دعا کرتا قبول ہوتی تھی، اس لئے سارے ملک میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اتفاق یوں ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک کافر بادشاہ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام فوج لے کر اس کافر بادشاہ پر چڑھائی کئے اب اس بادشاہ نے دیکھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج سے تاب نہ لاسکوں گا اس لیے اس نے بلعام بن باعور کے پاس کہلا بھیجا کہ تم آؤ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے بددعا کرو۔ میں تم کو بہت کچھ انعام دوں گا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کے پاس اس قدر مال و دولت بھیجا کہ جس سے اس کا گھر بھر گیا، لالچ میں اب چلا ہے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بددعا کرنے کے لئے، تو بلعام کی تمام کرامتیں چھین لی گئیں، وہ دعائیں جو قبول

ہوتی تھیں اور ان میں جو اثر تھا اب وہ نہ رہا۔ وہ بالکل ایسا ہوگیا جیسے سانپ کینچلی میں سے نکل جاتا ہے، اسی واسطے اللہ تعالےٰ اس کا قصہ بیان فرما کر کہا ہے قرآن میں کہ:۔

كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (پ۹۔ اعراف ع۲۲)

ترجمہ:۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان باہر نکالے رہے، اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔

اس کی حالت کتے کی طرح ہوگئی اور اس کم بخت کی ساری کرامات اسی طرح چھین لی گئیں جس طرح سانپ کینچلی میں سے نکل جاتا ہے۔ ابلیس کی بھی یہی حالت ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ آدم کے سبب سے یہ ساری خرابی ہے تو لگا آدم کے ساتھ دشمنی کرنے، ان کے ساتھ اور انکی اولاد کے ساتھ قیامت تک دشمنی کرے گا اور بدلہ لے گا۔ بلعام بھی شیطان کی طرح بجائے توبہ کرنے کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے میری ساری کرامات گئیں اور ہر چیز چھین لی گئیں اب دیکھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کیسے فتح پاتے ہیں، بادشاہ سے آکر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج خود بخود بھاگ جائے گی، بادشاہ نے کہا بتلائیے کیا تدبیر ہے۔ کہا تمہارے ملک کی حسین، خوبصورت عورتوں کو چن چن کر بلاؤ، اور ان عورتوں کو موسیٰؑ کی فوج میں بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کی فوج جو کرے کرلینے دو۔ غرض یہ حسین عورتیں موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں گئیں اور جب یہ وہاں پہنچیں تو زنا ہونے لگا اور جب زنا کثرت سے ہونے لگا تو اللہ کا عذاب آیا اور اس کے ساتھ ہی تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوگئے اپنی باقی رہی سہی فوج لے کر واپس چلے گئے۔ جب یہ ہوا تو بلعام ملعون ہوگیا، مردود ہوگیا۔ اسی حال میں مردود ہوکر مرا۔

میرے دوستو! یہ شیطان جب چاہتا ہے تو اس طرح کے کام کرواتا ہے کہ خاتمہ خراب ہوجائے، اس کی تدبیریں ایسی ہی ہیں، آپ دیکھئے کیسا شخص تھا۔ کیسا ہوا، اور کیا حال ہوکر مر گیا۔

میرے دوستو! پیغمبروں کے سامنے، فرشتوں کے سامنے، اولیاء اللہ کے سامنے اللہ کا وہ جاہ و جلال ہے، وہ عظمت ہے وہ قوت ہے، وہ شان ہے کہ جس کے سبب سے تمام فرشتے پیغمبر

اور اولیاء اللہ لرز رہے ہیں، کانپ رہے ہیں، اب ایسا شخص مردود ہو کر مرا تو اللہ کی سلطنت میں اس سے کیا فرق پڑا؟ کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان ایسی ہے کہ سب کے سب ڈر رہے ہیں، کانپ رہے ہیں۔ ایک ہم ہیں میاں! گناہ کرتے ہیں مگر جیسے کے ویسے ہیں نہ خوف ہے، نہ ڈر ہے اللہ کا۔ ہماری جو حالت تھی ویسی ہی حالت رہتی ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام سے پوچھے کہ جبرئیل! میں دیکھتا ہوں کہ میکائیل علیہ السلام کبھی ہنستے نہیں، آخر کیا بات ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! یہ بہت ہنستے تھے جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے میکائیل علیہ السلام ہنسنا چھوڑ دیے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام بھی اکثر روتے رہتے تھے ایک روز اللہ تعالیٰ نے اُن سے دریافت کیا کہ جبرئیل تم روتے کیوں ہو؟ انھوں نے عرض کیا الٰہی کیونکر نہ روؤں، جب سے دیکھا ہوں کہ ابلیس کیسا بڑا عابد، کیسی اسکی وقعت تھی، کیسی اس کی باطنی قوت تھی وہ ملعون ہو گیا، مردود ہو گیا، اسی لیے میں اپنے خاتمہ کی فکر میں ہوں (حاضرین رونے لگے) کیا معلوم میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ اسی واسطے روتا ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب سکرات کا وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سفیانؒ بے چین ہیں، تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، تب لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت! آپ پاک ہیں اور ہماری نظروں میں آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر آپ سے گناہ ہوا بھی ہو تو اللہ کی مغفرت آپ کے گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے، پھر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ اسقدر پریشان کیوں ہیں؟ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں لوگو! میں گناہوں پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ کیا معلوم میرا خاتمہ کیسے ہوتا ہے اور ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔

ایک بزرگ تھے کیا شان تھی ان کی، بزرگوں کی باتیں ہی عجیب ہوتی ہیں میاں! وہ اپنے پاس رہنے والوں کو وصیت کئے کہ بھائی دیکھو! میں تم کو کچھ روپے دیتا ہوں۔ دس پانچ روپے بھی دئیے اور کہا کہ یہ روپے رکھ لو، میں تم کو کچھ علامتیں بتلاؤں گا، اگر میرے سکرات کے وقت یہ علامتیں پائی گئیں تو سمجھو میرا خاتمہ ایمان پر ہوا (اس وقت مجمع رونے لگا) تب ان روپیوں سے بادام مصری منگا کر بچوں کو بانٹو اور کہو کہ بچو! آج خوشی کا دن ہے، کیوں کہ آج فلاں کا

خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، اور اگر وہ علامتیں نہ پائی گئیں تو لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد بھی ریا کار بنوں۔ سن رہے ہو حضرات! کیسا خوف ہے
ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بنگلہ پر تھے اور خوفِ خدا سے رو رہے تھے، آپ کے آنسو جو گرے تو نالی سے بہتے ہوئے سڑک پر گرے، وہاں کوئی شخص چل رہا تھا اسکے جسم پر گرے تب اس نے کہا او پانی پھینکنے والے! اے سید! یہ پانی پاک ہے یا نجس؟ حضرت فرمایا یہ گنہگار کے آنکھ کا پانی ہے، اس لئے اس کو دھولے (سارا مجمع یہ سن کر رونے لگا)۔
ایک شخص تھے غالباً وہ بھی بڑے بزرگ ہیں، ان کا بچہ ان کے ساتھ سویا کرتا تھا۔ ایک رات انھوں نے دیکھا کہ ان کا بچہ بے چین ہے اور اس کو نیند نہیں آرہی ہے تو یہ دیکھ کر حضرت بچہ سے فرمایا کیوں بیٹا کیا بیمار ہو، کیوں تم کو نیند نہیں آرہی ہے تو بچے نے جواب دیا بابا! میں بیمار تو نہیں ہوں مگر مجھ کو یہ خوف ہو رہا ہے کہ کل جمعرات ہے ہفتہ بھر استاد جو پڑھاتے ہیں وہ سب آموختہ جمعرات کے دن سنتے ہیں اگر غلطی ہوئی تو خوب پیٹیں گے مجھ پر استاد خفا ہوں گے پس اسی خوف سے نیند نہیں آرہی ہے وہ بزرگ چیخ مار کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس اس بچہ کو جمعرات اور استاد کا جتنا ڈر ہے اس کے باپ کو قیامت کا اتنا ڈر اور خوف نہیں ہے
غرض صاحبو! ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور جو کچھ دنیا میں کئے ہیں اس کا حساب دینا ہے، قیامت کے دن جب خدا پوچھے گا اور خفا ہوگا تب کیسا ہوگا، اس کا ہم کو کچھ تو خیال ہے جیسے اس چھوٹے بچے کو خیال ہے اور رو رہا ہے ہم کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ کسی کا خیال صاحبو! ایسا ہو تو کیسا ہوگا۔

صاحبو! اس وقت میں آپ سے دو چار قصے کہا ہوں فرمایئے ان کے گناہ زیادہ ہیں یا ہمارے گناہ زائد ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں سے ان کے گناہ زیادہ تھے اسوجہ سے وہ بے چین ہیں اور رو رہے ہیں صاحبو! ہم کیوں نہیں روتے اور بے چین ہوتے، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہوشیار ہیں، اللہ کی تابعداری کر رہے ہیں اور ہم غافل ہیں، غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، خدا کی نافرمانی ہو رہی ہیں پھر بھی ہم بے فکر کے بے فکر ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی

کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمائے یا عائشہ! (رضی اللہ عنہا) اب یہ وقت سونے کا ہے اور آج تمہاری باری ہے۔ میں تمہارے حق میں خلل دینا نہیں چاہتا۔ اگر مجھے تم اجازت دو تو میں خدا کی عبادت کروں گا۔ سنئے ان لفظوں کو، کیسے جملے فرمائے تھے حضرت، بیوی کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ آپ فرمائے تمہارا حق ہے اور میں تمہارا حق ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔ یہ کیا بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک بات سے ایک مسئلہ بنتا ہے اور مصلحت نکلتی ہے، میاں آپ کو اس کا مقصد بھی سمجھاؤں گا۔ سنئے حضور سکھا رہے ہیں کہ تمام حقوق العباد سے بچتے رہو۔ اللہ اگر معاف کرنا چاہے تو اپنا حق معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کا حق معاف نہیں ہوتا میاں یہ بات خوب خیال میں رکھو، آج کل مسلمان بندوں کا حق بالکل پائمال کر رہے ہیں، کچھ سمجھتے نہیں کہ کیا ہوگا، کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کل قیامت میں کیسے گذرے گی۔ آپ کیا اعمال کر رہے ہیں سنئے بہت سی ایسی عورتیں ہیں کہ گھر میں بھوکی پیاسی مر رہی ہیں، انکے خاوند مہینوں غائب رہتے ہیں۔ یہاں تو ایک رات عبادت کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیوی سے اجازت لے رہے ہیں اور آج کل عورتیں تڑپتی پڑی ہیں بھوکی پیاسی مر رہی ہیں، ان کے خاوند مہینوں غائب ہیں کیا یہی حقوق العباد ہیں؟ اور عورتوں کی ایسی حالت ہے کہ مرد تڑپ رہے ہیں، برس بھر ہو گیا ہے ماں باپ کے پاس جا کر بیٹھی سو بیٹھی ہیں، کچھ فکر نہیں ہے کہ اس پر مرد کا بھی حق ہے، کیا جواب دو گی خدا کے پاس۔ اب آپ اس پر اندازہ لگائیے میاں! میں کہاں تک بیان کروں۔ غرض حقوق العباد کا معاملہ بہت نازک ہے، آج میں کہہ رہا ہوں اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو کل جب آپ خدا کے سامنے پیش ہونگے اس وقت سمجھ میں آ جائے گا اور اس وقت آپ کو کہنا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے حقوق العباد کو کیوں اس طرح پائمال کر دیا۔

لوگ گھروں میں کرایہ سے رہتے ہیں میاں! لیکن مالک مکان کو کرایہ نہیں دیتے اور اگر وہ مانگے تو اس پر بہت غصہ میں آتے ہیں، آخر میں دعویٰ ہوتا ہے، معلوم ہے کہ دعویٰ سے کیا ہوتا ہے برسوں میں فیصلہ ہوگا، خیر بے فکری سے رہو، مگر خدا کے سامنے بھی اسی طرح بے فکری سے رہنا اور اگر دیا ہو پڑ گیا تو کرایہ ڈبو دیئے اور چل دیئے، میاں! کیا یہ کرایہ ڈوب جائے گا؟ کیا یہ خدا کے سامنے نہیں لیا جائے گا۔ کس خیال میں ہیں آپ، جو آپ سے حقوق العباد کیونکر ادا ہو سکیں گے

اگر کوئی کسی کے پاس کچھ امانت رکھائے کہ یہ رکھو، سو روپے، پچاس روپے رکھو، اور کہا کہ مجھکو وقت پر دینا مسئلہ تو یہ ہے میاں کہ امانت کا جو روپیہ رکھایا جاتا ہے وہی روپیہ بجنسہ واپس دینا چاہیئے اگر ان روپیوں میں سے آپ ایک روپیہ نکال لئے اور پھر دوسرا روپیہ اس میں ڈال دیے تو یہ بھی خیانت ہے جب آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو پکڑا جائے گا تب معلوم ہوگا اس وقت پچھتاؤگے کیا فائدہ اس وقت پچھتانے سے۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ بندوں کا بھی حق ہوتا ہے اسی لئے صاحبو! حقوق العباد سے بچ کر رہو۔

الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ عبادت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنارے پر جاکر رونا شروع کئے۔ آپ اتنا روئے کہ زمین بھیگنے لگی، پھر اٹھ کر وضوء فرمائے اور روتے ہوئے تشریف لائے، پھر روتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر نماز پڑھتے پڑھتے تمام رات گذر گئی اور تمام رات آپ روتے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر عرض کرتے ہیں کہ حضور جماعت تیار ہے، روتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے۔

صاحبو! حضور کا یہ رونا کیسا تھا کہ آپ تمام رات روتے رہے، اس بارے میں علماء کی مختلف رائیں ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک جوش تھا رو رہے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں رو رہے تھے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت اصل میں اس واسطے رو رہے تھے کہ آپ کو امت کے گناہ یاد آرہے تھے، اس لئے یہ رونا تھا۔ یہ احساس تھا حضرت کو تمام رات رو کر گذار دیئے، کیا ہم بھی اپنے گناہوں کے واسطے کبھی روئے ہیں، دو قطرے بھی بہائے ہیں؟ میرے دوستو! یہ خوب سوچو، یہ کیا ہو رہا ہے

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں، اور جنت میں تین سو پیغمبروں سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان سب سے دریافت کیا کہ دنیا میں رہنے تک آپ لوگ کس بات سے ڈرتے تھے تو تین سو پیغمبروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم بُرے خاتمہ سے ڈرتے تھے اور دُعا کرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برا نہ ہو بلکہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ غرض اس کا ہم کو بہت ڈر تھا۔ یہ پیغمبر ہیں میاں! تین سو پیغمبر ڈرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برا نہ ہو۔ دنیا میں رہنے تک ان کو یہ ڈر اور خوف تھا۔

میرے دوستو! اب شیطان چھوٹتا ہے اس واسطے میں آپ کو اس کے ہتھکنڈوں سے خبردار کرتا ہوں کہ وہ نفس سے مل کر اب کیا کیا ہنگامے مچاتا ہے بس اب وہ بتلاتا ہوں سنیئے۔ آپ کو

خاتمہ خراب ہونے کی دو چار مثالیں سمجھاتا ہوں اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے۔

میرے دوستو! دنیا کے مشاغل اور شہوات یہ تمام چیزیں دل کو ملکوت کی سیر سے روکتی رہتی ہیں آپ بیداری میں ملکوت کی سیر نہیں کر سکتے اور اسی طرح عالم برزخ کی سیر نہیں کر سکتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ سنیئے، مشاغل اور خواہشاتِ نفسانی کی وجہ سے ملکوت کی سیر نہیں ہوتی لیکن جب آپ سو جاتے ہیں تو سونے کے بعد تمام خواہشات اور شہوات بیک وقت ختم ہو جاتے ہیں، اس واسطے خواب میں آپ کو کہاں کہاں کی سیر ہوتی ہے اور کیا کیا نظر آتا ہے، ہر چیز کی اصلی حالت کھلتی ہے، سب چیزیں آپکو نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میرے دوستو! یہی حال ہوگا سکرات کے وقت کہ سکرات کے وقت آپ کے سارے مشاغل دنیا ختم ہو جاتے ہیں اور شہوات نفسانی بھی ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت عالم برزخ اور عالم ملکوت، سب کی کیفیت کھلتی ہے، ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے، یہاں جو بُرے اعتقاد کیئے ہیں وہ اصلی حالت میں نظر آئیں گے تب آپ کو پچھتانا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے یہ کیا اعتقاد کیا۔ اس طرح وہ اعتقاد کھل کر سامنے آرہے ہیں، تب یہ اعتقاد خراب ہو جائیں گے۔ یہ اعتقادات خراب ہونے کی وجہ سے دیگر اعتقادات میں بھی ڈانوا ڈول ہو جاتا ہے، ایسے وقت موت آتی ہے تو خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ ذرا باریک بات ہے غور فرما لیجئے۔

میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ، اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائے تھے اور صحابہ کیا فرمائے تھے اس کی کچھ فکر نہیں، اپنے جو جی میں آیا وہ کہنا شروع کر دیا ہے میرے دوستو! کہیں بُرے اعتقادات میں نہ پھنسو، ایسی کتابیں نہ دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو، یہی اعتقادات اگر کل مرتے وقت آگئے تو پچھتاؤ گے۔ غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئیں گے تو اس وقت پچھتاؤ گے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا ویسے وقت موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

دوسرا سبب خاتمہ خراب ہونے کا جو ہے میرے دوستو! اس کو میں ایک مثال کے ذریعہ آپکو سمجھاتا ہوں، ذرا باریک باتیں ہیں اس پر غور کیجئے سنئے، آپ کا ایک دوست ہے آپکو اس سے محبت بھی ہے آپ اسکو ایک ہزار روپے قرض دیئے، چند مہینوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے روپے واپس دینا

نہیں چاہتا۔ روپے ڈبو دینا چاہتا ہے، آپ کو مال کی محبت بھی ہے اور اس شخص سے بھی محبت ہے مگر اس شخص کی محبّت کم ہے اور مال کی محبّت زیادہ ہے تو زیادہ محبّت کی وجہ سے وہ کم محبت ٹوٹ جاتی ہے، اس لئے آپ اس پر دعویٰ کر دیں گے، ڈگری لائیں گے، اس کو قید کرائیں گے، اگرچہ اس سے بھی محبت تھی لیکن مال کے سامنے کیا ہے، مال کی محبّت زیادہ ہے یہ رہ گئی اور اس شخص سے محبت کم تھی اس لئے ٹوٹ گئی ایسا ہی میاں! ہم کو اللہ سے محبت ہے اور دنیا سے بھی محبّت ہے مگر اللہ سے محبّت کم ہے، دنیا سے محبّت زیادہ ہے آپ کہیں گے کہ یہ کیسا معلوم ہوا؟ سنئے، ایک دنیا کا معاملہ آپ کے سامنے پیش ہوا، اور وہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں اس کو نہ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسلئے اگرچہ اللہ کا خوف ہوتا ہی رہتا ہے لیکن آپ وہ دنیا کا معاملہ کر گذرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ یہ حال ہے ہمارا یعنی ہم کو اللہ کی محبّت تو ہے مگر کم ہے اور دنیا کی محبّت زیادہ ہے غرض جب سکرات شروع ہوگی تو سکرات کے وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ میری محبوب دنیا کو چھیننے والا چھڑانے والا اللہ ہے۔ اللہ کی طرف سے دل میں ایک قسم کی برائی اور عداوت آجائے گی اور دنیا کی محبت غالب رہ کر اللہ کی محبّت نکل جائے گی اور اللہ کی طرف سے کچھ برائی ضرور آئے گی، ایسے وقت اگر موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہوگا۔

صاحبو! اس پر آپ غور فرمائیے، خاتمہ خراب ہونے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم کو محبّت ہے اللہ کی مگر دنیا کی محبّت زیادہ ہے، دنیا کی اس محبت کے سامنے اللہ تعالےٰ کی وہ محبّت ٹکتی نہیں لغیر اللہ کی محبّت کے دنیا سے جاتا ہے اور خاتمہ خراب ہوجاتا ہے، اور خدا کے سامنے کیسا جاتا ہے میاں! جیسے غلام جو بھاگا ہوا ہو، کہا جاتا ہے کہ اس کو پکڑ لاؤ۔ مالک کے سامنے آتا ہے تو کیسا آتا ہے؟ ایسا ہی آپ کو پکڑ کر لائیں گے۔ غرض اس طرح سے پکڑ کر فرشتے خدا کے سامنے ان لوگوں کو لیجائیں گے کہ جنکے دل میں اللہ کی محبّت کا نام ونشان نہیں ہے ختم ہوگئی دنیا! اس وقت کیا حال ہوگا ہمارا؟ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے، میرے دوستو! دیکھو اس دنیا کی یہ کیفیت ہے۔

ایک دوسری مثال بتلاتا ہوں آپ کو، آپ کا ایک فرزند ہے اس نے دس پندرہ روپے آپ کے کھو دیئے، آپ کو بچہ کی بھی محبت ہے اور روپیوں سے بھی محبّت ہے مگر روپیوں سے محبت کم ہے، بچہ کی محبت زیادہ ہے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ گئے تو گئے روپے، بچہ کی محبت کے سامنے

روپے کیا چیز ہیں، کم محبت ہٹ جائے گی، زیادہ محبت غالب آجائے گی، ایسا ہی اللہ سے محبت زیادہ ہے اور دنیا کی محبت کم ہے تو موت کے وقت معلوم ہوگا کہ ہماری دنیا کو اللہ چھین رہا ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ اللہ چھین رہا ہے تو اللہ کی محبت کے سامنے مردار دنیا کی کیا حقیقت! اللہ کی محبت بس ہے، کافی ہے ہمارے لئے اس خیال میں اور ایسے وقت جو خاتمہ ہوگا اور موت آئے گی تو خاتمہ خیر پر ہوگا۔ اچھا خاتمہ ہوگا۔ خدا کے سامنے جائیں گے تو ایسے غلام کی طرح جائیں گے جو مالک کا کام کرکے حاضر ہوا ہو، تو میاں! دنیا کرو، دنیا سے آپ کو منع نہیں کرتے، صحابہ بھی دنیا کئے ہیں تم بھی دنیا کرو، مگر دین کو اور آخرت کو مت بھولو، دنیا کرو دین کے ساتھ، دنیا کرو آخرت کے ساتھ، دنیا کرو خدا کی محبت کے ساتھ، پھر آپ کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ یہ دو چیزیں تو آپ سمجھ گئے ہوں گے، ایک اور چیز سمجھاؤں گا میاں! یہ نمونہ بتلا رہا ہوں آپ کو کہ خاتمہ کیسا خراب ہوتا ہے سنئے:۔

ہر وقت آپ کی اور ہماری زندگی ایسی گذر رہی ہے کہ گناہوں میں لت پت ہیں سینکڑوں گناہ ہم کر رہے ہیں، گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، اب ایسے وقت کیا ہوتا ہے میاں سنو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے جیو گے، ویسے مرو گے، اور دنیا میں جب تک زندہ ہیں آپ گناہوں میں پھنسے ہوئے ہیں، لت پت ہیں، اور گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، آخر وقت تک گناہوں میں پھنسے ہوئے لذت لے رہے ہیں، مرتے وقت جیسے جیو گے ویسے مرو گے کے لحاظ سے ایسے وقت موت آئے گی کہ گناہوں کی لذت لے رہے ہوں گے، خاتمہ خراب ہوگا۔ اس واسطے سستی مت کرو گناہوں سے توبہ کرو، تاکہ توبہ کرکے گناہوں کی لذت کو دل سے نکالو، ان گناہوں کو بھی دل سے نکالو، اور جب موت آئے تو پاک دل لے کر خدا کے سامنے جاؤ۔

میرے دوستو! ایک اور وجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ سنو! اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو، آج کل یہ بھی شروع ہوگیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بڑی بے ادبی ہو رہی ہے، معلوم نہیں ان کا خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت یوسف صاحبؒ شریف صاحبؒ[1]

[1] یہ دونوں حضرات اولیاء اللہ سے ہیں اور عالمگیر رحمۃ اللہ کے ہمعصر ہیں۔ ان کا مزار مبارک محلہ نام پلی حیدرآباد میں مرجع خلائق ہے۔ (مرتب)

کی درگاہ کے سامنے جو سڑک ہے اس پر سے بھی گذرنا نہیں چاہیئے، اندر درگاہ میں جاتا تو برا ہے ہی اس سڑک پر چلنا بھی برا ہے۔ افسوس! اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپ کے پاس؟ خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، یہ حال ہے تو تیب کیا حال ہوگا آپ کا، خیال کر لو اس کو، یاد رکھو، ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا ہاں یہ اور بات ہے کہ جو جاہل کرتے ہیں کہ سجدہ کرتے ہیں طواف کرتے ہیں، یہ مت کرو، یہ بری چیز ہے مگر ان سے بے ادبی یا ان سے اعتقاد میں خلل ڈالنا، فرق ڈالنا، یہ بہت برا ہے اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

ایک اور وجہ ہے کہ جس کے سبب سے خاتمہ خراب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خود کو کچھ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ میں بھی ولی ہوں، خود کو ولی سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے سنو! یہ کیسا معاملہ ہے کہ خود کو ولی سمجھنے سے خاتمہ خراب ہوگا۔ غرض جو سمجھے کہ میں ولی ہوں تو وہ بہت خسارہ میں رہے گا۔

حکایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ایک دفعہ انکے عہد زندگی میں قحط پڑا۔ گاؤں کے سب لوگ آکر عرض کئے کہ حضرت دعا کیجئے، تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے یہ قحط دور ہو جائے۔ مالک بن دینارؒ جواب دیتے ہیں کہ اس گاؤں میں جتنے لوگ ہیں، ان سب سے میں زیادہ گنہگار ہوں، میرے گناہوں کی وجہ سے تم لوگ پریشان ہو، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں تاکہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے۔ یہ خیال اولیاء اللہ کا ہے غرض خود کو بڑا سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوگا۔

میں آپ کو نمونہ بتلا رہا ہوں اور آپ کو شیطان کے ہتھکنڈے دکھا رہا ہوں، دیکھو کہ یہ کیا کیا خرابیاں پیدا کرتا ہے، ذرا آپ ہوشیار رہیئے، اور ان سب ہتھکنڈوں کو یاد رکھئے سنو میرے دوستو! کافروں کی وضع کو اور کافروں کے طریقہ کو پسند کرنا، اس کو اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر کسی وجہ سے، نوکری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کافروں کی وضع اختیار کرتے ہو تو ایسا کرو، جیسا کہ آپ ضرورت کے واسطے پائخانہ جاتے ہیں، لیکن دل لگا کر نہیں بیٹھتے، ضرورت کے واسطے گئے اور نکل گئے۔ ایسا ہی ان کے طریقہ کو ان سب طریقوں کو سمجھو یعنی ان کو ضرورت سمجھو لیکن اس کے بعد اسکو اچھا نہ سمجھنا اور اس کی تعریف

نہ کرنا۔ ورنہ یاد رکھو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

ایک اور چیز ہے جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے میرے دوستو سنو! اور خوب سوچ لو کہ مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ کس پر ظلم کر رہے ہو، کیا کیا ظلم کر رہے ہو، کس کو تباہ کر رہے ہو، کس کا مال چھین رہے ہو، کس کی زمین چھین رہے ہو، کس کا گھر چھین رہے ہو، کیا کیا کر رہے ہو۔ ذرا خوب سوچ لو، آج چھین لو، اور آج جو جی میں آیا کر بیٹھو، کل خدا کے سامنے کیا منہ بتلاؤ گے مظلوم کل خدا سے فریاد کرے گا کہ یہ ظالم میری زمین چھین لیا تھا۔ آج اس سے کہہ دو کہ کل اس ظلم کی سزا کیا ہوگی؟ سنو! اس ظلم کی سزا سوائے دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ دوزخ ہی اس کا بدلہ ہے۔ غرض اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، میرے دوستو! نمونہ کے طور پر آپ کو سمجھا دیا ہوں کہ یہ چند چیزیں ہیں کہ جن سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

اگر آپ اچھا خاتمہ چاہتے ہیں تو تنہائی میں رات کو مگر آپ تنہا ہونا چاہئیے کیوں کہ لوگوں میں رہے تو دل کھلتا نہیں۔ غرض رات کو تنہائی میں نماز پڑھو، پھر دو، رو کر خاتمہ اچھا ہونے کی دُعا کرو۔ کبھی کبھی یہ دُعا کرو کہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ دُعا کرنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، اور خاتمہ اچھا ہونے کے لئے نیک لوگوں سے محبّت رکھا کرو کہ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔ فجر کی سنت اور عصر کے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، گنہگاروں کی صحبت میں مت رہو، اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ میاں! آج اور کل پر ٹالتے مت رہو۔ کیا معلوم کہ کونسا وقت موت کا وقت ہے، موت کی تیاری میں رہو، اور آپ اس کو یاد رکھ لو، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جوان ہیں، ہم ایسے ہیں، ہم ویسے ہیں، اور ابھی موت تو بہت دُور ہے۔ ارے کہاں کی دور میاں چلتے چلتے ٹھوکر لگی گرے مر گئے۔ لیٹے لیٹے مر گئے۔ ایسی حال میں دھوکہ میں مت رہو، غفلت میں مت رہو، موت کی تیاری میں رہو۔ موت کی تیاری کے لئے اتنا تو کرو کہ دنیا میں منہمک مت ہو جاؤ، دین ہے تو دنیا ہے، دنیا کے لئے تو چوبیس گھنٹے مصروف رہتے ہیں، یہ شکل اچھی ہے یا خراب، یہ خاتمہ خراب کرنے کی شکل ہے۔ دنیا کے وقت دنیا کرو، اور جو وقت بچ جاتا ہے اس وقت کو اللہ کی یاد میں گذارو۔ جب تم اللہ کی یاد کرو گے تو جیسا جیو گے ویسا مرو گے کے تحت مرتے وقت

وہ اللہ کا ذکر آپ کو یاد آئے گا تو آپ کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہ چند چیزیں میں بتلا دیا ہوں ! اور بہت سی باتیں ہیں ان کو آپ یاد رکھو، اور ان پر غور کرو۔ ان باتوں پر تنہائی میں غور کرو، وہ یہ کہ خدا کے دوستوں سے کبھی کبھی ملتے بھی رہو۔ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔

حکایت حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں، آج ان کی تفسیر موجود ہے، یہ ہمارے نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مُرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو فرمائے اچھا مُرید ہو جاؤ۔ حضرت جب ان کو مُرید کرنا شروع کئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے کان میں سے کوئی چیز بھر بھر آواز کے ساتھ دھوئیں کے جیسی باہر نکل رہی ہے، وہ علم منطق کے عالم تھے، انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز نکل رہی ہے تو حضرت فرمائے کہ منطق کو نکال رہا ہوں تاکہ اچھا علم یعنی علم لدنّی حاصل ہو، انھوں نے کہا حضرت! برسوں کی محنت کے بعد یہ علم حاصل کیا ہوں معلوم نہیں پھر آتا ہے یا نہیں اور کہا کہ میں مرید نہیں ہوتا حضرت! میں منطق میں مشہور ہوں میں اسکو کھو کر مُرید نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے معاف کیجئے۔ حضرت فرمائے یہ آجائے گا پھر انھوں نے کہا کہ حضرت کیا معلوم کہ آئے گا یا نہیں، کیوں کہ یہ شک کی باتیں ہیں، اس لئے واپس ہو گئے اور سوچنے لگے کہ شیطان جب سکرات کے وقت آئے گا تو کیا کروں گا، اس وقت اس کا جواب کیسے دوں گا وہ پریشانی کا وقت ہوگا۔ سکرات کی تکلیف الگ رہے گی، ایسے وقت میں کیا کر سکوں گا۔ اس لئے توحید پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ دلیلیں لکھے، ان (۳۶۰) دلیلوں سے یہ ثابت کئے کہ اللہ ہی ایک معبود ہے اور جب ان کے مرنے کا وقت آیا اور سکرات شروع ہوئی تو شیطان آیا اور توحید سے ہٹانے لگا تو آپ نے کہا ارے تو کیا ہٹائے گا میرے پاس یہ دلیلیں ہیں، اس نے کہا بولئے اور یہ بولتے گئے آخر میں اس نے ایک بات ایسی کہی کہ جس سے ان کی ساری دلیلیں ختم ہو گئیں، اب شیطان امام فخر الدین رازی سے ایمان لینے کے درپے تھا اس وقت وہ بہت ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے، اس کی خبر کشف سے حضرت نجم الدین کبریٰ کو ہوئی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا مُرید نہیں ہوا تو کیا ہوا میرے پاس آیا تو تھا اور اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے، لوٹا اٹھا کر دیوار پر مارے اور فرمائے دے دلیل دے کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اللہ ایک ہے آپ نے بھی یہی کہہ دیا، اس طرح خاتمہ اللہ احد پر ہوا اس لئے میاں خدا کے دوستوں سے ملتے رہو، ان سے

تعارف پیدا کرتے رہو، آخری وقت یہ بھی کام آتا ہے۔

بہر حال رمضان المبارک کا مہینہ کیا مبارک مہینہ تھا اس مہینہ میں شیطان قید ہو گیا تھا اور ہمارے دل اولیاء اللہ کے دل کے جیسے ہو گئے تھے اور کیا کہوں ؟ میرے دوستو! اب جا رہے ہیں یہ رمضان، اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ ساری خوبیوں کو لے جا رہے ہیں۔

صاحبو! رمضان آئے تو کیا فضیلت تھی سنئے۔ نفل نماز پڑھے تو فرض نماز کا ثواب ملتا تھا فرض پڑھے تو ستر فرض کا ثواب آپ کو ملتا تھا۔ یہ نعمتیں ہیں رمضان کی، اب آپ کو رمضان کے بعد نہیں ملیں گی اور غیر رمضان میں نفل کا نفل اور فرض کا فرض ہوگا۔

صاحبو! سنو، جو لوگ روزہ نہیں رہتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ روزہ دار بھوکے مر رہے ہیں ارے نہیں میاں! سنو غذا دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جسمانی، دوسرے روحانی۔ رات کو جسمانی غذا آپ کو کھلاتے ہیں، جب سحر کا وقت ہوتا ہے، اس وقت جسمانی غذا بند کر کے روحانی غذا شروع کر دیتے ہیں، تمام دن آپ بھوکے پیاسے نہیں رہتے تھے، دن کو روحانی غذا پہنچتی رہتی ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب شاعرانہ مضمون ہے، نہیں میاں یہ شاعری نہیں ہے، آپ آزما کر دیکھ لیجئے وہ اس طرح کہ ایک دن بھوکے رہو، نیت مت کرو، دیکھو کیسی بے چینی ہوگی، پیاس لگے گی، بھوک سے دل بے چین ہوگا اور ناتوانی الگ ہوگی اور ایک دن نیت کر کے روزہ رہو، آپ کو بھوک لگے گی نہ پیاس اور نہ کوئی کیفیت پیدا ہوگی یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو روحانی غذا پہنچتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے روزہ داروں کو روحانی غذا پہنچتی ہے، افطار کا جہاں وقت آیا اور شام کا وقت ہو گیا تو اس کے بعد دیکھئے کہ کیسی بے چینی ہوتی ہے۔ ارے تمام دن رہے نا میاں اب اگر کہا جائے کہ دو منٹ ٹھہریئے، اب کہاں ٹھہرتے۔ غرض اب جسمانی غذا کا وقت آ گیا۔ اس لئے روزہ کھولنے کی فکر ہوتی ہے۔ اب کہاں ہیں میاں یہ فضیلت، رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے تھے، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے تھے اب رمضان جاتے ہیں، جنت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ میرے دوستو کیا حال ہوگا اس بیمار کا کہ جس کا دوا پلانے والا چلا، رمضان دوا پلانے والے تھے، ہم کو ہماری بیماریوں کی دوا پلاتے تھے۔ سوچو کہ اب دوا چھوٹتی ہے، اے رمضان اب وقت آ گیا ہے کہ

آپ ہم کو منجدھار میں چھوڑ کر چلے، قرآن سے ہمارے دل کا زنگ دُور ہو رہا تھا۔ ہم قرآن پڑھتے تھے یا اور صاحبوں کو سنا رہے تھے، اب کہاں ہے قرآن اور کہاں ہے قرآن کا سننا۔ اب کہاں ہے زنگ کا دور ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر پیغمبر کو معراج ہوئی ہے، اور ہماری امت کی معراج نمازیں ہے، نماز آپ پڑھ رہے ہیں، اور نمازیں قرآن کیا پڑھ رہے ہیں، اللہ سے باتیں ہو رہی ہیں، اب کہاں یہ نعمتیں ملیں گی، اب یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، ایک بھوکا تھا، سب کے پیٹ بھرے ہوئے تھے، پیٹ بھوکا رہتا تھا۔ سارے اعضا بھرے ہوئے تھے، رمضان میں دل نہیں چاہتا تھا کہ آنکھ سے گناہ ہو، کان سے گناہ ہو، اسی طرح پاؤں سے بھی گناہ نہیں ہوتا تھا۔ غرض رمضان میں سب بھرے ہوئے تھے، اب رمضان کے بعد پیٹ بھرتا ہے سب کے سب بھوکے رہیں گے، پیٹ بھرنے کے بعد آنکھ بھی گی زنا کرنا، ہاتھ بھی کہیں گے گناہ کرنا، اسی طرح پاؤں بھی کہیں گے گناہ کرنا۔ غرض رمضان کے جانے سے اچھی چیزیں ہم سے جا رہی ہیں، یہ نعمتیں تھیں رمضان کی، اب یہ رمضان کے ساتھ جا رہی ہیں۔

میرے دوستو! آپ روزہ رہ کر کیا بنے تھے یاد ہے، آپ روزہ رہ کر فرشتہ بنے تھے فرشتے بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، آپ بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، شانِ فرشتہ تم میں پیدا ہو گئی تھی فرشتے سوتے نہیں، آپ بھی رات کو سوتے نہیں، اور آپ تراویح میں جاگتے تھے فرشتہ پن آپ میں آ گیا تھا "تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ" ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ کے جیسے اخلاق پیدا کرو۔

اللہ کے اخلاق پیدا کرنا، یعنی اللہ صمد ہے تو آپ بھی کھانے پینے سے بے نیاز تھے یہ سمجھ لو کہ اللہ کے اخلاق میں سے جو اخلاق آ گئے تھے اب وہ چھینے جاتے ہیں، نیند کیا تھی روزہ دار کی؟ روزہ دار سو رہا ہے اور فرشتے لکھ رہے ہیں کہ وہ عبادت کر رہا ہے اب یہ ساری نعمتیں چھوٹتی ہیں میاں، اے ماہ رمضان! ہم سمجھ ہوئے تھے کہ مہمان ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا کرتا۔ آپ مہمان ہیں اس لئے آپ جائیں گے، آپ رہنے والے نہیں ہیں لیکن آپ قبر میں ہمارے کام آؤ۔ قبر میں ہم کو مت بھولنا۔

قیامت کا میدان ہوگا میاں! حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ آفتاب سر پہ آ گیا ہوگا، وہ دھوپ، وہ لوگوں کی گرد پڑے، وہ لوگوں کا ہجوم، وہ پیاس، وہ سختی، ویسے وقت ہم پریشان ہو کر

نکلیں گے، حوض کوثر کا رُخ کرینگے۔ اے ماہ رمضان! آپ ہمارے ساتھ آؤ اور حوض کوثر سے پلاؤ۔

میزان میں اعمال تل رہے ہیں میاں، نیکیوں کو ایک پلڑے میں ڈال رہے ہیں اور گناہ ایک پلڑے میں، گناہ بڑھ گئے تو جاؤ دوزخ میں، اور نیکیاں بڑھ گئیں تو جاؤ جنت میں۔ وہاں جاکر ہم کیا کریں گے، کہاں ہیں ہمارے پاس نیکیاں، نیکی کے پلڑے میں کیا ڈالیں؟ ایسے وقت میں اے ماہ رمضان! آپ آؤ، آکر ہماری مدد کرو۔ اُس وقت میں رمضان آکر کیا کریں گے معلوم ہے! صاحبو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان آئیں گے اور آکر سحری میں جو کھانا آپ کھاتے ہیں وہ سب کھانا لاکر نیکی کے پلڑے میں ڈال کر نیکی کا پلڑا بھاری کردیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روز اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! میں آخر زمانہ میں ایک امت پیدا کرنے والا ہوں ان کو دو اندھیریوں کے واسطے دو نور دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ دو اندھیریاں کیا ہیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایک قبر کی اندھیری۔ قبر کی اندھیری دور کرنے کے لئے قرآن دوں گا اور دوسری قیامت کی اندھیری۔ قیامت کی اندھیری دور کرنے کیلئے رمضان دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھی امت ہے یہ، آپ مجھے اس امت میں پیدا فرماتا تھا۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا موسیٰ! تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ امت تو بہت دنوں کے بعد آنے والی ہے۔

غرض حساب ہورہا ہے میاں! قیامت کا میدان ہے، اللہ تعالےٰ برآمد ہیں، ایسے وقت ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اب حساب شروع ہوگا تو کیا ہوگا، کیا حساب دیں گے؟ ہمارے پاس نیکیاں کہاں ہیں، یہاں تو سارے گناہ ہیں نیکیاں تو کچھ نہیں ہیں، اب کیا کرتے، پریشان ہیں، اس وقت معلوم نہیں کیا حکم ہوتا ہے، کیا ہم کو دوزخ میں بھیج دیتے ہیں، غرض پریشانی میں کھڑے ہوں گے۔ ایسے وقت خوب صورت شکل میں رمضان المبارک آئیں گے اور آکر اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدہ میں گرجائیں گے۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائے گا رمضان کیا لوگے ہیں بولو۔ رمضان عرض کرینگے روزہ دار کا حساب وکتاب رہنے دو، میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ رمضان مجھے تمہاری بہت خاطر ہے لے جاؤ جو روزہ دار ہیں ان کو جنت میں لے جاؤ۔

رمضان پھر کھڑے ہوں گے اللہ تعالےٰ فرمائیں گے اب کیا ہے کیوں کھڑے ہو، عرض

کریں گے سب کے سامنے روزہ داروں کو عزت کا تاج پہنایا جائے، حکم ہوگا کہ لاؤ تاج، اور عزت کے ساتھ روزہ داروں کو تاج پہنائیں گے، پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اجی اب کیا ہے، اب کیا بولنا چاہتے ہو۔کہیں گے الٰہی! ان روزہ داروں کو ان کے پیغمبروں کے سایہ میں جگہ دو، حکم ہوگا رمضان کی خاطر ہم کو منظور ہے، اس لئے ان روزہ داروں کو ان کے پیغمبر کے سایہ میں جگہ دو۔ پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اجی اب کیا ہے؟ عرض کریں گے یہ تو میری وجہ سے آپ نے ان کو عطا فرمایا، ان کے اعمال کا بدلہ بھی دیجئے یعنی وہ جو نیک اعمال کئے ہیں ان کا بدلہ بھی دیجئے حکم ہوگا دو ان کو ان کے اعمال کا بدلہ۔

میرے دوستو! رمضان آکر روزہ داروں کو بخشا کرے جائیں گے، خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو روزہ رہے اور یہ نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ عرش کے نیچے ایک صندوق ہے میاں نور کا، اس صندوق پر قفل پڑا ہوا ہے، اس صندوق میں روزہ داروں کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری ایک کاغذ پر لکھ کر اسکو اس صندوق میں ڈالیں گے اے ماہ رمضان یہ سچ ہے ہم کس منہ سے کہیں کہ ہم روزہ دار ہیں۔ کیا ہمارا روزہ، اور کیسے ہمارے روزے۔ سب کی خبر ہے آپ کو۔ ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بولو تو ہم کو یہ تمام نعمتیں مل جاتی ہیں، اے ماہ رمضان ایک بار آپ ہم کو روزہ داروں کے کھڑے رہ کر ہم کو دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھا کر اس صندوق میں رکھ کر قفل ڈال کر جاؤ۔

غرض میدان قیامت میں یہی ہو رہا ہوگا کہ ایسے میں قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے اور عرض کریں گے الٰہی! یہ تو آپ رمضان کی وجہ سے دئیے، میں بھی ان کی نیند کھویا تھا، رات کی نیند کھو کر وہ مجھ کو سنتے اور پڑھتے تھے حکم ہوگا کہ اس کا صلہ یہ ہے کہ جنت میں ان کو لے جا کر بڑے بڑے مراتب اور درجے دئیے جائیں۔ اے ماہ رمضان! اب آپ سفارش کیجئے کہ ان روزہ داروں کو تراویح پڑھنے والوں کو بڑے بڑے درجات دئیے جائیں۔

غرض یہ خوبیاں تھیں میاں رمضان میں، یہ نمونہ تھا جو میں نے عرض کیا۔ ان خوبیوں کا رمضان اب جا رہا ہے، اب کوئی دم کا مہمان ہے، میرے دوستو! ہائے ان کا دامن پکڑو، اور دامن پکڑ کر یہ کہو ؎

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اب رمضان المبارک جا رہے ہیں، اس لئے کچھ دعا کرو میاں :۔

دعاء

یا الٰہی، اے اللہ! آپ ہم کو اپنا خوف دیجئے۔ اے اللہ، ہم سے آپ اتنی اطاعت کرائیے کہ جس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے۔ اے اللہ ہم کو اتنا یقین دیجئے کہ دنیا کے مصائب ہم کو آسان معلوم ہونے لگیں۔ الٰہی! ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت آنے دیجئے۔ ہمارے دین کو مصیبتوں سے بچائیے، ہم پر مصیبت مت آنے دیجئے۔ اے اللہ ہم دنیا ہی کے نہ ہو جائیں، ایسا نہ ہو کہ ہم رات دن دنیا میں پھنسے رہیں، ہم کو ایسا بنائیے کہ ہم دنیا کریں دین کے ساتھ، ہم دنیا کریں آخرت کے ساتھ ایسا ہم کو بنائیے۔ اے اللہ، اے اللہ! آپ خود فرماتے ہیں کہ میں سب چیزوں کو "کُن" سے پیدا کیا ہوں اور وہ "کُن" (یعنی ہوجا) بولنے سے بن گئے، لیکن ہم کو آپ خود اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اے اللہ! ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ میں مت ڈالئے، آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ کی آگ میں مت جلائیے۔ اے اللہ، ہمارے اللہ! ہم آپ کے در پر کبھی نہیں آئے، دنیا کے سارے در وں پر برباد ہو کر پھرتے رہے لیکن آپ کے دروازہ پر نہیں آئے، رمضان المبارک کھینچ کر لا کر آپ کے دروازہ پر چھوڑے ہیں، اب رمضان جا رہے ہیں ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالئے۔ ہم ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے، اب رمضان آپ کے دروازہ پر لا کر چھوڑے ہیں، اے اللہ ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالو۔

ایک وقت بادشاہ ہارون الرشید نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ ان چیزوں میں سے جس چیز کو تمہارا جی چاہے چن لو، تب کسی باندی نے کچھ لیا تو کسی نے کچھ۔ غرض سب باندیوں نے کچھ نہ کچھ لے لیا۔ ان میں سے ایک باندی تھی اس نے بادشاہ پر ہاتھ رکھ دیا، لوگوں نے کہا یہ کیا ہے تب اس باندی نے کہا کہ سب باندیوں نے ایک ایک چیز لے لی، اور میں نے بادشاہ کو لے لیا۔ جب بادشاہ میرا ہو گیا تو اب ساری سلطنت میری ہے، ساری بادشاہت میری ہے۔ غرض ہر چیز میری ہے ایسا ہی الٰہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہو گئے تو جنت ہماری ہے، دنیا ہماری ہے۔ غرض ہر چیز ہماری ہے۔ اے الٰہی! ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہمارے ہو جائیے۔ الٰہی آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو۔ الٰہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۞

نعت شریف

(الحاج مرزا شکور بیگ صاحب نے اپنا کلام سنا کر سامعین کے قلوب کو متاثر کیا)

کہاں میں کہاں ان کا دربارِ عالی ؛ حقیقت نبی ہے میری خوش خیالی
دلِ مضطرب نے مراد اپنی پالی ؛ نظر آگئی ان کے روضہ کی جالی

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

سراپا خطا کار حاضر ہوا ہے ؛ ندامت سے اور شرم سے سر جھکا ہے
گناہوں کی تفصیل بے انتہا ہے ؛ شفاعت کا بس تیری ایک آسرا ہے

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نظر پاک ہے اور نہ دل پاک میرا ؛ لباسِ عبادت ہے صد چاک میرا
دکھاوا یہ ہو جائے سب خاک میرا ؛ فقط دیدۂ دل ہے نمناک میرا

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

کرم سے مرا بختِ خفتہ جگا دے ؛ خدا کے لئے اپنا جلوہ دکھا دے
شرابِ محبت نظر سے پلا دے ؛ میری زندگی کو عبادت بنا دے

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نہ دنیا کا میں مرتبہ چاہتا ہوں ؛ نہ عقبیٰ کا کوئی صلہ چاہتا ہوں
تری نیم شب کی دعا چاہتا ہوں ؛ ترے نام پر خاتمہ چاہتا ہوں
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

جو طالب ہیں اس کے انہیں سیم و زر دے ؛ مرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے
مری شامِ غم کو خوشی کی سحر دے ؛ غلاموں میں شامل مرا نام کر دے
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

کوئی وقت ہو، شام ہو یا سحر ہو ؛ تصوّر ترا میرے پیشِ نظر ہو
زباں پر ترا نام قدموں پہ سر ہو ؛ مرا خاتمہ ہو تو ایمان پر ہو
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نعت شریف

الحاج جناب سید نعیم الدین حسینی صاحب سپر وائزر نے نہایت خوش الحانی سے نعت شریف سنا کر سامعین کو محوِ حیرت بنا دیا۔

سلطانِ جہاں محبوبِ خدا، تیری شان و شوکت کیا کہنا ؛ ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا، تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا
ہے سر پہ تاجِ نبوت کا، جوڑا ہے تن پہ کرامت کا ؛ سہرا ہے جبیں پہ شفاعت کا، اُمت پہ ہے رحمت کیا کہنا
معراج ہوئی تا عرش گئے، حق تم سے ملا تم حق سے ملے ؛ سب رازِ فَاَوْحٰی دل پہ کھلے، یہ عزت و حشمت کیا کہنا
حوروں نے کہا سبحان اللہ، غلماں نے پکارا صلّ اللہ ؛ اور قدسی بولے الا اللہ، ہے عرش پہ دعوت کیا کہنا
قرآں کلامِ باری ہے، اور تیری زباں پر جاری ہے ؛ کیا تیری فصاحت پیاری ہے، اور تیری بلاغت کیا کہنا
باتوں سے ٹپکتی لذت ہے، آنکھوں سے برستی رحمت ہے ؛ خطبے سے جھلکتی ہیبت ہے، اے شاہِ رسالت کیا کہنا

ہو حسنِ نبی کی کیسے صفت جس کی ہے خدا کو بھی چاہت ؛ والشمس چمکتا رنگت پھر اسمیں ملاحت کیا کہنا
صدیق رضؓ جانِ صداقت کی، فاروق شانِ عدالت کی ؛ عثمان رضؓ ہیں کانِ سخاوت کی، حیدر رضؓ کی ولایت کیا کہنا
دو پھول بتولی گلشن کے، اک سبز ہوئے اک سرخ ہوئے ؛ بغداد و عرب جن سے مہکے، ان پھولوں کی نکہت کیا کہنا
گیسوئے کرم کھل جائیں اگر، رحمت کی گھٹا برسے جم کر ؛ پیاسے یہ کہیں خوش ہو ہو کر اے ابرِ رحمت کیا کہنا
آنکھوں سے کیا دریا جاری، اور لب پہ دعا جو پیاری پیاری ؛ رو رو کے گذاری شب ساری اے جانِ امت کیا کہنا

شہرت ہے جمیلؔ اتنی تیری یہ سب ہے کرامت مرشد کی
کہتے ہیں مجھے مداحِ نبی، سب اہلِ سنت کیا کہنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعظ مُبارک

مورخہ ۲۸ر رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۶۳ء

حضرت قبلہؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ (۳) مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا:- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

ترجمہ: (اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے "لَقَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ" ترجمہ: ایک عظمت والا مہینہ تم پر سایہ کر رہا ہے، اور یہ محاورہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور باپ والے بچوں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ باپ کے سایہ میں ہیں یعنی باپ کی حمایت میں ہیں، یہ مبارک مہینہ آیا ہے مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لینے کے لئے۔ اس لئے جو مسلمان روزہ رہے، تراویح پڑھے تو ان کو حمایت میں لے لیا جاتا ہے اور جو مسلمان نہ روزہ رہے نہ تراویح پڑھے، ان کو حمایت میں نہیں لیا جاتا رمضان اسی کا ہے جو روزہ رکھے اور تراویح پڑھے۔

میرے دوستو! دن تو دنیا کے گذر جائیں گے مگر اس کے بعد جب اسکی حمایت کا موقع آئے گا، تو اس وقت روزہ نہ رکھنے والوں کو اور تراویح نہ پڑھنے والوں کو پچھتانا پڑے گا۔ جو لوگ تراویح پڑھتے ہیں، اور روزہ رکھتے ہیں ان کو دیکھو کہ جب وہ قبروں میں ہوں گے تب ادھر سے رمضان آئیں گے اور ادھر سے قرآن اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر کے، فرشتوں کو بھیج کر، ان کو آرام پہنچانے کا سامان کریں گے، پھر قیامت کے دن بھی رمضان مدد کریں گے۔ غرض ہر موقع اور ہر جگہ رمضان آکر مدد کریں گے، میزان پر نیکیاں تل رہی ہیں جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی اسکو جنت

کی طرف بھیجا جارہا ہے تو ویسے موقع پر رمضان آکر کھڑے رہیں گے اور اگر روزہ داروں کی نیکیاں کم ہوں تو وہ جو سحر کو کھانا کھائے تھے، وہ کھانا لاکر نیکیوں کے پلڑے میں ڈالیں گے، جب کھانا نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائے گا تو نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

رمضان المبارک کی فضیلت کے تعلق سے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ شیطان اور نفس دونوں مل کر مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں سے محبت ہوتی تو دن بھر بھوکا اور پیاسا کیوں رکھتا اور کیوں جگاتا۔

میرے دوستو! یہ دھوکہ ہے نفس اور شیطان کا آپ غور کیجئے کہ جب بچہ کی ماں بچہ کو کڑوی دوا پلاتی ہے تو بچہ بھی یہی کہتا ہے کہ میری ماں دشمنی کر رہی ہے اور مجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، یہ بچہ کی بے سمجھی ہے۔ ماں دشمن نہیں ہے، اچھا ہونے کے لئے تجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کو بھی ہم سے بیحد محبت ہے، سنو! ماں سے زیادہ محبت ہے، یہ اللہ کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جو ہم سے روزہ رکھوائے ہیں اور ہم کو تراویح پڑھائے ہیں جس روز ہم دنیا میں آئے تھے، اس وقت ہماری روح نورانی تھی لیکن نفس کی صحبت کی وجہ سے ہم گناہ کئے، اور روح پر ظلمت و تاریکی چھاگئی اور اگر اس سیاہی کو لے جاکر وہاں جائیں گے تو وہاں سیاہی دور کرنے کا کوئی سامان نہ ہوگا سوائے دوزخ کی آگ کے۔ دوزخ میں جلنے ہی سے یہ سیاہی دور ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ وہ آپ کی روح کو نورانی بنانا چاہتا ہے۔ صاحبو! یہ روزہ اور تراویح کیا کرتے ہیں، سنو! یہ سیاہی کو نور سے دھوتے ہیں آپ روزہ رکھ رہے ہیں، تراویح پڑھ رہے ہیں، اور آپ کس وجہ سے جاگ رہے ہیں، یہ ان کی محبت کا تقاضہ ہے، اس لئے جاگ رہے ہیں، میں آپکو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں آپ اس سے خود اندازہ کرلیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے کس قدر محبت ہے، ایک بچہ پائخانہ کر رہا ہے ماں دیکھ کر اٹھالیتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارے پاس یہ نجاست ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ اچھی چیز ہے، اس پر غور کیجئے، ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو تمہارے پاس ناپسندیدہ ہے لیکن میرے پاس اس کی بو مشک سے زیادہ اچھی ہے دیکھا آپ نے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے، اس سے آپ اس کا اندازہ کیجئے یہ ہیں محبت کے الفاظ اور محبت کے تقاضہ کی وجہ سے ماں بچہ کو جب کڑوی دوا پلاتی ہے تو کہتی ہے کہ میاں تم یہ

دوائی لو میں تم کو روپیہ دوں گی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے روزہ دار بندے! تو روزہ رکھ میں تجھے جنت دیتا ہوں اور تجھے خود دیتا ہوں۔ اور تیرے روزہ کا بدلہ میں ہوں میرے دوستو! غور کرو! بچہ اگر کھانا نہ کھائے اور بھوکا رہ جائے یا دیر ہو جائے تو ماں کس طرح بے چین ہوتی ہے کہ میرا بچہ نہیں کھایا، اسی طرح روزہ دار بندہ جب بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا شاق گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیرے روزے کی قدر کرتا ہوں، تیرے بھوک اور پیاس کی قدر کرتا ہوں، اور فرماتا ہے کہ اگر ماں بے چین ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، مگر میرے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے اس لئے اپنے بندوں کو روحانی غذا بھیجتا ہوں حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو دن میں روحانی غذا پہنچاؤ اور رات کو جسمانی غذا۔ آپ اندازہ کیجئے، یہ ایک واضح دلیل ہے، مثلاً ایک دن آپ فاقہ کر دیکھئے، بڑی بے صبری ہوگی، بھوک لگے گی، پیاس لگے گی عجیب تماشہ ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک دن روزہ کی نیت کر کے دیکھو، اس روز نہ بے چینی ہوگی نہ پیاس لگے گی نہ بھوک لگے گی، یہ کیا بات ہے فاقہ میں ایسا کیوں ہوتا ہے اور روزہ میں کیوں نہیں ہوتا۔ سنو! روزہ میں آپ کو روحانی غذا پہنچتی ہے اس لئے آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ روحانی غذا وہ ہے میاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ چھ روز کا روزہ رہتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ میرا اللہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، کیا کھلاتا، اور کیا پلاتا ہے، وہ یہی روحانی غذا کھلاتا اور پلاتا ہے اور روحانی غذا آپ کو بھی پہنچائی جاتی ہے، رمضان کا کیا مبارک مہینہ ہے میاں، لیکن جو لوگ روزہ نہیں رہتے ان کو شیطان ڈراتا ہے بلکہ شیطان اور نفس دونوں مل کر ڈراتے ہیں تو وہ گھبراتے ہیں کہ روزہ کیسے رہیں گے، کیسے دن گذرے گا، یہ دھوکا ہے شیطان کا۔ مت کھاؤ دھوکا۔ جب آپ بھوکے پیاسے رہ کر روزہ پورا کرتے ہیں، رات کو جاگ کر تراویح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرتے ہیں اور وہ بڑے قدرداں ہیں اپنی قدردانی کی وجہ سے فرشتوں کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، اے میرے فرشتو! تم کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، نہ پینے کی، میرے بندے کو دیکھو اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، پینے کی بھی ضرورت ہے، اس کے باوجود اس نے ہماری وجہ سے کھانا چھوڑا ہے پینا چھوڑا ہے، میری وجہ سے نیند چھوڑا ہے، میں ان کو دونگا جو کچھ کہ مجھے دینا ہے، اور آخرت میں تم سے بڑھ کر اس کو بلند درجہ دوں گا۔

سوچا جو! ایک وہ زمانہ تھا کہ پیدائش سے قبل ایک منی کا قطرہ تھا، اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہا۔ پھر انسان بنا اور پیدا ہوا، ماں صدقہ ہو رہی ہے باپ قربان ہو رہا ہے، اب اس کے بعد جوان ہوا۔ جوان ہو کر روزہ رکھا، تراویح پڑھا۔ اعتکاف بیٹھا اور نیک کام کیا، اسکے سبب سے نورانیت آگئی۔ عرش اعلیٰ سے شب قدر میں فرشتے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

میرے دوستو! رمضان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارا دشمن شیطان قید ہو گیا تھا۔ نفس اکیلا تھا شرارت تو کرتا تھا مگر اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی شرارت دب جاتی تھی، اب رمضان جا رہے ہیں، کوئی دم کے مہمان ہیں، اب شیطان چھوٹتا ہے نفس سے مل کر دیکھتا ہے کہ کون کون سے گناہ چھوٹ گئے تھے وہ سب کراتا ہے۔

آپ کا جو دشمن ہے اس دشمن کا تعارف کراتا ہوں، اس کی چالوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ آپ ڈرتے رہیں اور اپنی حفاظت کریں، اور گیارہ مہینوں تک آپ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ میرے دوستو! ایک شخص نے مست ہاتھی سے مقابلہ کیا اور شیر سے کشتی کی، تو آپ کو تعجب ہو رہا ہے لیکن اس سے بڑھکر تعجب تو یہ ہے کہ ایک بے کس انسان، عاجز و مجبور انسان، اللہ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے، بہت کچھ پروردگار کی نافرمانی کر رہا ہے تو کیا یہ کام اس تعجب کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے جو شیر سے کشتی لڑنے سے اور ہاتھی سے مقابلہ کرنے پر کیا جا رہا تھا۔ یوں نہ ہوگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے انسان تو اپنی ہستی کو بھول گیا تجھے اپنی مجبوری و ناچاری یاد نہ رہی ذرا سوچ کہ تیری تخلیق کس طرح کی گئی ہے، سن پہلے تو مٹی سے بنا، مٹی ایک ذلیل عنصر ہے، اسی وجہ سے شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا، شیطان نے کہا کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں میں مٹی کو سجدہ کیوں کروں؟ یہ دھوکہ ہوا اس کمبخت کو، حالانکہ اسکو خدا کے حکم کی طرف دیکھنا چاہیئے تھا، مٹی ہو یا کچھ ہو۔ غرض اس نے خدا کے حکم کا انکار کیا۔ اس کو ملعون ہونا تھا وہ ملعون ہوا۔ اس کے مقدر میں یہی تھا۔ غرض انسان کی پیدائش کا سلسلہ نطفہ سے چلا، نطفہ منی کا وہ نجس قطرہ ہے کہ جو کپڑے پر لگا تو دھونا پڑے، پھر جب انسان بنا اور دنیا میں آیا تو مجبور تھا کہ مکھی اڑانے کی قدرت نہیں تھی اور جب جوان ہوا تو سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں، اب وہ اکڑنے لگا اور مالک ہی کے خلاف پر تل گیا۔ نافرمانی کرنا شروع کیا۔ یہ ہے ہماری ہستی، ہم کیا تھے، کیا سے کیا ہوئے، کہاں سے کہاں ہم کو لایا گیا۔

اب مالک کی نافرمانی اور مخالفت کرنے لگے، اچھامیاں جوان ہوئے، طاقتور ہوئے اور قدرت آ ئی
سب کچھ ہوا تو اب بھی کیا ہوا پیٹ میں گوہ بھرا ہوا، رگوں میں خون، اگر کپڑوں کو لگ جائے تو دھونا
پڑتا ہے، کان میں میل، ناک میں رینٹ، منہ میں تھوک۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکیم نے اپنی حکمت
سے نجاست پر چمڑا مڑھ کر خوبصورت بنا دیا ہے۔ انسان کے اندر کیا چیز ہے، اس پر انسان نے غور
نہ کیا۔ مالک نے پرحکم سنا دیا۔ اس کو سوچنا چاہیئے تھا کہ اب میں کیسے نافرمانی کروں۔ ہر روز
اس سے ایسی چیز نکلتی ہے کہ جس کو دیکھ کر کراہت آتی ہے۔ اس کی بو سے دم گھٹتا ہے، اس کو اپنے ہاتھ
سے دھوتا ہے، یہ ہستی ہے۔ ایسی ہستی ہو کر خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ عورت طرح طرح کے زیورات سے بناؤ سنگھار کرکے
تیرے سامنے آتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اس کی نجس جگہ کا ارادہ کرتا ہے، دیکھا تیرا یہ ارادہ ہے۔ غرض
طرح طرح کی بیماریوں میں لدے ہوئے ہیں۔ ایک رگ میں درد اٹھے تو اس کی سدھار نہیں ہوتی
کیا مجبوری ہے ذرا غور تو کرو۔ کبھی ہمارے ہاتھ سے کچھ لے جاتی ہے تو مجال نہیں کہ اس کو
روک سکیں، مچھر ہمارے سامنے کاٹتا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک کانٹا بے چین کر دیتا ہے۔ ایک
چیونٹی ہم کو مضطرب کر دیتی ہے۔ دیکھا تو اپنی مجبوریوں کو۔ ایسا مجبور ہو کر زبردست قدرت والے
خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

تمہاری حالت ایسی ہے۔ غرض تم میں اور جانوروں میں کیا فرق ہے، جانور کو بھی کھانے پینے کی خواہش
ہے تجھ کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہے۔ جانور کو بھی جماع کی خواہش ہے، تجھ کو بھی جماع کی خواہش
ہے۔ پھر تجھ میں اور جانور میں کیا فرق ہے۔ جب تجھے غصہ آتا ہے تو درندہ بنا ہوا رہتا ہے۔ ان سب
مجبوریوں پر غور کرو۔ ان مجبوریوں کے بارے میں کبھی سوچو اور اپنی حالت پر غور کرو۔ مگر کچھ بات
ہے انسان میں ہاں کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود انسان میں ایک چیز ہے۔ وہ کیا چیز ہے، وہ دل
ہے تمہارے سینے میں کہ جس میں رازِ الٰہی ہے۔ دل اللہ کا خزانہ ہے، معرفتِ الٰہی کا صندوقچہ ہے
جس میں روحانی موتی رہتے ہیں۔ یہ چیز ایسی ہے تمہاری کہ تمہارے دل کے سامنے سب ہیچ ہے،
سارے عالم میں تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے لیکن تمہاری جو حالت ہے اس کے سبب دھوم نہیں ہے
اس لئے کہ تمہارا حال تو ابھی سن چکے۔ آپ کو یہ جو دل دیا گیا ہے، اس کے سبب سے عالم میں دھوم

جمی ہوئی ہے۔ عالم تو ایک طرف ہے میاں! اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف مائل ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی طرف دن میں (۳۶۰) مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں۔ غرض آپ کو ایک نایاب چیز ملی ہے، اس میں تو خزانہ ہے محبت کا، معرفت کا، رازِ الٰہی کا ان ہی چیزوں سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپ کے دل کے خزانہ کو چھیننے کے لئے چار دشمن ہیں جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی ساری وقعت جو اس دل کے خزانے سے ہے چھین لی جائے تاکہ دوسرے جانوروں کی طرح تم بھی جانور بن جاؤ۔ وہ چاہتے ہیں کہ دل کے خزانہ کو اور اس کی دولت کو لوٹ لیں، ہوشیار رہو اور سنبھل جاؤ میاں، یہ دل کا خزانہ، دل کی دولت کس طرح لوٹی جاتی ہے۔ سنو یہ اللہ تعالیٰ کا خلاف کرنے سے لوٹی جاتی ہے، اس لئے یہ چار دشمن آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ آپ سے اللہ کی نافرمانی کرائیں۔

پہلا دشمن کیا ہے سنو! پہلا دشمن دنیا ہے۔ دنیا کے واسطے کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، کیا کیا نہیں کیا جا رہا ہے۔ کچھ خبر ہے آپ کو کہ یہ دنیا کیا کر رہی ہے سنو! یہ تم سے اندرونی دشمنی نکال رہی ہے۔ تم کو خدا کے خلاف چلا رہی ہے، خدا کی نافرمانی کرا رہی ہے۔ میں تم کو ایک مثال سے سمجھاؤں گا۔ میاں ذرا یاد رکھو۔ یہی ایک مثال ہے نہ سمجھنا۔ ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ ایک مثال آپ کے سمجھنے کے لئے عرض کرتا ہوں۔ میرے دوستو! اگر آپ کے پاس کوئی امانت رکھائے تو کیا کرنا چاہیئے، ویسے ہی بعینہٖ دینا چاہیئے، اگر آپ اس میں سے ایک روپیہ لے لئے اور اپنے پاس کا ایک روپیہ ڈال دیئے اور کم نہ کئے تب بھی آپ نافرمان ہو گئے۔ امانت کا حکم ہے کہ بعینہٖ وہی چیز دینا چاہیئے آپ کے پاس رکھائی گئی ہے، میرے پاس کئی لوگ تڑپتے ہوئے آئے ہیں کہ ہم حج کے واسطے روپیہ جمع کئے تھے، ایک صاحب کے پاس یہ روپیہ رکھائے تھے وہ صاحب کل کل اور آج آج بولتے ہیں کبھی دیتا ہوں کہتے ہیں اور کبھی نہیں، ان کو کیا حق تھا کھانے کا؟ یہ نافرمانی خدا کی ہے۔ دنیا آپ کو نافرمان بنا کر آپ کے دل کا خزانہ لوٹ رہی ہے، وہ صاحب کو خبر بھی نہیں ہے اور ان کو معلوم نہیں کہ ان کے دل کا خزانہ لٹا یا نہیں۔ یہ دنیا دشمن ہے میاں آپ کی۔ اس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ باتیں کہتا ہوں، میرے دوستو! دنیا پر دھوکہ مت کھاؤ، جو کچھ تم کر رہے ہو سب کرو مگر دنیا کو اپنا گھر مت بناؤ۔ آخرت کو اپنا گھر بناؤ۔ تب کبھی تم آخرت بگاڑ کر دنیا نہ کرو گے

اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھو گے تو جو کرو گے آخرت کے واسطے کرو گے۔ ایک دشمن ہے میاں دنیا، اسکا مقابلہ تو سمجھا دیا ہوں کہ سب کچھ کرو مگر دنیا کو اپنا گھر مت سمجھو، آخرت کو اپنا گھر سمجھو۔

دوسرا دشمن میاں شیاطین الانس ہیں، یعنی انسانوں میں کے شیطان۔ یہ بری صحبت ہے۔ بری صحبت بری ہی ہوتی ہے، میاں اس سے اچھے اچھے دیندار بگڑ گئے، خراب ہو گئے۔ اس سے بچتے رہو۔ یہ دوسرا دشمن ہے جو آپ کے دل کا خزانہ لوٹنے والا ہے۔ عادت پڑنے کے بعد بری چیز بری نہیں معلوم ہوتی۔ میری باتوں کو خوب یاد رکھیے۔

حکایت ایک صاحب تھے جو عطر نکالتے تھے ان کے گھر میں عطر کی بو مہکتی تھی، ان کی بیٹی ایک ایسے گھر میں بیاہی گئی جہاں چمڑے کی دباغت ہوتی تھی، وہ ایک عطر خانہ سے نکل کر بدبو کے گھر میں آگئی۔ اس کا دل کیا کہتا ہوگا۔ ہمیشہ ناک پکڑ کر ایک کونے میں بیٹھی رہتی تھی، ہوتے ہوتے اس کو عادت پڑ گئی۔ ایک دن ساس نے کہا کہ یہ بہو کچھ کام کی نہیں ہے ہمیشہ کونے میں بیٹھی ہے بہو نے جواب دیا کہ نہیں، اماں جان میرے آنے کے بعد آپ کے گھر کی بدبو چلی گئی۔ افسوس بدبو نہیں گئی بلکہ ناک چلی گئی۔

غرض اچھا آدمی بھی بروں میں جاتا ہے تو برا ہو جاتا ہے، اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں برا ہو گیا ہوں، جس طرح اس لڑکی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ میں بدبو کی عادی ہو گئی ہوں۔

تیسرا دشمن شیاطین الجن ہیں یعنی ابلیس، یہ تیسرا دشمن ہے آپ کا۔ میں سچ کہتا ہوں دنیا اور شیطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب چوری ہوتی ہے۔ (میاں غور سے سنو) گھر کے بھیدی سے ہوتی ہے، یہ نفس ہمارے گھر کا بھیدی ہے شیطان نفس کو ملا کر دھوکہ دیتا ہے، لیکن اگر ہمارے نفس کی اصلاح ہو گئی ہو تو یہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، دیکھئے ایک شخص جا رہا ہے اس کو ایک عورت نظر آ گئی۔ اب شیطان کہتا ہے کہ دیکھے اس کو دیکھ، وہ جا رہی ہے اسکو دیکھ۔ شیطان یہی کہے گا، سر پکڑ کر اوپر نہیں کرتا۔ شیطان فقط دیکھ دیکھ کہے گا۔ شیطان سے نہ ہو سکا تو جن کی مدد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے سر کو اونچا کر دے، اس کا سر پلٹا دے تو وہ جن سر پکڑ کر اوپر کر دیتا ہے، آپ آنکھ بند کر لیجئے تو ابلیس کہتا ہے کہ اس کی آنکھ چیر، اگر آپ کے نفس کی اصلاح ہو چکی ہے تو آپ نے آنکھ کی پتلی نیچے کر لی۔ انسانوں میں کے شیطان سے

بھی نہ ہو سکا۔ اگر ہوتا ہے تو نفس سے ہوتا ہے، آپ نے آنکھ نیچی کر لی اور بد نظری سے بچ گئے۔ شیاطین الانس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ابلیس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ فقط آپ کا نفس ہے جو آپ کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ سمجھ لیا آپ نے؟ اب ایک اور بات آپ سے عرض کرتا ہوں، غور سے سنیئے: آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں رکھا گیا، انہیں سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس ملعون ہوا۔ اسے فکر ہوئی کہ آدمؑ و حواؑ تو مزے اڑا رہے ہیں، کیا کروں اور کیسے بہکاؤں ان کو، لیکن جنت میں جانے کا موقع نہ تھا۔ باہر کھڑا ہوا تھا کہ طاؤس یعنی مور جو خدمتی جنت کا تھا۔ باہر آیا۔ ابلیس اس کے سامنے بہت رو دیا۔ اس نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو، کیا بات ہے، کیا تکلیف ہے، کہا تکلیف تو کچھ نہیں ہے، میں بڑا عابد ہوں، جنت میں آکر دیکھنا چاہتا ہوں کہ عابدوں کا جنت میں کیا مرتبہ ہے۔ مور نے کہا کہ میں کیسے لے جاؤں، دربان بیٹھا ہوا ہے اور کہا کہ سانپ بھی ملازم ہے، اگر وہ آجائے تو میں اس سے مشورہ کروں گا۔ اتنے میں سانپ بھی آیا۔ اس کے سامنے بھی شیطان بہت رو دیا۔ تب مشورہ میں یہ طے ہوا کہ سانپ کے منہ میں شیطان بیٹھے گا اور سانپ مور کو لپیٹ جائے گا اور جنت میں شیطان سانپ کے منہ سے باہر نکل آئے گا۔ غرض سانپ کو مور اپنے پاؤں میں لپیٹ لیا اور جنت میں چھوڑ دیا، وہاں جاکر شیطان حواؑ کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ تم کو جنت سے نکال دیں گے لیکن اگر تم یہ پھل کھاؤ گے تو ابدالآباد تک جنت میں رہو گے۔ غرض دھوکہ دیکر آدمؑ و حواؑ کو ممنوعہ پھل کھلایا جس کی وجہ سے آدمؑ و حواؑ دونوں جنت سے نکالے گئے اور دنیا میں چھوڑ دیے گئے۔ مور کے لئے حکم ہوا کہ اس مردود کے پاؤں مسخ کردو، بدصورت بنادو، اور سانپ کے لئے کہا گیا کہ اس کے منہ میں زہر پیدا کردو۔ اس کے پہلے سانپ کے منہ میں زہر نہ تھا۔ اب سانپ کے منہ میں زہر آگیا اور مور کے پاؤں خراب ہوگئے۔ جب وہ ناچتا ہے اور پاؤں پر نظر پڑتی ہے تو روتا ہے کہ میرے پاؤں کیسے خراب ہیں۔ ایسا ہی صاحبو! ہمارا نفس اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ آپ کو دھوکہ دے کر نافرمانی کراتا ہے، آپ غور کر کے سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ کا سب سے زیادہ دشمن کون ہے۔ یہ نفس ہے جو آپ کے بغل میں بیٹھا ہوا بغلی گھونسے لگا رہا ہے۔

حکایت ایک بہو تھی، کئی دن گذر گئے، بات ہی نہ کرتی تھی، ایک دن ساس نے کہا کہ بیٹی تم بھی کچھ بات کرو تو پہلی بات جو بہو نے ساس سے کی وہ یہ تھی کہ اماں جان

میرے خاوند جو تمہارے بیٹے ہیں اگر وہ مرگئے تو کسی سے میرا نکاح کرو گی یا نہیں، تب ساس نے کہا کہ تم خاموش ہی رہو، تمہاری خاموشی ہی اچھی ہے۔ تم بات کرکے ساس کا کلیجہ ٹھنڈا کردیتے میرے دوستو! جیسی یہ بہو تھی ایسا ہی تمہارا نفس ہے، جب بات کرے گا تمہارا دین وایمان ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر کہا جائے کہ رشوت نہ کھاؤ، اللہ نے اسکو حرام کیا ہے اگر ایسا کہا جائے تو نفس کہتا ہے کہ

اب تو آرام سے گذرتی ہے ؎ عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ بھی بہو کے کہنے کی مانند بات ہے یعنی نفس رشوت کھاؤ، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔ مگر اس بیہودہ نفس کو ذرا سمجھاؤ۔ ایک طبیب نے کہا کہ اس غذا میں زہر ہے، اگر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ مزے سے گذر رہی ہے آرام سے گذر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کبھی نہیں کہو گے اور اگر اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں چیز میں زہر ہے تو کہتے ہو کہ اب تو آرام سے گذر رہی ہے ذرا ان دونوں باتوں پر غور کرو۔ صاحبو! اللہ کا بولا ہوا ہے اس میں ضرور زہر ہوگا۔ مرنا تو ضرور ہے چلتے چلتے مر رہے ہیں، موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے یہ تو بول ہی نہیں سکتے۔

نفس کی ایک باریک بات بتلاتا ہوں۔ غور سے سنو میاں، ایسی عبادتیں کہ جن کی صورت نظر آتی ہے مثلاً نماز تو ایک بار نفس ایسی عبادت کرنے دے گا کہ اس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے اور بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ جن میں کچھ چھوڑنا پڑتا ہے جیسے گناہ تو ان کو نفس کرنے نہ دیگا میرے دوستو! میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں سنئے۔ ایک بڑے عہدہ دار تھے، کسی بزرگ کے مرید بھی ہوئے تھے، وہ نماز پڑھتے تھے اور بہت سے وظیفے بھی دو ڈھائی گھنٹہ تک بیٹھ کر پڑھتے تھے اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیح بھی کھٹ کھٹ چلتی تھی، کسی سے رشوت کی بات کریں تو وظیفہ خراب ہوتا ہے اس لئے انگلیوں پر اشارہ میں بات ہوتی تھی۔ اہل غرض کہتا کہ دو سو روپئے دیتا ہوں تو انگلیوں کے اشارہ سے کہتے کہ تین سو، اس نے کچھ کہا اور یہ کچھ اشارے سے کہے۔ غرض اس نے کہا کہ اچھا دیتا ہوں سرکار تو یہ کونا اٹھا دئیے یا نماز کا۔ یہ سب کر رہے ہیں وظیفہ خراب نہیں ہوتا۔ رشوت لئے تو کچھ نہیں ہوتا۔ غرض وظیفہ، نماز بھی جاری اور

رشوت بھی لے رہے ہیں۔ یہ نفس آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے یہ اس کی چالاکیاں ہیں۔

آپ کو نفس کی ایک اور چالاکی بتلاتا ہوں نفس کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں کرنا صغیرہ گناہ کریں تو کیا ہوتا ہے مگر میرے دوستو! چھوٹی سی چنگاری سے گھر جلے گا یا نہیں۔ اسی طرح سے کیا چھوٹا گناہ اور کیا بڑا گناہ۔

صاحبو! ایک شخص ہے سڑک پر چل رہا ہے اور بارش ہو رہی ہے ایک چھینٹا پڑا۔ دوسرا پڑا پھر تیسرا پڑا۔ ایسے ہی چھینٹے پڑنے کی وجہ سے پورا پائجامہ بھیگ گیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ بچنے سے کیا فائدہ؟ اس طرح سب بھیگ جاتا ہے، اسی طرح اگر کہو گے کہ چھوٹا گناہ کئے تو کیا ہوتا ہے سنو گناہ صادر ہونے کے لئے نفس چھوٹا گناہ سکھاتا ہے، پھر بڑا گناہ کرتے ہیں تو اب کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دنیا کے دھوکہ میں مت آؤ۔ چھوٹے گناہ کا ضرر بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسے بڑے گناہ کا۔

اور نفس کا یہ بھی دھوکہ ہے، کہتا ہے کہ اب گناہ کر لو، توبہ کر لیں گے۔ سنو آپ اور سمجھو، اس کو دھوکہ کہتے ہیں، اگر ایک شخص کے پاس مرہم ہو تو میاں مرہم کے بھروسہ پر کیا ہاتھ کاٹ لیتے ہیں، یا ہاتھ کٹ جائے تو مرہم لگاتے ہیں۔ اسی طرح توبہ کے بھروسہ پر گناہ نہیں کرتے، بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں۔ دیکھا آپ نے نفس کی چالبازی کو۔ میں اس کی چالبازیاں آپ کو دکھا رہا ہوں۔ غرض توبہ کے بھروسہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں۔

ایک موٹی مثال سے سمجھاتا ہوں نفس کہتا ہے کہ ارے میاں اللہ کی رحمتیں ہمارے گناہوں سے کم نہیں ہے بلکہ بڑی ہوئی ہے۔ اور نفس یہ بھی کہتا ہے کہ حدیثوں میں اللہ کی رحمت کا ذکر آیا ہے، اس لئے ان کی رحمت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ صاحبو! نفس آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھی آیتیں ہیں اور غضب کی بھی۔ غضب کی آیتیں چھوڑ کر کیسے صرف رحمت کی آیتیں لے رہے ہو۔ رحمت کی حدیثوں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو ہم سے بہت محبت ہے، اور اگر ہم کو بھی ان سے محبت ہے تو کیا کرنا چاہیئے۔ ہم کو ان کی اطاعت کرنا چاہیئے یا نافرمانی۔ اللہ کی رحمت کو سن کر یہ سمجھیں گے کہ اللہ کو ہم سے محبت ہے تو کیا اس کے محبت کے بدلہ میں اللہ کا خلاف ہی کرنا چاہیئے، کیا چال چلا ہے دیکھو، یہ چال نفس کی ہے سمجھ رہے ہیں نا آپ اس کی چال کو۔

جو گناہ ظاہری ہیں ان سے تو آپ ایک بار رک جائیں گے لیکن جو گناہ دل کا ہے آپ اس سے رُکتے نہیں، کیونکہ آپ کو خبر ہی نہیں کہ دل کا گناہ کیا ہوتا ہے میاں، میں اسکو تفصیل سے مثال دیکر عرض کرتا ہوں کہ دل کا گناہ کیا ہے۔ کینہ، حسد کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، کسی کو حقیر سمجھنا، ممکن ہے نفس ظاہری گناہ نہ کرنے دے، لیکن اس گناہ سے تو بچنے نہ دے گا۔

حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت بازار کو جا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے سوال کیا (یعنی پیسہ مانگا) آپ نے منہ سے تو کچھ نہیں فرمایا لیکن دل میں خیال فرمائے کہ یہ ہٹا کٹا آدمی ہے اس کو خیال نہیں آتا کہ بھیک مانگ رہا ہے۔ غرض آپ ایک طرف چلے گئے۔ اور وہ دوسری طرف چلا گیا۔ آپ نے رات میں خواب دیکھا کہ ایک شخص مردار گوشت لاکر کہہ رہا ہے کہ حضرت کھاؤ۔ آپ فرمائے کہ میں اس کو کیسے کھاؤں، تب اس نے کہا کہ صبح کو کھائے تھے نا حضرت۔ اس فقیر کی دل سے غیبت کی تھی یا نہیں، اس لئے مردار گوشت کھائے یا نہیں۔

غرض ظاہری گناہ سے رکیں گے دل کے گناہ سے نہیں رکیں گے، میرے دوستو! یہ گناہ تو دل کا گناہ ہے میاں۔ ان گناہوں کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ نفس تو آپ کا ایسا دشمن ہے کہ وہ پہلے ہاتھ، پاؤں کے گناہ ہی سمجھنے نہ دے گا۔ آنکھ کا گناہ کیا ہے میاں، غیر اجنبی عورت کو دیکھنا یا اس کے کسی ایسے عضو کو دیکھنا جو ناجائز ہے مثلاً غیر محرم عورت کے سر کے بال دیکھنا بھی گناہ ہے کسی کی دولت کو دیکھ کر ویسا ہی خود کے لئے ہونے کی خواہش کرنا یا حرص کرنا یہ بھی گناہ ہے میاں، زبان کا گناہ چغلخوری کرنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا ہے، کان کا کیا گناہ ہے چھپ کر کسی کی باتیں سننا، ہاتھ کا گناہ، غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا، یا ناجائز مضمون لکھنا یہ بھی ہاتھ کا گناہ ہے، پاؤں کا گناہ کیا ہے، کسی ناجائز جگہ چل کر گیا وہ پاؤں کا گناہ ہے، ایک پیٹ کا گناہ ہے، وہ مالِ حرام کھانا ہے۔ اس سے بہت کم بچتے ہیں، اس میں بہت سے مبتلا ہیں، گرفتار ہیں۔

حکایت امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں، تین سال تک مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھے یوں تو ستّر سال تک شب بیدار رہے، اور دنیا کو چھوڑ کر

ایک غار میں جا کر رہے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غار کے کونے سے آواز آئی احمد تمہارے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ اور دو کالے قطرے ان کے منہ پر ٹپکے اور منہ سیاہ ہوگیا۔ مُرید روئے کہ مرشد کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا حال ہوگا۔ ہماری نافرمانی کی وجہ سے ہمارا کیا حال ہوگا۔ غرض روئے اور دفن کر دیئے۔ ایک مُرید کے خواب میں حضرت تشریف لائے۔ اس نے دیکھا کہ زمین و آسمان تک نور ہی نور ہے، اس میں حضرت بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ خلفاء راشدین ہیں، وہ دوڑ کر گیا اور دریافت کیا کہ حضرت وہ کالے قطرے کیا تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نامۂ اعمال میں دیکھا کہ مالِ حرام کی دو چونیوں سے دو وقت کچھ خرید کر جو کھایا تھا وہ دو کالے قطرے بن کر ٹپکے لیکن میں درود شریف زیادہ پڑھتا تھا۔ یہ اسی کا نور ہے جو تو دیکھ رہا ہے میں لوگوں کو جو نیک باتیں بتلاتا تھا، اس کے بدلے میں یہ خلفائے راشدین میرے ساتھ ہیں۔

دیکھا آپ نے پیٹ کا گناہ، یہ خرابیاں پیدا کرتا ہے نفس ہمیں کچھ خبر ہونے نہیں دیتا غرض ہم نفس کے دھوکہ میں ہیں۔

ایک جسم کا گناہ ہے، یہاں وہ کیا ہے کافروں کا لباس پہننا، یہ جسم کا گناہ ہے، کیا کہوں مسلمانوں کی حالت دیکھتا ہوں تو بول ہی نہیں سکتا۔ ان کو دیکھ کر اندر ہی اندر دل گھٹتا ہے عورتیں ننگے آستین نکالے ہیں۔ ایک چولی پہنتی ہیں کہنی تک، یہ ہندوؤں کی چولی ہے۔ ہندوؤں کی عورتیں ایسی چولی پہنتی ہیں۔ یہ چولی پہننے کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت ہے یا غیر مسلم عورت یہ کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ گاؤں میں جا کر دیکھو تو صرف نام سے پہچانے جاتے ہیں اور لباس کا فروں کا۔ اس لباس سے صرف صورت کافروں کی بناتے ہیں۔ مہذب لوگ کوٹ پتلون پہنتے ہیں، انگریزی کے الفاظ ہیں، اور مجھے انگریزی نہیں آتی غالباً وہ لفظ نکٹائی ہے کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی، اس لئے ان لوگوں نے اس کی شکل بنا کر گلے میں لگائے ہیں مسلمانوں کی کیا کم بختی آئی کیا یہ سولی بھی انکے پاس کوئی متبرک چیز ہے۔ یہ کیوں لگا رہے ہیں۔ غرض سب کافروں کا لباس پہن رہے ہیں۔ کیا اسلامی غیرت بھی نہیں رہی ہے۔ قومی امتیاز بھی نہیں ہے۔ لباس سے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔

سنو صاحبو! اسلام کے پانچ جزء ہیں۔ ایک[۱] عقائد، عیسائیوں کے عقائد سے ہمارے عقائد الگ ہیں۔ دوسرے[۲] عبادت۔ (جیسے نماز، روزہ وغیرہ) ہیں۔ تیسرے[۳] معاملات ہیں۔ چوتھا[۴] جزء معاشرت ہے۔ پانچواں[۵] تمدن ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں۔ تمدن بھی ایک جزء ہے اسلام کا۔ اس کو غارت کر رہے ہیں۔ عورتیں کافروں کی سی بن گئی ہیں بعض عورتیں ٹیکہ لگانے لگی ہیں۔ یہ کمبختی کی بات ہے مسلمانوں کی شان تھی کہ پہلے آستینوں کی چولی پہن کر تا پہنتے تھے اب لانبے آستین کی بجائے کہنیوں تک پہنتی ہیں، بالکل کافر عورت معلوم ہوتی ہیں۔ شاید یہ خیال ہوتا ہوگا کہ صورت تو کافروں کی بنائیں گے گو عقائد نہ بدلیں گے لیکن کیوں پہن رہے ہیں کافروں کا لباس۔ صاحبو! اس وقت نفس کیا کہہ رہا ہے سنو نفس یہ کہہ رہا ہے کہ ارے میاں کافروں کا لباس پہن لئے تو کیا کافر ہو جاتے ہیں۔ نہیں ہوتے ہیں میاں، ذرا ساڑی چولی پہن کر اس مجمع میں آپ آجائیے۔ مجمع میں اس طرح آئے تو کیا آپ عورت ہو جائیں گے۔ آپ عورت نہیں بن جاتے۔ مرد کے مرد رہتے ہیں لیکن آپ سے آیا نہ جائے گا، پھر کافروں کا لباس پہن کر کیسے آیا جاتا ہے۔

میاں اس لباس نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک عورت رہتی تھی۔ کسبن تو نہیں تھی مگر کسبن بن گئی تھی۔ نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ سے شہر کے تمام پیسہ والے گرویدہ ہو کر اس کے پاس جاتے تھے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو برا معلوم ہوا کہ یہ کمبخت پیسہ لوٹ رہی ہے۔ حرام کاری ہو رہی ہے اور پیسہ الگ ضائع ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک روز حضرت اس کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب لوگ آنے لگے تو حضرت کو بیٹھا دیکھ کر واپس ہونے لگے، اس نے اندر سے کہا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، کیا کہنا ہے کہو، حضرت فرمائے کہ میں ایک رات رہنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ آپ کے جیب میں ایک کوڑی بھی نہیں ہے، اور میری فیس دو سو[۲۰۰] اشرفیاں ہیں۔ کیا آپ دیں گے اس کو۔ آپ فرمائے ہاں دوں گا۔ اور دو سو[۲۰۰] اشرفیاں نکال کر دیدیئے، پیسہ دینے کے بعد وہ آپ کی باندی بن گئی اور حضرت کو اندر لے گئی۔ آپ بیٹھ کر فرمائے کہ میں جو کچھ کہوں گا کیا تم اسکو سنو گی؟ اس نے کہا ہاں سنوں گی، آپ فرمائیے میرا جی چاہتا ہے

کہ میرے کپڑے تم کو پہنا کر دیکھوں کہ ان میں تم کیسی نظر آتی ہو، اور چاہتا ہوں کہ فاسقوں کے کپڑے نکال کر متقیوں کے کپڑے پہنا کر دیکھوں، وہ اس پر راضی ہوگئی، جب وہ حضرت کا جبہ شانہ پہن کر کھڑی ہوگئی، تو آپ اس کے پاس کھڑے ہوکر یہ دعا کئے کہ الٰہی! میں نے تو اس کے ظاہری لباس کو اتار دیا ہے، فاسقوں کا لباس اتار کر متقیوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس کے دل کی صلاح اور اصلاح آپ کے ہاتھ ہے۔ اس متقی لباس کو پہننے کی وجہ سے آپ اس کے دل کو درست کیجئے ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ حضرت اب میں آئندہ گناہ نہ کروں گی اس لئے آپ مجھے توبہ کرائیے۔ حضرت توبہ کرائے۔ حضرت سے ذکر و ریاضت سیکھی، اس کے بعد ایک دفعہ مکہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس اڑتی ہوئی آئی اور بے موسم کے میوے کھلائی اور غائب ہوگئی

یہ کپڑوں کی شان ہے میاں، یہ کپڑا اس نوبت پر پہنچاتا ہے آپ فاسقوں کا گناہ گاروں کا لباس پہنتے ہیں۔ گاؤں میں دیکھو کافروں کا لباس پہنا جارہا ہے۔ غرض کہیں کافروں کا لباس ہے تو کہیں انگریزوں کا لباس، یہ ایک جسمانی گناہ ہے۔

میرے دوستو! آپ غور کر لئے۔ نفس دھوکہ باز ہے، میں نمونہ کے طور پر سمجھا دیا ہوں، اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب کیا کرنا چاہیئے، آپ اپنے نفس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ اس کا مقابلہ یہ ہے کہ نفس کے تقاضہ کو اور اس کی خواہشات کو پورا مت کرو۔ اس کے بجائے دیکھو کہ اللہ اور رسول کا اس کے مقابلہ میں کیا حکم ہے، اس پر عمل کرو کسی سے پوچھ کر یا دینیات کی کتابیں دیکھ کر عمل کرو۔ چند روز تک ایسا معلوم ہوگا کہ کام بہت سخت ہے مگر ہوتے ہوتے عادت ہوجائے گی اور غیب سے آپ کی تائید ہوگی تو آپ کا نفس مغلوب ہوجائے گا۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی قریب کا راستہ بتلائیے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا بایزید تم نفس کی تائید مت کرو، میرے پاس پہنچنے کا قریب تو راستہ یہی ہے۔

دوستو! میں آپ کو آپ کے دشمنوں سے واقف کرا دیا ہوں۔ اور آپ کو ان کی چالیں بھی سمجھا دیا ہوں نفس یہ چالیں گیارہ مہینہ تک چلتا رہے گا۔ اس لئے آپ کو واقف کرانے کے لئے سب کچھ سمجھا دیا ہوں۔ رمضان المبارک تو اب جا رہے ہیں، ہم تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ

اے ماہ رمضان

اگر کوئی مہمان کہیں سے آیا ہے تو وہ ٹھیرے گا نہیں۔ اے ماہ رمضان آپ جا رہے ہیں جائیے، ہم سمجھے ہوئے ہی تھے کہ آپ جانے والے ہیں۔ اے ماہ رمضان جاؤ آپ پھر آئیں گے مگر افسوس اس کا ہے کہ ہم آپ سے ملتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو روتے ہوئے رخصت کرتے ہیں۔ اے ماہ رمضان آپ جاتے ہیں جاؤ۔ آپ کی جیسی خاطر کرنا تھا ہم آپ کی خاطر نہیں کئے۔ آپ ہم سے نالاں ہوکر مت جائیے، ہم سے راضی ہوکر جائیے، ہم کو آپ سے بہت سے کام لینا ہے۔ قیامت کے موقع پر کام لینا ہے اس لئے ہم سے خوش ہوکر جاؤ۔

سنو صاحبو! رونا کس موقع پر ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ بچے روتے ہیں، کیوں کہ رونا بچوں کا کام ہے، یا کوئی مرگیا تو روتے ہیں، اور مصیبت آئی تو روتے ہیں اور کس لئے روتے ہیں ہاں عورتیں ماں باپ کے گھر سے سسرال میں گئیں تو روتے ہیں۔ پس کیا یہی چیزیں رونے کی ہیں؟ ہائے ہماری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں۔ میاں ہماری نافرمانیوں پر رونا۔ اصلی رونا تو ہے خدا کی نافرمانیوں پر۔ یہ ہیں رونے کی چیزیں میاں۔ میرے دوستو! میں اب آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کبھی کبھی تنہائی میں جاکر وہاں بیٹھ کر اللہ سے رجوع ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ نافرمانیاں ہوئی ہیں اس لئے توبہ کرو، اور مغفرت مانگو۔ میاں کیا بھروسہ ہے زندگی کا، آج ہیں کل نہیں، ہر گناہ کو تنہائی میں یاد کرو، اور ان گناہوں کو معاف کراؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے مجمع پر خدا کی رحمت برستی ہے اب ہمارے اس مجمع پر بھی خدا کی رحمت برس رہی ہے اس لئے اب دعا کرکے ختم کرتا ہوں۔

دعاء

الٰہی! مالک! ہمارے مالک! ہم آپ کے غلام ہیں۔ مگر ہم کو غلام کہتے ہوئے شرم آرہی ہے کیوں کہ جیسا آقا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا غلام ہوتا ہے نہ کہ ہم جیسا نالائق، غلام بھی ہوں تو ویسے ہی ہونا چاہئیے جیسا کہ مالک ہوتا ہے۔ غلام بولو نہ بولو ہم تو غلام ہیں، مگر کیسے غلام ہیں میاں۔ ہم تو بھاگے ہوئے غلام ہیں، دربدر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کبھی اس در پر نہیں آتے کبھی اللہ کے در پر نہیں آتے۔ بھاگے ہوئے غلام ہیں، تیرے در پر کبھی نہیں آتے۔ مالک ہمارے صرف یہ رمضان کا طفیل تھا کہ ہم کو تیرے دروازہ پر لاکر ڈالا۔ ہم کو خیر کے دروازہ پر

لا کر ڈالا۔ اب رمضان جا رہے ہیں۔ الٰہی! ہم کو اپنے در سے مت نکالئے۔ یہ رمضان ہم کو آپ کے در پر لا کر ڈالے ہیں، جب وہ جا رہے ہیں تو ہم کو اپنے در سے مت نکالئے۔ الٰہی ہم اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں۔ جو کچھ نافرمانیاں ہوئی ہیں ہم اس پر شرمندہ و نادم ہیں، اور ہم سب کے سر جھکے ہوئے ہیں، شرم کے مارے سر جھکے رہتے ہیں۔ ہم دنیا طلب کئے لیکن اللہ کو کبھی طلب نہیں کئے ہمیشہ دنیا طلب کرتے رہے۔ یا الٰہی! یا الٰہی! یہ آپ کی رحمت ہے، یہ آپ کا کرم ہے کہ ہمیں مغفرت دے کر ہم کو پاک کرتے ہیں۔ الٰہی! ہم سراپا گناہگار ہیں، میں اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے کہہ رہا ہوں الٰہی! ہم سراپا گنہگار ہیں۔ الٰہی! ہم بندے جس طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں یا الٰہی! اسی طرح آپ بھی دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں کہ اے میرے گنہگار بندے کب تک تو گناہ میں رہے گا، ارے آ میرے پاس آ۔ ایسا کہہ کر ہم کو بلا اور اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ کب تک گنہگار مجھ سے بے رخ رہے گا ارے آ، ارے آ میں تیری توبہ قبول کروں گا۔

حکایت ایک شخص تھا میاں! اس کی تمام عمر گناہوں میں گزری، اس نے ایک دن آئینہ دیکھا تو ایک سفید بال نظر آیا تو یہ سمجھا کہ موت کا پیغام آیا، تو اس نے رو کر اللہ سے عرض کیا کہ میں عمر بھر کا گنہگار رہوں، اب توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ میری توبہ قبول کریں گے، حکم ہوا، اور غیب سے آواز آئی تو مجھے دوست نہیں رکھتا تھا، تو نے میرا ساتھ چھوڑا، تو میں نے بھی تیرا ساتھ چھوڑا تو میری نافرمانی کرتا رہا میں تجھے مہلت دیتا گیا۔ اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ ارے میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔

صاحبو! توبہ کرو، روؤ، چلاؤ اور رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بناؤ۔ الٰہی! ماں جیسا اپنے بچے کے عیبوں کو چھپاتی ہے ایسا ہی الٰہی آپ ہمارے گناہ چھپاتے ہیں۔ ہم کو رسوا ہونے نہیں دیتے۔ ہم خود ہی رسوا ہوتے ہیں۔ الٰہی! آپ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ الٰہی! ماں جیسا بچوں کے قصور چھپاتی ہے ویسا ہی آپ بھی چھپاتے ہیں، ہمیں رسوا نہیں ہونے دیتے۔

صاحبو! جب بچہ دیکھتا ہے سانپ بچھو کو تو ان کو پکڑا لیتا ہے لیکن ماں بچا لیتی ہے، الٰہی! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، یعنی ہم کو جو چیزیں نقصان پہنچانے والی ہیں، ان کو ہم پکڑ لیتے ہیں آپ ہم کو بچاؤ۔ جیسا کہ ماں بچہ کو بچاتی ہے اسی طرح آپ بھی ہم کو بچاؤ۔ اور توبہ کس کو

کہتے ہیں میاں، تو یہ ہے کہ کیئے ہوئے کام پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنا۔ الٰہی! ہم بھی توبہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے۔

الٰہی! آپ ہم کو توفیق دو کہ ہم کبھی گناہ نہ کریں۔ الٰہی! ہم وہ کئے جو ہمارے لائق تھا۔ آپ وہ کر دیجو آپ کے لائق ہے۔"

گناہوں کو مٹانا اس کی جگہ نیکیاں لکھنا، آپ کے لائق ہے۔ الٰہی! سب کو آپ اپنا بنائیے سارے عالم کو آپ کُن کہہ کر بنائے ہیں، ہم کو آدم سے بنائے ہیں، اور آدم کو آپ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں، اس لئے ہم کو دوزخ میں نہ ڈالیئے۔ آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اس لئے ہم کو دوزخ کی آگ میں نہ جلائیے۔ آپ تو ہمارے ہیں، آپ ہمیشہ ہمارے رہیں۔ ہم کو بھی آپ اپنا بنالو۔ آپ ہم کو بھی اپنا بنالو۔

یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِین

جا میا واقف دم باش عزیزاں رفتند
فکرِ عقبیٰ بکن آخر کہ تو ہم مہمانی
کم خور و کم خسپ و کم گو ہم بجہلا کم نشین
دائما در ذکر باش وخود بیش را بین بدترین

از طفیل خواجگان نقشبند
کار دنیا و عقبیٰ کھو دیا د

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

وَعْظ مبارک

مورخہ ۲۸ ر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ ر فروری ۱۹۶۴ء

"وعظ مبارک شروع ہونے سے پہلے حاضرین سے فرمایا کہ پہلے سب تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ترجمہ:- اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما۔

حضرات! رمضان المبارک آئے بھی اور چلے بھی، اور یہ ایسا مبارک زمانہ تھا کہ ہر شخص کے دل میں نیک خیال ہی آتا تھا۔ یہ مبارک زمانہ اب ختم ہو رہا ہے، اب یہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے سامنے رمضان شریف کے کچھ فضائل بیان کئے جائیں تو کیا فائدہ کہ یہ گیارہ مہینے بعد کام آئیں گے۔ ہمیشہ میرا یہ خیال رہتا ہے کہ آپ کے سامنے ایسی چیز پیش کر دوں جو اس کے بعد گیارہ مہینے تک کام دیتی رہیں، اگرچہ کہ یہ رمضان المبارک کا آخری زمانہ ہے، اس لئے کچھ رمضان المبارک کے فضائل کا بھی بیان ہونا چاہیئے تھا لیکن اب اس کا موقع نہیں ہے کیوں کہ رمضان المبارک تو چلے، اس لئے اس کی بجائے میں آپ کو ایسی چیزیں سناتا ہوں کہ اگر آپ ان کو اپنے ذہن میں رکھیں تو اس سے گیارہ مہینے تک فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کام لے سکتے ہیں۔

صاحبو! آپ کو وہ حدیث تو یاد ہوگی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث دل

فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک وہ درست رہتا ہے تو سارے اعضاء درست رہتے ہیں، جب وہ بگڑ تا ہے تو سارے اعضا بگڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائے ہیں، اس سے کیا مراد ہے۔ صاحبو! گوشت کے ٹکڑے سے مراد دل ہے۔ دل اچھا ہوتا ہے تو سارے اعضا اچھے کام کرتے ہیں۔ جب یہ دل بُرا ہو جاتا ہے تو سارے اعضا سے بُرے کام ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل نیک کام پر عمل پیرا ہو تو سارے اعضا اچھے کام کرتے ہیں اور اگر دل بُرے کام انجام دے تو سارے اعضا بُرے کام کرتے ہیں اللہ کی مخلوق میں دل سے زیادہ اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔

صاحبو! دل کیا ہے سنو، یہ ربّانی صندوقچہ ہے، اس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔ میرے دوستو! اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دل ایسی چیز ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالےٰ روزانہ تین سو ساٹھ ۳۶۰ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ غور فرمایئے کیا تعریف ہے اس کی، کیا عزت ہے اس کی، اگر کسی شخص کے کسی نیکی کو اس شخص کی طرف جو منسوب کرتے ہیں تو وہ دل ہی کے عمل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اگر کسی کو زاہد کہتے ہیں تو انسان زاہد نہیں ہے بلکہ جب اسکا دل سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے تو دل کے اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو زاہد کہتے ہیں یا اگر کسی کو عاشق کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے دل میں محبت بھری ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے اس کو عاشق کہتے ہیں، اگر عتاب ہوا تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ خطاب ہوتا ہے تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ سعید بھی دل ہی ہوتا ہے اور شقی بھی دل ہی ہوتا ہے، اس لئے دل کے متعلق عرض کرتا ہوں غور سے سنیئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے جسم میں دل ایک عجیب چیز پیدا کی ہے اور دل اور جسم میں عجیب تعلق ہے کہ جب جسم سے کوئی نیک کام کریں تو دل میں نور آتا ہے اور اگر جسم سے برا کام کریں تو دل میں برائی آتی ہے یعنی آپ نیک کام کریں تو دل میں نورانیت آتی ہے گناہ کریں تو دل میں سیاہی اور تاریکی آتی ہے۔

صاحبو! قلب کے معنی کیا ہیں سنو! قلب کے معنی ہیں الٹ پلٹ ہونے کے، اسکا خلاصہ یہ کہ ایسی شریف مخلوق ہونے کے باوجود عجیب وغریب ہے یہ دل۔ اس میں یہ عیب ہے کہ

الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، یعنی یہ دل انسان کی روح اور نفس کے بیچ میں ہے۔ کبھی نفس کی طرف ہوجاتا ہے تو کبھی روح کی طرف، اگر روح کی طرف ہوجائے تو فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر نفس کی طرف ہوجائے تو شیطان سے بھی بدتر ہوجاتا ہے، اس میں صفت ہے الٹ پلٹ ہونے کی، جس کی صفت اختیار کرتا ہے ویسا ہوجاتا ہے، اسی واسطے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دل میں گناہوں کی وجہ سے کیا ہوتا ہے سنیئے! یہ چھت نہایت سفید ہے، اگر یہاں چولہا جلائیں تو پہلے تو کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن اگر دس، پندرہ دن چولہا جلے گا تو سارا چھت کالا ہوجائے گا۔ یہ نمونہ ہے دل کے گناہوں کا، دل کے گناہوں کے سبب سے دل پر کچھ سیاہی سی چڑھتی ہے مگر شروع شروع میں تو آپ سمجھ نہیں سکتے لیکن بڑھتے بڑھتے دل کالا ہوجاتا ہے، جب دل کالا ہوجاتا ہے تو اس کو عربی میں "رَین" کہتے ہیں اور اردو میں زنگ، ایسے دل میں اصلاح کی امید رہتی ہے، اس کے واسطے بہترین نسخہ کیا ہے، یہ زنگ دل سے دور کرنے کے واسطے روزہ اور قرآن بہترین نسخہ ہے، یہ دونوں چیزیں دل کی سیاہی دور کرنے کے لئے کیمیا ہیں اور بہترین چیزیں ہیں۔ اسی واسطے رمضان میں روزے فرض کئے گئے ہیں، اور قرآن بھی پڑھا جاتا ہے، روزوں سے اور قرآن پڑھنے اور سننے سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے، اور اس کے سبب سے زنگ دور ہوجاتا ہے مگر بات یہ ہے کہ جب یہ سیاہی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا انتہائی درجہ ہوجاتا ہے تو اس وقت قبولیت کی امید نہیں رہتی۔ اور اس دل کے اصلاح کی بہت کم امید رہتی ہے غرض جب دل کی گری ہوئی حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر مہر ہوجاتی ہے اس کے لئے قرآن شریف میں "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (پ۱۔ رکوع ۱۔ سورہ بقر)

(ترجمہ:۔ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) آیا ہے۔

اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے سنو! اس کے بعد توبہ کی توفیق بند ہوجاتی ہے اور کوئی کتنا ہی سمجھائے سمجھ میں نہیں آتا حق بات پر ہر طرف سے شبہ پیدا ہوتا ہے اور شبہ ختم ہی نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے یہ چیز بری ہے اس کی وجہ سے مہر ہوجاتی ہے۔ سنو صاحبو! جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھ بندے، تجھ کو میں پاک اور ستھرا دل دیکر بھیج رہا ہوں۔ ایسا ہی دل لے کر میرے پاس آنا۔ دنیا میں آنے کے بعد میاں، گناہ کے سبب سے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور دل پر مہر

ہوجاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے اسلئے آپ سے فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تیرے دل کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اسی واسطے طرح طرح کی تدبیریں سکھاتا ہوں صاحبو! قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو کچھ سمجھایا گیا ہے وہ اسی دل کی بیماری کو دور کرنے کیلئے ہے لیکن انسان کی عجیب حالت ہے کہ اللہ سے منہ موڑا ہوا ہے اور اسی سے بے رخی برتتا ہے لیکن اللہ بے رخ نہیں ہے، انسان تعلق توڑنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تعلق توڑنا نہیں چاہتا۔ انسان اللہ کا ہونا نہیں چاہتا لیکن اللہ انسان کو اپنا بنانا چاہتا ہے، غرض اللہ تعالیٰ کو انسان سے بیحد محبت ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو دوست بنانا چاہتا ہے اس لئے سمجھاتا ہے تو انسان بگڑ جاتا ہے، اسکی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی شخص کا بیٹا نالائق ہوجائے تو باپ اسکی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے کہ کسی طرح بیٹا راہ راست پر آجائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل کی حالت بگڑی ہوئی ہے اسی واسطے قرآن میں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہوجائے اور صاف ستھرا دل لیکر دنیا سے جائے۔ اسی لئے صاحبو! جب آپ دنیا سے جاؤ تو دل صاف ستھرا لیکر جاؤ۔ سنئے! اگر شہد میں زہر ملا ہوا ہو اور بچہ شہد کھانے کیلئے ضد کرے تو ماں طرح طرح سے کوشش کریگی کہ بچہ زہر نہ کھائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان گناہ کرتے ہیں میرے دوستو! انسان گناہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ میرے اس صرف فقرہ کو یاد رکھو۔ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ بچہ کی نظر شہد پر پڑتی ہے تو ماں نظر رکھتی ہے اس زہر پر کہ جو اس شہد میں ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ ہم پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور انکی نظر زہر کی طرف ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھ بندے! میں تجھ کو گناہوں سے روکتا ہوں تو تو سمجھتا ہے کہ میں تیرا نقصان کر رہا ہوں لیکن تیرا یہ خیال غلط ہے، میں تجھ کو گناہ کی لذت سے روکتا ہوں کیونکہ وہ زہر ہے اس زہر سے بچ کر تو میری طرف آ۔ دیکھ تیری آخرت خراب ہو رہی ہے، آ میری طرف آ کہ میں تجھکو تریاق پلاؤں، اور دل کو صاف کروں، اور دل صاف کرکے جنت میں لیجاؤں، اس لئے تو یہ کرکے گناہوں سے باز ہو کر آ۔ صاحبو! اسکے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کیا ہوتا ہے سنو! اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی۔ اسوقت میں آپ کو گناہوں کی وجہ سے آخرت میں کیا نقصان ہوگا بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے دنیا میں جو نقصان اور ضرر پہنچتا ہے اسکو سمجھانا چاہتا ہوں سنئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اثر رکھا ہے، بعض دوائیں ایسی ہیں کہ جن سے دست آتے ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن سے قبض ہوتا ہے، بعض دواؤں سے بخار اترتا ہے۔ تو جن ایک چیز ہوتی ہے کہ جسکو کھانے کے بعد بڑی لوٹتی رہتی ہے۔ کہربا میں بھی ایک اثر ہے، اور

مقناطیس میں بھی کہ وہ لوہے کو کھینچتا ہے، گالی دو، اس میں بھی ایک اثر ہے، کیوں صاحب کیا گالی آکر لپٹ گئی؟ تعریف کرتے ہیں تو چہرہ پر بشاشت آجاتی ہے۔

صاحبو! ہر چیز میں اثر ہونے کے آپ قائل ہیں کسی کو اس کا انکار نہیں، اگر اثر نہیں ہے تو گناہوں میں اور خدا کی نافرمانی میں۔ ذرا سوچو کہ جس طرح ہر چیز میں اثر ہے اسی طرح گناہ اور نافرمانی میں بھی اثر ہے، سنو! شیطان و نفس آپ کو اس بات سے نہیں روکتے کہ آپ ہر چیز میں اثر کے پائے جانے کے قائل ہوجائیں لیکن شیطان و نفس آپکو اس بات کا اعتقاد نہ رکھنے دینگے کہ اللہ کی نافرمانی میں اثر ہے، یاد رکھو جیسے ہر چیز میں اثر رکھا گیا ہے، اسی طرح گناہوں اور نافرمانیوں میں بھی اثر ہے، اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے۔ اب میں اسی چیز کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کیسے برباد ہوتی ہے، اب ذرا سوچئے کہ ابلیس جسے شیطان کہتے ہیں پہلے وہ کیسا تھا۔ سنیئے وہ بڑا عابد وزاہد تھا۔ دنیا میں اتنی عبادت کیا تھا کہ فرشتوں نے بھی نہ کی ہوگی۔ اسلئے اسکو آسمانوں پر عرش پر بلالیا گیا۔ غرض عرش کو ٹیکا دیکر بیٹھنا اور فرشتوں کو پڑھاتا تھا۔ اسی لئے اسکو معلم الملکوت کہتے ہیں لیکن اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدا کا حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس نافرمانی کا کیا اثر ہوا آپکو بتاتا ہوں سنیئے! اسکی وجہ سے یہ ہوا کہ آسمانوں سے زمین پر پھینکدیا گیا اور زمین پر بھی ملعون بنادیا گیا صورت بگاڑ دیگئی، رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی سچ کہتا تھا اسکی بجائے ہمیشہ جھوٹ بولنا شروع کیا اور جھوٹ بول کر ہی ہم کو بہکاتا ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کو بھی جھوٹ بول کر بہکایا، یہ نافرمانیوں اور گناہ کا اثر ہے۔

اسی طرح میرے دوستو! نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ساری مخلوق خدا کی نافرمانی کرتی تھی۔ بہت سمجھایا گیا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب گناہوں کی انتہا ہوگئی تو نافرمانیوں کا اور گناہوں کا یہ اثر ہوا کہ تمام زمین پر پانی آگیا اور سب کے سب غرق ہوگئے۔ دنیا میں پانی آنے سے سبکے سب ڈوب گئے اور انکی دنیا برباد ہوگئی۔ میں آپ کو صرف دنیا خراب ہونے کے متعلق بتلارہا ہوں۔

اسی طرح عاد کی قوم بڑی اچھی قوم تھی لیکن جب اللہ کی نافرمانی کرنے لگی اور گناہوں میں مبتلا ہوگئی تو بہت سمجھایا گیا۔ جب اس قوم کی سمجھ میں نہ آیا تو گناہوں اور نافرمانیوں کا کیا اثر ہوا۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ ان پر "ہوا" مسلط کردیگئی، اور سینکڑوں گز اوپر اٹھاتی تھی اور پٹکتی تھی اور پٹک پٹک کر ان کو مار ڈالتی تھی بس اس طرح قوم عاد برباد ہوئی۔

چنانچہ ثمود کی جو قوم تھی وہ بھی جب خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو اس قوم کو بھی بہت سمجھایا گیا۔ لیکن نہ سمجھی تب ایک فرشتہ آیا اور ایک چیخ مارا کہ جسکے سبب کلیجے پھٹ گئے اور سب مرگئے۔ یہ دنیا کی

حالت ہے اور اس طرح گناہوں سے دنیا کی خرابی ہے۔

اسی طرح شعیب علیہ السلام کی قوم بھی اچھی تھی لیکن جب وہ بھی گناہ میں مبتلا ہوئی اور خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو ان پر بارش بند ہوگئی، یہ قوم اسی پریشانی میں تھی کہ ایک کالا بادل انکے سروں پر آیا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ اس سے پانی برسے گا۔ لیکن پانی کی بجائے اس بادل سے آگ برسی اور سب برباد ہوگئے۔

فرعون نے بھی طرح طرح سے موسیٰ سے مقابلہ کیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت سمجھایا لیکن اسکی سمجھ میں نہ آیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو یہ خبر فرعون کو بھی پہنچی، یہ خبر سنتے ہی فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ انکا پیچھا کیا تاکہ ان سب کو ختم کردے، اسوقت تک موسیٰ مع بنی اسرائیل کے دریائے نیل کے کنارہ پہنچ گئے تو اتنے میں انھوں نے دیکھا کہ فرعون آرہا ہے یہ دیکھ کر سب پریشان ہوئے اور گھبرا گئے کہ وہ سب کو قتل کردیگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا مت سمجھو، اور آپ نے دریا میں لاٹھی ماری کہ جس سے دریا میں راستہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے نیل سے پار ہوگئے۔ آپکے پیچھے وہ گھوڑے کو دریا میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام آکر گھوڑی دکھائے، گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا اسکے پیچھے دوڑا۔ اس طرح فوج بھی فرعون کے پیچھے دریا میں گئی، جب یہ مع فوج کے بیچ دریا میں پہنچا تھا کہ پانی آکر مل گیا، فرعون بھی غرق ہوگیا اور اسکی فوج بھی، اور ساری قوم بھی، یہ گناہوں کے سبب سے دنیا کی بربادی دیکھو۔

قارون کے پاس اتنے خزانے تھے کہ اسکے خزانہ کی کنجیاں ایک طاقتور آدمی بھی اٹھا نہ سکتا تھا، غرض اسکے پاس بہت بڑا خزانہ تھا جو ایک نعمت تھی اسکو بھی سمجھایا گیا مگر اسکی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا اور اس نے خدا کی نافرمانی کی، گناہ کرنے سے قارون کے خزانے زمین میں دھنسا دیئے گئے، میں آپکو دنیا خراب ہونے کی وجہ بتلا رہا ہوں کہ اس طرح اس کی دنیا خراب ہوگئی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی بھی یہی حالت تھی حالانکہ وہ پیغمبروں کی اولاد تھے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے اور توریت پر عمل کرنا چھوڑ دیئے تو ان پر بھی بلائیں اور مصیبتیں آئیں، انکے گھر اجاڑ دیئے گئے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کردیا گیا، یہ گناہ اور نافرمانی ہی کا اثر تھا صاحبو! ہم بھی سنبھل گئے تو ٹھیک ہے۔

سنو! صاحبو، اللہ کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کافر تھے اس لئے ان پر نافرمانیوں کا یہ اثر ہوا۔ نہیں! خدا کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے میرے دوستو! اسکو یوں سمجھو کہ اگر ڈاکٹر کا بیٹا زہر کھالے تو اس پر بھی ڈاکٹر کا بیٹا ہونیکے باوجود زہر کا اثر ہوگا، چونکہ زہر میں اثر ہے اسلئے ڈاکٹر کا بیٹا کھائے یا خود ڈاکٹر کھائے، زہر اس پر بھی اثر کرے گا۔ اسی طرح گناہ و نافرمانی میں اثر ہے جو گناہ کرے گا تو اسکی دنیا تباہ و تاراج ہوجاتی ہے، آخرت تو خراب ہوتی ہی ہے دنیا بھی خراب ہوجاتی ہے

دیکھو آدم علیہ السلام کیسے نیک اور مقبول بندہ تھے لیکن جب گناہ کئے یعنی انکو جنت میں رکھکر حکم دیا گیا تھا کہ تم اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ وہ گیہوں کا درخت تھا لیکن آدم علیہ السلام وہ کھا لئے یعنی نافرمانی کئے۔ سنو! آدم علیہ السلام سے لغزش کیسے ہوئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ابلیس نے حواؑ سے کہا کہ دیکھو (میاں بیوی ایک سمجھا جاتا ہے) خدا نے تم کو اس درخت کا پھل کھانے سے اسلئے منع کیا ہے کہ وہ تم کو ہمیشہ جنت میں نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ سنکر حواؑ اکڑ گئیں۔ آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور اس درخت کا پھل کھا لئے۔ اسکا پھل کھاتے ہی جنت کے تمام کپڑے اتر گئے ننگے ہوگئے دونوں درخت کے پتے لیکر ڈھانک لئے۔ سر کا تاج اور سر پیچ الگ نہیں ہوئے اس واسطے کہ انہوں نے خیال کیا کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے اسلئے تاج سر سے علیٰحدہ نہ ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور سر سے تاج چھین لئے اور سر پیچ بھی چھین لئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پڑوس میں میرا نافرمان نہیں رہ سکتا۔ دونوں جاؤ اور دونوں جنت سے نکال کر دنیا میں پھینک دئیے گئے۔ آدم علیہ السلام جنت سے نکلے اور حواؑ سے فرمایا کہ دیکھو حواؑ! یہ گناہ کی پہلی نحوست ہے کہ میرا محبوب اپنے پڑوس سے نکال رہا ہے سنو صاحبو! نیک لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔

ایک اور واقعہ سنئے تاکہ اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ جسطرح کافر پر گناہوں کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیک بندوں پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے سنو! سلیمان علیہ السلام کی بیوی اور انکے کسی قرابت دار کا دعویٰ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ غور سے سنو! سلیمان علیہ السلام جسطرح ہونا چاہئیے تھا اسی طرح فیصلہ کئے لیکن بیوی کی تھوڑی سی رعایت کئے حکم یہ تھا کہ دونوں فریقوں سے رعایت اور طرفداری نہ کی جائے لیکن سلیمان علیہ السلام بیوی کی رعایت اور طرفداری کئے حکم آیا سلیمانؑ! تم نافرمانی کئے اب اسکا اثر بھی دیکھ لینا، اسکا اثر دیکھکر تم پچھتاؤ گے، اسکے بعد تھوڑا زمانہ گذر گیا، سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے انکی یہ حکومت تھی، اور انکی یہ عادت تھی کہ وہ اس انگوٹھی کو اپنی بیوی کو دیکر بیت الخلاء کو جاتے تھے ایک دفعہ حسب عادت آپ انگوٹھی بیوی کو دیکر بیت الخلاء گئے، تب ایک جن سلیمان علیہ السلام کی صورت بنا کر انکی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ انگوٹھی دو، انہوں نے انگوٹھی دیدی، اب کیا تھا وہ انگوٹھی لیکر تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔ ادھر سلیمان علیہ السلام کی یہ حالت ہوئی کہ انکو گھر میں کوئی بھی منہ نہ لگاتا تھا باہر ان کی کوئی وقعت تھی، ایسا بڑا بادشاہ کہ جسکے ماتحت انسان، جانور، چرند، پرند وغیرہ تھے اب انکی کوئی وقعت نہ تھی جنکی کل تک وہ عزت تھی آج یہ ذلت میں گذر رہی ہے، آپ غور کیجئے کیسی تکلیف ہو رہی ہوگی، یہ ذلت اس واسطے ہوئی کہ وہ نافرمانی کئے۔ غرض گناہ کا یہ اثر ہوا اور چالیس دن تک یہی حالت رہی لیکن وہ جن متلون مزاج تھا اسلئے ایکدن پانی میں انگوٹھی پھینک کر چلا گیا، اسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی

انگوٹھی فلاں مقام پہ پانی میں ہے اسکو وہاں سے نکال لو، سلیمان علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، انگوٹھی نکال لی اور بادشاہ ہو گئے۔ غرض خدا کے نیک بندوں سے بھی ذرا سی لغزش ہوئی تو چالیس دن تک اسطرح پریشان رہے۔

سنو صاحبو! یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یعقوبؑ! میں نے یوسفؑ کو تم سے کس لئے جدا کیا سنو! جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آکر تم سے دریافت کیا کہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ جانے دو کہ ہم جنگل میں جائیں تاکہ سیر و تفریح کریں تب تم نے کہا کہ تم یوسفؑ کو لے تو جاتے ہو لیکن میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں بچے کو بھیڑیا نہ کھا جائے، اسطرح کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائیوں کی غفلت کی وجہ سے تم نے کہا کہ کہیں بچہ کو بھیڑیا نہ کھا جائے لیکن اس وقت تم کو میرا خیال نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تمہیں بھیڑیئے کے کھا جانے کا خوف ہوا، میری حفاظت کا خیال نہ آیا، اسو جہ سے میں نے چالیس سال تک یوسفؑ کو تم سے دور رکھا، پھر جب آپ نے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اور یوسفؑ کو تلاش کرو کہیں نہ کہیں یوسف مل جائینگے یہ کہنے کی وجہ سے میں نے تم کو یوسفؑ سے ملا دیا۔ غرض نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

سنو صاحبو! جب یوسفؑ قید خانہ میں داخل ہوئے تو انکے ساتھ وہاں دو قیدی اور بھی ساتھ تھے انھوں نے خواب دیکھا اور اپنا خواب یوسفؑ کو سنا کر اسکی تعبیر دریافت کی، آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا کہ تجھکو پھانسی دیجائے گی اور دوسرے سے آپنے فرمایا کہ تو بادشاہ کے پاس پھر اسی کام پر بحال ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تم بحال ہو کر بادشاہ کے پاس جاؤ تو بادشاہ سے کہنا کہ ایک بے قصور آدمی قید خانہ میں قید ہے اس کو رہا کر دیا جائے۔ یوسفؑ اس طرح فرمانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیوں یوسفؑ! کیا میں رہائی دلا نہ سکتا تھا۔ یہ نافرمانی ضرور اثر دکھلائیگی اسلئے سات سال مزید قید میں رہو۔ صاحبو! غور کیجئے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے، ذرا ذرا سی لغزش کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ صاحبو! کیا خیال ہے آپکا۔ کیا ہمارے کبیرہ گناہ بے اثر رہیں گے، ذرا ان قصوں سے عبرت لو۔

غرض پیغمبروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے اسی طرح پیغمبروں کی اولاد بھی گناہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی اس سلسلہ میں میں آپکو ایک واقعہ سناتا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ بنی اسرائیل پیغمبر کی اولاد سے تھے، یہ لوگ ایک دریا کے کنارے رہتے تھے ان کیلئے ہفتہ متبرک دن تھا اسدن انکو حکم تھا کہ کچھ کام نہ کریں، اور انکو یہ بھی حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں یہ ان پر حرام تھا۔ ایکدن شیطان انکے پاس گیا اور انکو اس طرح سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کیا ہے اسلئے تم یوں کرو کہ دریا کے کنارے ایک گڑھا کھودو کہ جس میں پانی آ تو سکے لیکن واپس نہ جا سکے۔ اور ہفتہ کے دن پانی اس گڑھے میں چھوڑ دو، پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی اس گڑھے میں آ جائیں گی۔

اس گڑھے سے اتوار کے دن مچھلیاں پکڑ لو، دیکھا آپنے شیطان نے کیا تدبیر سکھائی ہے۔ چنانچہ اس قوم کو یہ
ویلیں معقول نظر آئی اور اس میں کچھ قباحت نظر نہ آئی، تب انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی تدبیر ہے کہ
اس سے گناہ بھی نہیں ہوتا اور شکار کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے، جب انہوں نے ایسا کیا تو مہلت دیگئی
لیکن انہوں نے اس ڈھیل کو نہ سمجھا۔ اسکے بعد انہوں نے یوں کرنا شروع کیا کہ ہفتہ کے دن گلی پھینکتے اور
اتوار کے دن گلی اور مچھلیاں نکالتے۔ اس پر بھی عذاب نہ آیا تو وہ علی الاعلان ہفتہ کے دن شکار کھیلنا
شروع کئے لیکن انکے تین فرقے ہوگئے۔ ایک علی الاعلان شکار کھیلنا شروع کیا۔ دوسرا فرقہ خود تو شکار
نہ کھیلتا تھا لیکن دوسروں کو شکار کھیلنے سے منع بھی نہ کرتا تھا اور تیسری جماعت وہ تھی جو خود بھی
شکار نہ کھیلتی تھی اور دوسروں کو بھی شکار کھیلنے سے منع کرتی تھی، اس تیسری جماعت کے لوگوں نے خیال
کیا کہ اب عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اسلئے انہوں نے اپنے محلے علٰحدہ کرلئے اور درمیان میں دیوار تعمیر کردئیے
تھے، چند روز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے محلے سنسان ہیں حتیٰ کہ مکان کے دروازے تک
اندر سے بند ہیں، انہوں نے خیال کیا کہ معلوم نہیں انکے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور وہ کس مصیبت میں
گرفتار ہوگئے۔ تفصیلات معلوم کرنے کیلئے ان لوگوں نے دیواروں پر چڑھکر انکے گھروں میں دیکھا تو کیا دیکھتے
ہیں کہ ان میں کے جوان بندر بنا دیئے گئے ہیں، اور جو بوڑھے تھے وہ سور ہوگئے ہیں، یہ سماں دیکھ کر وہ
لوگ رونے لگے انکے ساتھ ساتھ وہ مسخ شدہ انسان بھی رونے لگے، انہوں نے کہا کہ اب رونے
سے کیا فائدہ۔ ہم پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ گناہ اپنا اثر دکھائیگا اسلئے گناہ نہیں کرنا چاہئیے تھا۔

صاحبو! ایک اور بات عرض کرتا ہوں، غور سے سنیئے! وہ یہ ہے کہ یہ گنہگار لوگ سور اور بندر
بنا دیئے گئے۔ یعنی صورتیں مسخ ہوگئیں، اور مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں خیر الامت
ہیں یعنی بہترین امت ہیں اسلئے انکی صورتیں مسخ نہیں ہوتیں، بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ ہوجاتا
ہے۔ وہ کم درجہ کی امت تھی اسلئے انکی صورتیں مسخ ہوگئیں، اور یہ اعلیٰ درجہ کی امت ہے، اس لئے
انکا بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ کر دیا جاتا ہے۔ ایک مثال کے ذریعہ میں آپکو سمجھاتا ہوں سنیئے
صاحبو! یہ حرام مال کیا ہے سنیئے۔ عالم برزخ میں اسکی مثال نجاست وگوہ کی ہے اگر نیک آدمی حرام مال
کھائے تو اسکو خواب میں گوہ نظر آتا ہے اس طرح خواب دیکھنے والے کو سمجھنا چاہئیے کہ میں نے کہیں حرام مال کھالیا ہے
جیسے سور گوہ کھاتا ہے ایسا ہی حرام مال کھانے والا گوہ کھاتا ہے۔

صاحبو! دل کے مسخ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) عبادت میں مزہ نہ آنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل
میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوئی ہے (۲) دوسرا گناہ بے خوف ہوکر کرنا (۳) تیسرا عبرت کا نہ ہونا اور دنیا میں پھنس جانا۔

یہ تین علامتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل مسخ ہوگیا ہے۔ غرض دنیا میں گناہ اور نافرمانی کا جو اثر ہوتا ہے میں نے بطور نمونہ آپکو سمجھا دیا ہے آپ اسکو سمجھ لیجئے اور ذہن میں رکھیئے سنیئے! گناہوں کے سبب سے رزق کم ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نفرت ہوجاتی ہے، بھاگنے کی فکر ہوتی ہے، نیک بندوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے، دنیاوی کارروائیوں میں بھی دشواری ہوتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کارروائیوں میں دشواری کیوں ہورہی ہے دل کی سیاہی چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے، چہرہ بے رونق ہوجاتا ہے، گناہوں سے نیکیوں کی ہمت گھٹ جاتی ہے وہ اسطرح کہ آج ایک نیکی چھوٹی، کل دوسری چھوٹی وغیرہ، یہ علامت ہے دل کے مسخ ہونیکی۔

صاحبو! ایک اور روایت عرض کرتا ہوں سنیئے! حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ الٰہی! ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ ہم سے راضی ہیں یا ناراض؟ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اگر میں وقت پر پانی برساؤں اور ضرورت نہ ہو تو بند کردوں تو سمجھنا کہ میں تم سے راضی ہوں، مثلاً کھیت کاٹنے کے وقت پانی بند ہوجائے تو یہ علامت ہے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی لیکن اگر کھیت کاٹنے کے وقت پانی برساؤں تو سمجھو کہ یہ میری ناراضگی کی علامت ہے۔

صاحبو! سنو، امام احمدؒ لکھتے ہیں کہ بنی امیہ کے خزانہ میں گیہوں کا ایک دانہ تھا جو حجم میں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا۔ اس دانہ کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ زمانہ عدل کی پیداوار ہے۔ صاحبو! غور کیجئے یہ برکت تھی کہ پہلے زمانہ میں درختوں کے پھل وغیرہ بڑے ہوتے تھے اور اب چھوٹے ہوگئے ہیں یہ نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے، اب آپ اس فرق پر غور کرو، سنیئے! میں خود بکری کا گوشت چار پیسے پاؤ سیر کھایا ہوا آج بارہ آنے پاؤ سیر ہے، یہ کیا غضب ہے یہ کیا ہورہا ہے سنیئے! یہ سب ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے کہ بے برکتی ہوگئی ہے، اسکے بعد امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ جب قبرص پر مسلمانوں نے حملہ کیا اس فوج میں صحابہؓ شریک تھے ان میں حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو درداءؓ بھی تھے، جب قبرص فتح ہوا تو حضرت ابو درداءؓ ایک طرف کونہ میں بیٹھکر رو رہے تھے، یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بات ہے، آج ہماری خوشی کا دن ہے کہ قبرص فتح ہوگیا، پھر آپ بجائے خوشی منانے کے کیوں رو رہے ہیں۔ آپ فرمائے سنو! جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی چھوڑ دیتی ہے تو اسے ذلیل وخوار کر دیا جاتا ہے، یہ قوم جو کل تک برسر اقتدار تھی آج قید ہورہی ہے، ذلیل ہورہی ہے اور مسلمان انکو پکڑ پکڑ کر قید کر رہے ہیں، یہ ذلت اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو چھوڑنے کی وجہ سے انکو نصیب ہوئی ہے۔

سنو صاحبو! ندامت بعض وقت ایکدن یا صرف ایک وقت تک کی ہوتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص صبح میں بغیر ناشتہ کئے گھر سے نکلا اور کہیں اسکو کھانے کا موقع بھی نہ ملا اور گھر آنے میں دیر ہوگئی تو وہ پچھتاتا ہے کہ

میں کھانا کھا کر نکلتا تو یہ پچھتاوا نہ ہوتا۔
ایک پچھتاوا سال بھر کا ہوتا ہے مثلاً اگر وقت پر کھیت میں بیج نہیں بو دیئے تو پچھتاتا ہے کہ موسم نکل گیا اور یہ کیوں نہ بو دیا۔ یہ پچھتاوا ایک سال کا ہوتا ہے۔
ایک عمر بھر کا پچھتاوا ہوتا ہے جیسے اگر کسی ایسی عورت سے نکاح ہو جائے جو ہمیشہ جھگڑا کرتی ہے یا عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرے جو ہمیشہ بیوی سے جھگڑا کرتا ہے تو یہ عمر بھر کا پچھتاوا ہے۔
صاحبو! ایک پچھتاوا ابدالآباد کا ہوتا ہے وہ کیا ہے سنئے! دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ابدالآباد کا پچھتاوا ہوتا ہے مرنے کے بعد بھی اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے۔
صاحبو! میں آپ کو ایک اور واقعہ سناتا ہوں آپکو تکلیف تو ہو رہی ہوگی مگر سن لیجئے اسلئے سنا رہا ہوں کہ پھر ایک سال تک سنانے کا موقع نہیں ملتا اور نہ طبیعت ہی صاف ہے اسلئے جو کچھ بولنا ہے آج ہی بولنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھم کا واقعہ ہے اور یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں' انکے زمانہ میں ایک شخص بیمار ہوا۔ اور یہ شخص بڑا گنہگار تھا ساری عمر گناہوں میں گذری' یہ طرح طرح کے گناہ کرتا تھا حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے خیال فرمایا کہ اسکا کیا ہوگا اسلئے آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو چھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ان پر عمل کر لو پھر تمہارے جو جی میں آئے گناہ کرو میں تم کو اجازت دیتا ہوں' وہ بہت خوش ہوا آپ نے فرمایا کہ ایک بات تو یہ ہے کہ میاں جب گناہ کرو تو اللہ کی روزی نہ کھانا۔ اس نے کہا سب روزی اللہ کی ہے اسی نے پیدا کیا ہے پھر کیسے نہ کھاؤں' حضرت فرمائے تجھے شرم نہیں آتی جس کا کھاتا ہے اسی کی نافرمانی کرتا ہے
دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے ملک میں رہ کر گناہ مت کرو' اس نے کہا کہ حضرت یہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ملک ہے اسکے ملک سے نکل کر کہاں جاؤں گا آپ فرمائے کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ کے ملک میں رہکر اسکی روزی کھاتا ہے اور اسی کے ملک میں گناہ کرتا ہے کیا یہ تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے
تیسری بات یہ کہ تو اللہ کے سامنے گناہ نہ کرنا۔ اسکی نظروں سے غائب ہو کر گناہ کرنا۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسا ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے کیسے نہ دیکھے گا؟ آپ فرمائے کہ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کی روزی کھاتا ہے اسی کے ملک میں رہتا ہے اور اسی کے سامنے گناہ کرتا ہے۔
چوتھی بات یہ ہے کہ جب روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئیں تب اسوقت ان سے کہنا کہ حضرت جلدی نہ کرو' ذرا ٹھہر و' اس نے کہا کہ حضرت کہیں میرے اسطرح کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے وہ تو فوراً آئیں گے اور روح نکال لیں گے۔ اور مہلت نہ دینگے۔ یہ سنکر آپ نے فرمائے کہ جب ایسا ہے تو پھر تو ابھی سے توبہ کر لے اور موت کے لئے تیار ہو جا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں تو ان کو آنے سے روک دینا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ کیوں رکیں گے، کیا وہ میرے اسطرح کہنے سے رک جائیں گے، آپ فرمائے کہ پھر تجھے شرم نہیں آتی، اس لئے تو ان کے سوال کیلئے ابھی سے تیار ہوجا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میدان قیامت میں جب فرشتے گنہگاروں کو دوزخ میں لے جائیں تو کہنا کہ میں دوزخ میں نہیں جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں وہ سنتے ہیں وہ تو زبردستی دوزخ کی طرف لیجاتے ہیں، آپ فرمائے کہ جب وہ زبردستی کرینگے تو پھر ابھی سے توبہ کرے اور خود کو پاک کرے، اس نے کہا کہ حضرت آپ کا کہنا اب میری سمجھ میں آگیا، میں اب توبہ کرونگا۔ پھر کبھی نہ چھوڑوں گا اور اس پر قائم رہوں گا اور اس نے توبہ کرلی اور عمر بھر اس توبہ پر قائم رہا۔

صاحبو! ذرا غور سے سنو! تاکہ آپ کے ذہن میں رہے۔ بشر حافیؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں لیکن انکا شروع کا زمانہ بہت خراب تھا۔ دنیا بھر کے فسق وفجور میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے گناہ کرتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ اسی فسق وفجور کے زمانہ میں وہ دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے تھے، شراب کا دور چل رہاہے اسوقت ایک شاہ صاحب دروازہ پر آئے اور صدا لگائے کہ اللہ کے واسطے کچھ دلاؤ بابا! تو جو باندی آنگن جھاڑ رہی تھی اسنے کہا کہ حضرت جائیے، اسوقت میرے مالک شغل میں ہیں، دیتے دلاتے کچھ نہیں، یہ سنکر شاہ صاحب فرمائے کہ کیا وہ تیرا مالک ہے اسنے کہا کہ ہاں ہاں وہ میرا مالک ہے آپ فرمائے تیرا مالک ہے اس لئے جو جی میں آیا کرتا ہے اگر یہ بھی کسی کا غلام ہوتا تو اپنے مالک سے پوچھ پوچھ کر کرتا۔ صاحبو! میرے جملوں کو یاد رکھو۔ یہ گفتگو بشر حافیؒ نے سن لی۔ یہ سننا تھا کہ وہ ایک چیخ مارے اور سب فسق وفجور کے سامان کو توڑ پھوڑ دیا اور کسی کے مرید بھی ہوگئے اور بہت ریاضت کی، اور اولیاء اللہ میں سے ہوگئے۔ سنئے حافیؒ کہتے ہیں برہنہ پیر رہنے والے کو۔ اسلئے کہ آپ ہمیشہ ننگے پاؤں پھرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ غلام بھی کہیں جوتا پہنتا ہے، آپ غلامی کو نبھانے کیلئے ننگے پاؤں پھرتے تھے، اس واقعہ کو ذہن میں رکھئے ایک اور واقعہ سنئے! مثنوی شریف میں مولانا رومؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا اسکی صورت عورتوں جیسی تھی اور آواز بھی عورتوں کے جیسی تھی، داڑھی بھی کچھ نہیں تھی، مونچھ بھی نہیں تھے، یہ عورتوں کے کپڑے پہنتا اور خود کو عورت کہتا تھا۔ اس شہر میں یہ طریقہ تھا کہ ہر جگہ نہانے کیلئے غسل خانے تھے مردوں کے الگ اور عورتوں کیلئے علیحدہ غسل خانے تھے، لوگ ان میں جاتے اور نہاتے تھے، مردوں کے غسل خانہ میں مردوں کو نوکر رکھتے تھے اور عورتوں کے غسل خانہ میں عورتوں کو، یہ عورتوں کے غسل خانہ میں نوکر ہوگیا کیونکہ اسکے دل میں فسق وفجور تھا۔ اب بستی کی عورتیں نہانے کیلئے آتی تھیں، اور یہ انکو خوب رگڑتا

مسلّط تھا۔ ہر عورت کہتی تھی کہ میں اسکے ہاتھ سے نہاؤں گی، یہاں تک کہ بادشاہ کے پاس خبر پہنچی تو بادشاہ کی بیوی اور بیٹیوں نے کہا کہ اسکو ہمارے پاس لاؤ۔ اور یہ بادشاہ کے پاس محل کی عورتوں کو نہلانے کیلئے مقرر کیا گیا، بادشاہ کی بیوی اور بیٹیاں ننگے ہوکر اسکے سامنے نہاتے تھے اور یہ ان سب کو رگڑنا مسلتا تھا یہ فاسق وفاجر تو تھا لیکن نیک لوگوں کے پاس بھی جایا کرتا تھا۔ ایکدفعہ ایک بزرگ کے پاس گیا تو وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ تجھکو توبہ کی توفیق عجیب انداز سے دینے والا ہے۔ غرضکہ کئی دن بادشاہ کے گھر میں عورتوں کو نہلاتا رہا۔ کئی دن کے بعد ایک دفعہ بادشاہ کے بیٹی کا ایک قیمتی زیور کھو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لاکھوں روپے کا زیور ہے، اس لئے دروازہ بند کردو، اور تلاشی لو، اگر نہ ملے تو کانوں اور نعلوں میں دیکھو، پھر بھی نہ ملی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازے بند کردو، اور ہر ایک کو ننگے کرکے دیکھو، یہ سنتے ہی اسکے ہونٹ خشک ہوگئے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں آپکا گنہگار بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا برا کیا۔ اب میں آپکی رحمت کا دامن پکڑا ہوں، اب میرے ننگا ہونے کی نوبت آگئی ہے اگر میں ننگا کیا گیا تو کیا ہوگا؟ بادشاہ تو قتل کرادیگا۔ اسکے علاوہ میں سارے شہر کی عورتوں کو ننگا دیکھا ہوں، ان کو رگڑا مسلا ہوں، ساری بستی کے مرد کیا کہیں گے، کیا کچھ دشمنی ظاہر کرینگے، اور میرا کس درجہ برا حال کردینگے، غرض یہ بہت پریشان تھا اور سجدہ میں پڑا کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں مجھ کو نہ جنتی تو اچھا تھا مگر میں یہ دن نہ دیکھتا تھا۔ اسکو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا اسکو چاروں طرف سے سانپ ڈس رہے ہیں اور کہا کہ افسوس میرا دل لوہے کا ہے کہ میں زندہ ہوں، اے اللہ کیا کروں، اب میں آپکا دامن پکڑا ہوں، اے اللہ میں نافرمان ہوں، اے اللہ! میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا، اب آپ وہ کام کرو جو آپ کے لائق ہے، میاں ستاری کرو اب توبہ نہیں توڑوں گا۔ یہ کہتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یا خدا یا خدا کہہ کر وہ رو رہا تھا کہ اتنے میں عورتوں کی طرف سے آواز آئی کہ وہ چیز مل گئی، یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور جب محل کے دروازے کھولے گئے تو یہ گھر جاکر بیٹھ رہا اور ہمیشہ کے واسطے توبہ کر لیا۔ صاحبو! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کھینچنا چاہیں تو کچھ نہ کچھ ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

صاحبو! سنئیے ایک دفعہ ایک حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں گناہ کروں اور پھر توبہ کروں تو کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قبول فرمالیں گے۔ یہ سنکر ایک چیخ مارا۔ گرا اور مرگیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کو کیا صورت دکھاؤں گا یہ کہا اور مرگیا۔ صاحبو! میرے لفظوں کو یاد رکھو آپ کے کام آئیں گے۔

سنو صاحبو! جب قیامت قائم ہوگی اسوقت اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو سامنے بلائے گا اور ان سے مخاطب ہوکر فرمائے گا کہ اے بے حیا لوگو! دنیا میں تم لوگ میرے سامنے گناہ کرتے رہے، کیا تم کو میرے سامنے گناہ کرنے سے شرم نہیں آئی۔ صاحبو! ہم کچھ خیال نہیں کرتے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ غرض میدان قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کرکے فرمائیگا اے بے حیا لوگو! تم میری مخلوق سے شرماتے تھے، کیا تمہارے پاس میری مخلوق کی وقعت مجھ سے زائد تھی۔ اے بے حیا لوگو! تم کو شرم نہیں آئی کہ تم میری نظروں کے سامنے گناہ کئے۔ کیا میں نے تم کو اسی واسطے پیدا کیا تھا کہ مجھ ہی سے ہاتھ پاؤں کی نعمتیں لے کر میری ہی نافرمانی کرو صاحبو! اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ یہ وقت مت آنے دو تم تیار ہو جاؤ۔ پھر خدا بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی کو کیا عرض کروں، آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس سے آپکو اسکی مہربانیوں کا اندازہ ہوگا

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کہ اللہ تعالیٰ صبح کو ہاتھ لانبے کرکے بلاتا ہے جیسا کہ ماں بچہ کو ہاتھ لانبے کرکے بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ ادھر آؤ میاں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ارے گنہگار، اور رات کے گناہ کرنے والے آ، میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔ پھر مغرب کے وقت فرماتا ہے اے وہ دن کے گناہ کرنے والے آ، میرے پاس تو آتا ہی نہیں، مجھ سے بے رخ ہوکر پھرتا ہے، تو آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ غرض مغرب کے وقت ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کہ آ میرے نزدیک آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔

حدیث دوسری حدیث بھی اسی طرح ہے کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور اللہ کے سامنے گر کر عرض کیا، اے اللہ میں نافرمان بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا نفس اور شیطان کے دھوکہ سے کیا، اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو! دیکھو یہ میرا بندہ میرے سامنے آیا ہے گناہ تو کیا لیکن اب سمجھ گیا ہے کہ میں عذاب بھی دے سکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں میرے عذاب کا بھی خوف ہے اور میری رحمت بھی چاہتا ہے، تم گواہ رہو میں اسکے گناہ معاف کرتا ہوں صاحبو! اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں اس لئے معاف کر دیتے ہیں۔

میرے دوستو! جو کچھ ہوا سو ہوا آئندہ اتنا تو کرو، اور دل سے کہو اے دل کیا یہی انصاف ہے۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا شخص کیا کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص زہر ملا ہوا شہد کھالے تو وہ کیا کرتا ہے یاد رکھو اگر زہر کھالیا جائے تو صرف جسم مرتا ہے لیکن گناہ کا زہر کھانے سے دل مرتا ہے تو اس لئے آپ کیا کرو میرے دوستو سنو! جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب یہ خیال کرو کہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا آدمی تین کام کرتا ہے۔ ایک تو پچھتاتا ہے دوسرے یہ کہ قے کرکے زہر نکالتا ہے تیسرے یہ کہ کبھی ایسا کام نہیں کرتا۔

صاحبو! آپ بھی ایسا ہی کرو، خدا کی نافرمانی کرو تو اسکے زہر سے پس جاتے ہیں میاں، آپکا دل پسیا جاتا ہے میاں، گناہ بھی ہوا تو کیسی بڑی قدرت والے کا گناہ ہوا جو سزا بھی دے سکتا ہے، اسلئے آپ افسوس کرو کہ ایسا نہ ہونا تھا اور پھر کبھی نہ کرنے کا خیال کرو، جیسا زہر کھایا ہوا شخص قے کرکے زہر نکالتا ہے اسی طرح آپ بھی تنہائی میں جاکر بیٹھو، رودو، اور رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بنا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھو، اور یہ کہو کہ میں بھلا ہوں یا برا ہوں آپکا ہوں میرے جیسے آپکو سینکڑوں بندے ہیں مگر مجھکو آپکے سوا کوئی نہیں ہے میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا اب آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہے۔ اسکے بعد کہو کہ اے اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں لوہے کو زنگ لگ جائے تو صیقل سے صاف کرتے ہیں، اسی لوہے کے زنگ کو آگ میں ڈال کر جلا کر زنگ دور کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھے آگ میں جلائے بغیر میرے دل کے زنگ کو دور کیجئے۔ اس دل کے زنگ کو دور کرنے کیلئے دوزخ کی آگ میں مت ڈالو، اتنا روؤ میاں کہ دل پاک و صاف ہو جائے، اگر تم روتے ہوئے عرض کروگے تو صاحبو! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے سنو، غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے تو اتنا کیوں روتا ہے، اگر تو نے گناہ کرلیا ہے تو میں تجھ کو معاف کردیتا ہوں، تیرے گناہ پر اصرار سے مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے اب تو آگیا ہے اور توبہ کر رہا ہے تو میں معاف کردیتا ہوں اگر تو نے زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں تجھ پر آسمان بھر کر مغفرت ڈالتا ہوں اور فرشتوں سے کہتا ہوں کہ اسکے ہاتھ اور پاؤں کو بھلا دو، اور اسکو گناہوں سے پاک و صاف کردو، میاں! آپ تھوڑا رکئے توبہ سے یہ ہوتا ہے، اور آئندہ مستقبل میں یہ نوبت نہ آنے دو، تنہائی میں رو کر عرض کرو، اور خدا سے معافی چاہو، وہ ہر حالت میں مہربانی کرنے کیلئے تیار ہے، ابتک جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب بھی توبہ کرلو، بارہ مہینے تک جو چیز کام آنے والی ہے وہ میں نے سمجھا دیا ہے اب وعظ کو ختم کرتا ہوں۔

دُعاء

یا الٰہی! اب رمضان شریف جارہے ہیں، یا الٰہی ہم آپکے غلام ہیں، ہم خود کو غلام کہنے سے بھی شرم آتی ہے یقیناً ہم خود کو غلام کہتے ہیں لیکن میاں! اچھے آقا کے اچھے غلام ہوتے ہیں، ہمارے جیسے نہیں ہوتے میاں جیسے کچھ بھی ہو ہم تو غلام ہیں، یا الٰہی! ہم غلام ہیں مگر کیسے غلام ہیں بھاگے ہوئے غلام ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر پھرتے رہے کبھی آپکے در پر نہیں آئے، رمضان شریف ہم کو آپکے در پر لاکر ڈالے ہیں، اب یہ جارہے ہیں ہم کو آپ کے در پر ڈال کر جارہے ہیں، آپ ہم کو اپنے در سے مت نکالو یا اللہ آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنا لو۔ مسلمانو! سنو! اللہ اسکا ہوتا ہے جو اللہ کا ہوتا ہے۔ الٰہی ہماری توبہ قبول کرلو، آج ہم سب توبہ کررہے ہیں۔ ہماری دعاؤں کو قبول کرلو اور ہمارے گناہوں کو معاف کردو، آپ ہم سب کو اپنے پاس نیک لوگوں میں لکھوا دو۔

تمت بالخیر

شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت خواجہ مولٰنا محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیراں امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابوالبرکات سید خلیل اللہ ابن ابوالحسنات سید عبداللہ رحم فرما
دعاقبتش بخیر گرداں بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَاٰلِهِ الْاَمْجَادِ ۝

اَمَّا بَعْدُ .... را
در طریقۂ عالیہ نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گردانیدم حق سبحانہٗ تعالٰی
.... مذکور را از فیوضات مرشدان حظ وافر
نصیب مشکا تر مع استقامت شریعت عطا فرماید
آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

شجرۂ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتّاح

ذِکْرُ الْمَوْلٰی مِنْ کُلِّ اَوْلٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا یَّھْدِیْ اِلٰی طَرِیْقِ الْاِیْمَانِ لِلْعَالَمِیْنَ وَصَیَّرَہٗ وَسِیْلَۃً مَرْضِیَّۃً لِلْوُصُوْلِ اِلٰی صِرَاطِ النَّجَاۃِ وَالْیَقِیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَفْضَلِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

اَمَّا بَعْدُ فَھٰذِہٖ شَجَرَۃٌ قَادِرِیَّۃٌ مَنْ تَوَسَّلَ اِلَیْھَا وَصَلَ اِلَی الْمَرَامِ

الٰہی بعجز و انکسار عبدک الضعیف ابو البرکات سید خلیل اللہ کان اللہ لہٗ ابن حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العارفین سید شاہ عبد اللطیف قادری لاابالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبد الباسط قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبد الباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدر الدین حسن قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بدر الدین بن شیخ علاؤ الدین علی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤ الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو سعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو بکر عبد اللہ شبلی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبد اللہ سری سقطی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر المومنین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً کثیراً

بیعت و ارادت .... قادری

دریں سلسلۂ قادریہ عالیہ مقبول و پذیر باد

الٰہی بحرمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین بر
.... قادری

رحم فرما و عاقبتش بخیر گردان و از فیوض مرشدان حظ وافر و نصیب متکاثر
مع استقامت شریعت عطا فرمائد۔ آمین آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذرِ عقیدت

بخدمت معلی القاب حضرت ابو البرکات سید خلیل اللہ شاہ صاحب نقشبندی القادری مدظلہ العالی
فرزند اکبر خلیفہ و جانشین محدث دکن حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی القادری

پابندیٔ شرع میں بہت نامور ہیں آپ
دریائے معرفت کے بھی اعلیٰ گہر ہیں آپ

اک نامور گھرانے کے چشم و چراغ ہیں
جن پر پدر کو ناز ہو ایسے پسر ہیں آپ

سب مانتے ہیں ہے یہ عجب کشمکش کا دور
حق جس طرف ہے ہم نے یہ دیکھا ادھر ہیں آپ

چھڑتی ہے جب بھی زہد کی یا اتقا کی بات
نظریں تلاش کرتی ہیں سب کی کدھر ہیں آپ

ان کی دعا اور ان کے کرم کا یہ فیض ہے
گدی پہ جن کی خیر سے اب جلوہ گر ہیں آپ

تا دیر آپ کی یہ ضیا باریاں رہیں!
اک آفتابِ علم کے نورِ نظر ہیں آپ

مرزا اُن ہی کے در کا اک ادنیٰ غلام ہے
وہ جن کی ذاتِ پاک کے لختِ جگر ہیں آپ

احقر العباد خادم الخدام مرزا شکور بیگ نقشبندی القادری احمد منزل ۲۷-۱-۳ فون جیدرآباد دکن

قطعۂ تاریخ

از ڈاکٹر جناب یعقوب عمر صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی (فارسی اردو) اُستاذ فارسی نظام کالج حیدرآباد

روشنی جس سے چار سُو پھیلے
وہ شفق ہے مواعظ حسنہ

پوچھی تاریخ تو یہ دل نے کہا
علمِ حق ہے مواعظ حسنہ

۱۴۰۳ ہجری